الحمد للہ والمنۃ

کہ یہہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی اور انکے مریدوں
اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت کے لئے محض نصیحتاً للہ شائع کیا گیا ہے اور بغرض
اس امر کے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جائے اس رسالہ کے ساتھ پچاس
روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا گیا ہے جو اسی ٹائٹل پیج کے دوسرے
صفحہ پر مندرج ہے اور یہہ
رسالہ موسوم بہ

تحفۂ گولڑویہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام
حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر
یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔

جلد ۷۰۰

قیمت ۱۰ر محصول ۲ر وی پی ۱ر کل ۱۳ر

اشتہار انعامی پچاس روپیہ

چونکہ میں اپنی کتاب انجام آتھم کے اخیر میں وعدہ کرچکا ہوں کہ آیندہ کسی مولوی وغیرہ کے ساتھ زبانی بحث نہیں کروں گا اس لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کی درخواست زبانی بحث کی جو میرے پاس پہونچی ہیں کسی طرح اُس کو منظور نہیں کرسکتا۔ افسوس کہ انہوں نے محض دہوکہ دہی کے طور پر باوجود اس علم کے کہ میں ایسی زبانی بحثوں سے برکنار رہنے کے لئے جن کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا خدا تعالے کے سامنے وعدہ کرچکا ہوں کہ میں ایسے مباحثات سے دور رہوں گا پھر بھی مجھ سے بحث کرنے کی درخواست کردی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ ان کی درخواست محض اُس ندامت سے بچنے کے لئے ہے کہ وہ اس اعجازی مقابلہ کے وقت جو عربی میں تفسیر لکھنے کا مقابلہ تہا اپنی نسبت یقین رکھتے تھے گویا عوام کے خیالات کو اور طرف لٹا کر سرخرو ہوگئے اور پردہ بنا رہا۔

ہر ایک دل خدا کے سامنے ہے اور ہر ایک سینہ اپنے گنہ کو محسوس کرلیتا ہے لیکن میں حق کی حمایت کی وجہ سے ہرگز نہیں چاہتا کہ یہ جھوٹی سرخروئی بھی ان کے پاس رہ سکے اس لئے مجھے خیال آیا کہ عوام جن میں سوچ کا مادہ طبعاً کم ہوتا ہے وہ اگرچہ یہ بات تو سمجھ لیں گے کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے اسی وجہ سے تو ٹال دیا لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گذری گا کہ منقولی مباحثات پر ضرور وہ قادر ہوں گے تبھی تو درخواست پیش کردی اور اپنے دلوں میں گمان کریں گے کہ ان کے پاس حضرت مسیح کی حیات اور میرے دلائل کے رد میں کچھ دلائل ہیں اور یہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ یہ زبانی مباحثہ کی جرأت بھی میرے ہی اُس عہد ترک بحث نے اُنکو دلائی ہے جو انجام آتھم میں طبع ہوکر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہوچکا ہے لہذا میں یہ رسالہ لکھکر اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اول سے آخر تک توڑ دیں اور پھر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کرکے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کرکے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سنا دیں گے پیر صاحب کے جوابات سنا دیں اور خدا تعالے کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو میں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتحیابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دیدوں گا اور اگر پیر صاحب تحریر فرماویں تو میں یہ مبلغ پچاس روپیہ پہلے سے مولوی محمد حسین صاحب کے پاس جمع کرادونگا مگر یہ پیر صاحب کا ذمہ ہوگا کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو ہدایت کریں کہ تا وہ مبلغ پچاس روپیہ اپنے پاس بطور امانت جمع کرکے باضابطہ رسید دیدیں اور مندرجہ بالا طریق کی پابندی سے قسم کہا کر انکو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر میری اجازت کے پچاس روپیہ پیر صاحب کے حوالہ کردیں قسم کھانے کے بعد میری شکایت انپر کوئی نہیں ہوگی صرف خدا پر نظر ہوگی جسکی وہ قسم کھائیں گے۔ پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ میں نے پہلے سے رد کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے۔ کیونکہ اگر انعامی رسالہ کا انہوں نے جواب نہ دیا تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں۔ **المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان۔ یکم ستمبر سنہ ۱۹۰۲ء**

الحمد للہ والمنۃ

کہ یہہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی اور انکے مریدوں

اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت کے لئے محض نصیحتاً للہ شائع کیا گیا ہے اور بغرض

اس امر کے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جاوے اس رسالہ کے ساتھ پچاس روپیہ

روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا گیا ہے جو اسی ٹائٹل پیج کے دوسرے

صفحہ پر مندرج ہے اور یہہ

رسالہ موسوم بہ

تحفۂ گولڑویہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام

حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر

یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا۔

جلد ۷۰۰

قیمت ۱؍ محصول ۲؍ وی پی ۱؍ کل ۱۳؍

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر اور تو بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے۔

آمین

اشتہار انعامی پانسو روپیہ

بنام حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر۔ اور ایسا ہی اس اشتہار میں یہ تمام لوگ بھی مخاطب ہیں جن کے نام ذیل میں درج ہیں:۔

مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی۔ مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی۔ مولوی حافظ محمد یوسف صاحب بھوپالوی۔ مولوی تلطف حسین صاحب دہلوی۔ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی صاحب تفسیر حقانی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی محمد صدیق صاحب دیوبندی حال مدرس بچھرایوں ضلع مراد آباد۔ شیخ خلیل الرحمٰن صاحب جمالی سرساوہ ضلع سہارنپور۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانہ۔ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانہ۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی ثم امرتسری۔ مولوی غلام رسول صاحب عرف رسل بابا۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی لاہور۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی لاہور۔ ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر لاہوری۔ منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ لاہور۔ منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ پنشنر۔ مولوی محمد حسن صاحب ابوالفیض ساکن بھین۔ مولوی سید عمر صاحب واعظ حیدر آباد۔ علماء ندوۃ الاسلام معرفت مولوی محمد علی صاحب سکریٹری ندوۃ العلماء۔ مولوی سلطان الدین صاحب جے پور۔ مولوی مسیح الزمان صاحب استاد نظام حیدر آباد دکن۔ مولوی عبدالواحد خاں صاحب شاہجہان پور۔ مولوی اعزاز حسین خاں صاحب شاہجہان پور مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہان پور۔ سید صوفی جان شاہ صاحب میرٹھ۔ مولوی اسحاق صاحب پٹیالہ۔ جمیع علماء کلکتہ و بمبئی و مدراس۔ جمیع سجادہ نشینان و مشائخ ہندوستان۔ جمیع اہل عقل و انصاف و تقویٰ و ایمان از قوم مسلمان۔

واضح ہو کہ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر نے اپنے نافہم اور غلط کار مولویوں کی تعلیم سے ایک مجلس میں بمقام لاہور جس میں مرزا خدا بخش صاحب مصاحب نواب محمد علی خاں صاحب اور میاں معراج الدین صاحب

لاہوری اور مفتی محمد صادق صاحب اور صوفی محمد علی صاحب کلرک اور میاں چٹو صاحب لاہوری اور خلیفہ رجب دین صاحب تاجر لاہوری اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور حکیم محمد حسین صاحب تاجر مرہم عیسیٰ اور میاں چراغ الدین صاحب کلرک اور مولوی یار محمد صاحب موجود تھے بڑے اصرار سے یہ بیان کیا کہ اگر کوئی نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور اس طرح پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہے تو وہ ایسے افترا کے ساتھ تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہ سکتا ہے یعنے افترا علی اللہ کے بعد اس قدر عمر پانا اس کی سچائی کی دلیل نہیں ہو سکتی اور بیان کیا کہ ایسے کئی لوگوں کا نام میں نظیراً پیش کر سکتا ہوں جنھوں نے نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک لوگوں کو سناتے رہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہمارے پر نازل ہوتا ہے حالانکہ وہ کاذب تھے۔ غرض حافظ صاحب نے محض اپنے مشاہدہ کا حوالہ دیکر مذکورہ بالا دعویٰ پر زور دیا جس سے لازم آتا تھا کہ قرآن شریف کا وہ استدلال جو آیات مندرجہ ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے کے بارے بیان ہے صحیح نہیں ہے اور گویا خدا تعالیٰ نے سراسر خلاف واقعہ اس حجت کو نصاریٰ اور یہودیوں اور مشرکین کے سامنے پیش کیا ہے اور گویا ائمہ اور مفسرین نے بھی محض نادانی سے اس دلیل کو مخالفین کے سامنے پیش کیا یہانتک کہ شرح عقائد نسفی میں بھی کہ جو اہل سنت کے عقیدوں کے بارے میں ایک کتاب ہے عقیدہ کے رنگ میں اس دلیل کو لکھا ہے اور علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ استخفاف قرآن یا دلیل قرآن کلمہ کفر ہے مگر نہ معلوم کہ حافظ صاحب کو کس تعصب نے اس بات پر آمادہ کردیا کہ باوجود دعویٰ حفظ قرآن مفصلہ ذیل آیات کو بھول گئے اور وہ یہ ہیں۔ انہ لقول رسول کریم۔ وما ھو بقول شاعر قلیلاً ما تومنون۔ ولا بقول کاھن۔ قلیلا ما تذکرون۔ تنزیل من رب العالمین۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ دیکھو سورۃ الحاقہ الجزو نمبر ۲۹۔ اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ یہ قرآن کلام رسول کا ہے یعنے وحی کے ذریعہ سے اس کو پہونچا ہے۔ اور یہ شاعر کا کلام نہیں مگر چونکہ تمہیں ایمانی فراست سے کم حصہ ہے اس لئے تم اس کو پہچانتے نہیں اور یہ کاہن کا کلام نہیں یعنے اس کا کلام نہیں جو جنات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ مگر تمہیں تدبر اور تذکر کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے اس لئے ایسا خیال کرتے ہو۔ تم نہیں سوچتے کہ کاہن کس پست اور ذلیل حالت میں ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں کا رب ہے یعنے جیسا کہ وہ تمہارے اجسام کی تربیت کرتا ہے ایسا ہی وہ تمہاری روحوں کی تربیت کرنا چاہتا ہے اور اسی ربوبیت کے تقاضا کی وجہ سے اس نے اس رسول کو بھیجا ہے۔ اور اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنالیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا نہ خدا کا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا یعنے اگر وہ ہم پر افترا کرتا تو اس کی سزا موت تھی کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوے سے افترا اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کردیتے ہیں جو دنیا

کے لئے ہلاکت کی راہیں پیش کرتا ہے اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کرکے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے اور خدا پر افترا کرکے گستاخی کرتا ہے۔

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے نہ ہوتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے اور وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتا گو تم لوگ اس کے بچانے کے لئے کوشش ہی کرتے لیکن حافظ صاحب اس دلیل کو نہیں مانتے اور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی تمام و کمال مدت تیئیس برس کی تھی اور میں اس سے زیادہ مدت تک کے لوگ دکھا سکتا ہوں جنھوں نے جھوٹے دعوے نبوت اور رسالت کے کئے تھے اور باوجود جھوٹ بولنے اور خدا پر افترا کرنے کے وہ تیئیس برس سے زیادہ مدت تک زندہ رہے۔ لہذا حافظ صاحب کے نزدیک قرآن شریف کی یہ دلیل باطل اور ہیچ ہے اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مگر تعجب کہ جبکہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب مرحوم اور مولوی سید آل حسن صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ازالہ اوہام اور استفسار میں پادری فنڈل کے سامنے یہی دلیل پیش کی تھی تو پادری فنڈل صاحب کو اس کا جواب نہیں آیا تھا اور باوجودیکہ تواریخ کی ورق گردانی میں یہ لوگ بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں مگر وہ اس دلیل کے توڑنے کے لئے کوئی نظیر پیش نہ کرسکا* اور لاجواب رہ گیا۔ اور آج حافظ محمد یوسف صاحب مسلمانوں کے فرزند کہلا کر اس قرآنی دلیل سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ معاملہ صرف زبانی ہی نہیں رہا بلکہ ایک ایسی تحریر اس بارے میں ہمارے پاس موجود ہے جس پر حافظ صاحب کے دستخط ہیں جو انھوں نے محبّی اخویم مفتی محمد صادق صاحب کو اس عہد اقرار کے ساتھ دی ہے کہ ہم ایسے مفتریوں کا ثبوت دیں گے جنھوں نے خدا کے مامور یا نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر وہ اس دعوے کے بعد تیئیس برس سے زیادہ جیتے رہے۔ یاد رہے کہ یہ صاحب مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی گروہ میں سے ہیں اور بڑے موحد مشہور ہیں اور ان لوگوں کے عقائد کا بطور نمونہ یہ حال ہے جو ہم نے لکھا اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن کے دلائل پیش کردہ کی تکذیب قرآن کی تکذیب ہے۔ اور اگر قرآن شریف کی ایک دلیل کو رد کیا جائے تو امان اٹھ جائے گا اور اس سے لازم آئے گا کہ قرآن کے تمام دلائل جو توحید اور رسالت کے اثبات میں ہیں سب کے سب باطل اور ہیچ ہوں اور آج تو حافظ صاحب نے اس رد کے لئے یہ بیڑا اٹھایا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ لوگوں نے تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ نبوت یا رسالت کے جھوٹے دعوے کئے اور پھر زندہ رہے اور کل شاید حافظ صاحب یہ بھی کہدیں کہ قرآن کی یہ دلیل بھی کہ لوکان فیھما اٰلھۃ الا اللہ لفسدتا باطل ہے اور دعویٰ کریں کہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ خدا کے سوا اور بھی

---

* پادری فنڈل صاحب نے اپنے میزان الحق میں صرف یہ جواب دیا تھا کہ مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں کئی کروڑ بت پرست موجود ہیں۔ لیکن یہ نہایت فضول جواب ہی کیونکہ بت پرست لوگ بت پرستی میں اپنے وحی من اللہ ہونیکا دعویٰ نہیں کرتے یہ نہیں کہتے کہ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ بت پرستی کو دنیا میں پھیلاؤ۔ وہ لوگ گمراہ ہیں نہ مفتری علی اللہ۔ یہ جواب امر متنازع فیہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ بحث تو دعویٰ نبوت اور افترا علی اللہ میں ہے نہ فقط ضلالت میں۔ منہ

چند خدا ہیں جو سچے ہیں مگر زمین و آسمان پھر بھی ابتک موجود ہیں۔ پس ایسے بہادر حافظ صاحب سے سب کچھ امید ہے لیکن ایک ایماندار کے بدن پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے جب کوئی یہ بات زبان پر لاوے کہ فلاں بات جو قرآن میں ہے وہ خلاف واقعہ ہے یا فلاں دلیل قرآن کی باطل ہے بلکہ جس امر میں قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زد پڑتی ہو ایماندار کا کام نہیں کہ اس پلید پہلو کو اختیار کرے اور حافظ صاحب کی نوبت اس درجہ تک محض اس لئے پہونچ گئی کہ انھوں نے اپنے چند قدیم رفیقوں کی رفاقت کی وجہ سے میرے منجانب اللہ ہونے کے دعوے کا انکار مناسب سمجھا اور چونکہ دروغگو کو خدا تعالےٰ اسی جہان میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے اس لئے حافظ صاحب بھی اور منکروں کی طرح خدا کے الزام کے نیچے آگئے اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مجلس میں جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں میری جماعت کے بعض لوگوں نے حافظ صاحب کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ خدا تعالےٰ قرآن شریف میں ایک شمشیر برہنہ کی طرح یہ حکم فرماتا ہے کہ یہ نبی اگر میرے پر جھوٹ بولتا اور کسی بات میں افترا کرتا تو میں اس کی رگ جان کاٹ دیتا اور اس مدت دراز تک وہ زندہ نہ رہ سکتا۔ تو اب جب ہم اپنے اس مسیح موعود کو اس پیمانہ سے ناپتے ہیں تو براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعوی منجانب اللہ ہونے اور مکالمات الہیہ کا قریباً تیس برس سے ہے اور اکیس برس سے براہین احمدیہ شائع ہے۔ پھر اگر اس مدت تک اس مسیح کا ہلاکت سے امن میں رہنا اس کے صادق ہونے پر دلیل نہیں ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیئیس برس تک موت سے بچنا آپ کے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ جبکہ خدا تعالےٰ نے اس جگہ ایک جھوٹے مدعی رسالت کو تیس برس تک مہلت دی اور لو تقول علینا کے وعدہ کا کچھ خیال نہ کیا تو اسی طرح نعوذ باللہ یہ بھی قریب قیاس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی باوجود کاذب ہونے کے مہلت دیدی ہو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاذب ہونا محال ہے پس جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال۔ اور ظاہر ہے کہ یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جبھی ٹھہر سکتا ہے جبکہ یہ قاعدہ کلی مانا جائے کہ خدا اس مفتری کو جو خلقت کے گمراہ کرنے کے لئے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہو کبھی مہلت نہیں دیتا کیونکہ اس طرح پر اس کی بادشاہت میں گڑبڑ پڑ جاتا ہے اور صادق اور کاذب میں تمیز اٹھ جاتی ہے۔ غرض جب میرے دعوے کی تائید میں یہ دلیل پیش کی گئی تو حافظ صاحب نے اس دلیل سے سخت انکار کر کے اس بات پر زور دیا کہ کاذب کا تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہنا جائز ہے اور کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے کاذبوں کی میں نظیر پیش کرونگا جو رسالت کا جھوٹا دعویٰ کر کے تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ رہے ہوں مگر ابتک کوئی نظیر پیش نہیں کی۔ اور جن لوگوں کو اسلام کی کتابوں پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آجتک علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیئیس ۲۳ برس تک زندہ رہ سکتا ہے بلکہ یہ تو صریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی ہے اور خدا تعالےٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہے۔ ہاں انکا یہ حق تھا کہ مجھ سے اس کا ثبوت مانگتے کہ میرے دعوی مامور من اللہ ہونے کی مدت تیئیس برس یا اس سے زیادہ ابتک ہو چکی ہے یا نہیں۔

مگر حافظ صاحب نے مجھ سے یہ ثبوت نہیں مانگا کیونکہ حافظ صاحب بلکہ تمام علماء اسلام اور ہندو اور عیسائی اس بات کو جانتے ہیں کہ براہین احمدیہ جس میں یہ دعویٰ ہے اور جس میں بہت سے مکالمات الہٰیہ درج ہیں اس کے شایع ہونے پر اکیس برس گذر چکے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریباً تیس برس سے یہ دعویٰ مکالمات الٰہیہ شایع کیا گیا ہے اور نیز الہام الیس اللہ بکاف عبدہ جو میرے والد صاحب کی وفات پر ایک انگشتری پر کھودا گیا تھا اور امرتسر میں ایک مہرکن سے کھدوایا گیا تھا وہ انگشتری ابتک موجود ہے اور وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے طیار کروائی اور براہین احمدیہ موجود ہے جس میں یہ الہام الیس اللہ بکاف عبدہ لکھا گیا ہے اور جیسا کہ انگشتری سے ثابت ہوتا ہے یہ بھی چھبیس برس کا زمانہ ہے۔ غرض چونکہ یہ تیس سال تک کی مدت براہین احمدیہ سے ثابت ہوتی ہے اور کسی طرح مجال انکار نہیں اور اسی براہین کا مولوی محمد حسین نے ریویو بھی لکھا تھا لہذا حافظ صاحب کی یہ مجال تو نہ ہوئی کہ اُس امر کا انکار کریں جو اکیس سال سے براہین احمدیہ میں شایع ہو چکا ہے ناچار قرآن شریف کی دلیل پر حملہ کر دیا کہ مثل مشہور ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا سو ہم اس اشتہار میں حافظ محمد یوسف صاحب سے وہ نظیر طلب کرتے ہیں جس کے پیش کرنے کا انھوں نے اپنی دستخطی تحریر میں وعدہ کیا ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قرآنی دلیل کبھی ٹوٹ نہیں سکتی۔ یہ خدا کی پیش کردہ دلیل ہے نہ کسی انسان کی کئی کم بخت بد قسمت دنیا میں آئے اور انھوں نے قرآن کی اس دلیل کو توڑنا چاہا مگر آخر آپ ہی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر یہ دلیل ٹوٹ نہ سکی۔ حافظ صاحب علم سے بے بہرہ ہیں اُنکو خبر نہیں کہ ہزارہا نامی علماء اور اولیا ہمیشہ اسی دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس نے افترا کے طور پر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے زندگی کے تئیس برس پورے کئے ہوں۔ پھر حافظ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایہ ہے کہ اس دلیل کو توڑ سکیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے بعض جاہل اور نافہم مولوی میری ہلاکت کے لئے طرح طرح کے حیلے سوچتے رہے ہیں تا یہ مدت پوری نہ ہونے پاوے جیسا کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مسیح کو رفع سے بے نصیب ٹھہرانے کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا تا اس سے دلیل پکڑیں کہ عیسیٰ بن مریم ان صادقوں میں سے نہیں ہے جن کا رفع الی اللہ ہوتا رہا ہے مگر خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کرونگا جیسا کہ ابراہیم اور دوسرے پاک نبیوں کا رفع ہوا۔ سو اس طرح ان لوگوں کے منصوبوں کے برخلاف خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسّی ۸۰ برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کروں گا تا لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں جیسا کہ یہودی صلیب سے نتیجہ عدم رفع کا نکالنا چاہتے تھے۔ اور خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں تمام خبیث مرضوں سے بھی تجھے بچاؤں گا جیسا کہ اندھا ہونا تا اس سے بھی کوئی بد نتیجہ نہ نکالیں[+] اور خدا نے مجھے اطلاع دی کہ بعض اُن میں سے تیرے پر بد دعائیں ہی کرتے رہیں گے مگر اُنکی بد دعائیں میں انہی پر ڈالوں گا اور درحقیقت لوگوں نے اس خیال سے کہ کسی طرح لوتقوّل کے نیچے مجھے لے آئیں منصوبہ

+ الہام الٰہی آنکھ کے بارے میں یہ ہے تنزل الرحمة علی ثلٰث العَیْنُ و علی الاخریین یعنے تیرے تین عضووں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ ایک آنکھیں اور باقی دو اور۔ منہ

بازی میں کچھہ کمی نہیں کی۔ بعض مولویوں نے قتل کے فتوے دیئے۔ بعض مولویوں نے جھوٹے قتل کے مقدمات بنانے کے لئے میرے پر گواہیاں دیں۔ بعض مولوی میری موت کی جھوٹی پیشگوئیاں کرتے رہے۔ بعض مسجدوں میں میرے مرنے کے لئے ناک رگڑتے رہے بعض نے جیسا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علیگڈہ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مریگا اور ضرور ہم سے پہلے مریگا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شایع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر انکی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تہا۔ مگر پہر بہی یہ لوگ عبرت نہیں پکڑتے۔ پس کیا یہ ایک عظیم الشان معجزہ نہیں ہے کہ محی الدین لکہو کیے والے نے میری نسبت موت کا الہام شایع کیا وہ مرگیا۔ مولوی اسماعیل نے شایع کیا وہ مرگیا۔ مولوی غلام دستگیر نے ایک کتاب تالیف کرکے اپنے مرنے سے میرا پہلے مرنا بڑے زور شور سے شایع کیا وہ مرگیا۔ پادری حمید اللہ پشاوری نے میری موت کی نسبت دس مہینہ کی میعاد رکھکر پیشگوئی شایع کی وہ مرگیا۔ لیکھرام نے میری موت کی نسبت تین سال کی میعاد کی پیشگوئی کی وہ مرگیا۔ یہ اس لئے ہوا کہ تا خدا تعالےٰ ہر طرح سے اپنے نشانوں کو مکمل کرے۔

میری نسبت جو کچھہ ہمدردی قوم نے کی ہے وہ ظاہر ہے اور غیر قوموں کا بغض ایک طبعی امر ہے۔ ان لوگوں نے کونسا پہلو میرے تباہ کرنے کا اٹھا رکھا۔ کونسا ایذا کا منصوبہ ہے جو انتہا تک نہیں پہونچایا۔ کیا بددعاؤں میں کچھہ کسر رہی یا قتل کے فتوے نامکمل رہے یا ایذا اور توہین کے منصوبے کما حقہ ظہور میں نہ آئے۔ پھر وہ کونسا ہاتھہ ہے جو مجھے بچاتا ہے۔ اگر میں کاذب ہوتا تو چاہیئے تو یہ تہا کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کے لئے اسباب پیدا کرتا نہ یہ کہ وقتاً فوقتاً لوگ اسباب پیدا کریں اور خدا اُن اسباب کو معدوم کرتا رہے* کیا یہی کاذب کی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ قرآن بہی اس کی گواہی دے اور آسمانی نشان بہی اسی کی تائید میں نازل ہوں اور عقل بہی

---

* دیکھو مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے میرے نابود کرنے کے لئے کیا کچھہ ہاتہہ پیر مارے اور محض فضول گوئی سے خدا سے لڑا اور دعوٰی کیا کہ میں نے ہی اونچا کیا اور میں ہی گراؤنگا مگر وہ خود جانتا ہے کہ اس فضول گوئی کا انجام کیا ہوا افسوس کہ اس نے اپنے اس کلمہ میں ایک صریح جہوٹ تو زمانہ ماضی کی نسبت بولا اور ایک آیندہ کی نسبت جہوٹی پیشگوئی کی۔ وہ کون تہا اور کیا چیز تہا جو مجھے اونچا کرتا۔ یہ خدا کا میرے پر احسان ہے اور اس کے بعد کسی کا بہی احسان نہیں۔ اوّل اس نے مجھے ایک بڑے شریف خاندان میں پیدا کیا اور حسب نسب کے ہر ایک داغ سے بچایا پھر بعد میں میری حمایت میں آپ کھڑا ہوا۔ افسوس ان لوگوں کی کہانتک حالت پہونچگئی ہے کہ ایسی خلاف واقعہ باتیں مونہہ پر لاتے ہیں جن کی کچھہ بہی اصلیت نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس بدقسمت نے ہر ایک طور سے مجھپر حملے کئے اور نامراد رہا لوگوں کو بیعت سے روکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزارہا لوگ میری بیعت میں داخل ہو گئے۔ اقدام قتل کے جہوٹے مقدمہ میں پادریوں کا گواہ بنکر میری عزت پر حملہ کیا مگر اسی وقت کرسی مانگنے کی تقریب سے اپنی نیت کا پھل پالیا۔ میرے پرائیویٹ امور میں گندے اشتہار دیئے ان کا جواب خدا نے پہلے سے دے رکھا ہے میرے بیان کی حاجت نہیں۔

منہ

اسی کی موید ہو اور جو اس کی موت کے شایق ہوں وہی مرتے جائیں - میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ زمانہ نبوی کے بعد کسی اہل اللہ اور اہل حق کے مقابل پر کبھی کسی مخالف کو ایسی صاف اور صریح شکست اور ذلت پہونچی ہو جیسا کہ میرے دشمنوں کو میرے مقابل پر پہونچی ہے - اگر انہوں نے میری عزت پر حملہ کیا تو آخر آپ ہی بے عزت ہوئے اور اگر میری جان پر حملہ کرکے یہ کہا کہ اس شخص کے صدق اور کذب کا معیار یہ ہے کہ وہ ہم سے پہلے مرے گا تو پھر آپ ہی مرگئے - مولوی غلام دستگیر کی کتاب تو دور نہیں مدت سے چھپکر شایع ہو چکی ہے - دیکھو وہ کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا اور پھر آپ ہی مرگیا - اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ میری موت کے شائق تھے اور انھوں نے خدا سے دعائیں کیں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے آخر وہ مرگئے نہ ایک نہ دو بلکہ پانچ آدمی نے ایسا ہی کہا اور اس دنیا کو چھوڑ گئے اس کا نتیجہ موجودہ مولویوں کے لئے جو محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی ثم امرتسری اور عبد الحق غزنوی ثم امرتسری اور مولوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور رشید احمد گنگوہی اور نذیر حسین دہلوی اور رسل بابا امرتسری اور منشی الہی بخش صاحب اکونٹنٹ اور حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر وغیرہم کے لئے یہ تو نہ ہوا کہ اس اعجاز صریح سے یہ لوگ فائدہ اٹھاتے اور خدا سے ڈرتے اور توبہ کرتے - ہاں ان لوگوں کی ان چند نمونوں کے بعد کمریں ٹوٹ گئیں اور اس قسم کی تحریروں سے ڈر گئے فلن یکتبوا بمثل ھذا بما تقدمت الامثال - یہ معجزہ کچھ تھوڑا نہیں تھا کہ جن لوگوں نے مدار فیصلہ جھوٹے کی موت رکھی تھی وہ میرے مرنے سے پہلے قبروں میں جا سوئے - اور میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے روبرو یہہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا سو آتھم بھی اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا - مجھے ان لوگوں کی حالتوں پر رحم آتا ہے کہ بخل کی وجہ سے کہانتک ان لوگوں کی نوبت پہونچ گئی ہے - اگر کوئی نشان ہی طلب کریں تو کہتے ہیں کہ یہ دعا کرو کہ ہم سات دن میں مرجائیں - نہیں جانتے کہ خود تراشیدہ میعادوں کی خدا پیروی نہیں کرتا اس نے فرمادیا ہے کہ لا تقف ما لیس لک بہ علم اور اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ ولا تقولن لشیءٍ انی فاعل ذٰلک غدا - سو جبکہ سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن کی میعاد اپنی طرف سے پیش نہیں کرسکتے تو میں سات دن کا کیونکر دعوی کروں - ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی - یہی دعا کی کہ یا الہی اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوے میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے - بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دیدی - دیکھو کیسا صفائی سے فیصلہ ہو گیا - اگر کسی کو اس فیصلہ کے ماننے میں تردد ہو تو اس کو اختیار ہے کہ آپ خدا کے فیصلہ کو آزمائے لیکن ایسی شرارتیں چھوڑ دے جو آیت ولا تقولن لشیء انی فاعل ذٰلک غدا سے مخالف پڑی ہیں - شرارت کی حجت بازی سے صریح بے ایمانی کی بو آتی ہے - ایسا ہی مولوی محمد اسمٰعیل نے صفائی سے خدا تعالےٰ کے روبرو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں فریق میں سے جو جھوٹا ہے وہ مرجائے - سو خدا نے اس کو ہی جلد تر اس جہان سے رخصت کر دیا - اور ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دعاؤں کے بعد مرجانا ایک خدا ترس مسلمان کے لئے تو کافی ہے مگر

ایک پلید دل سیہ دل دنیا پرست کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ بھلا علیگڈہ تو بہت دور ہے اور شاید پنجاب کے کئی لوگ مولوی اسماعیل کے نام سے بھی ناواقف ہوں گے مگر قصور ضلع لاہور تو دور نہیں اور ہزاروں اہل لاہور مولوی غلام دستگیر قصوری کو جانتے ہوں گے اور اس کی یہ کتاب بھی انہوں نے پڑھی ہوگی تو کیوں خدا سے نہیں ڈرتے۔کیا مرنا نہیں؟ کیا غلام دستگیر کی موت میں بھی لیکھرام کی موت کی طرح سازش کا الزام لگائیں گے۔ خدا کے جھوٹوں پر نہ ایکدم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔کیا دنیا کے کیڑے محض سازش اور منصوبہ سے خدا کے مقدس ماموریں کی طرح کوئی قطعی پیشگوئی کر سکتے ہیں۔ایک چور جو چوری کے لئے جاتا ہے اس کو کیا خبر ہے کہ وہ چوری میں کامیاب ہو یا ماخوذ ہوکر جیلخانہ میں جائے۔پھر وہ اپنی کامیابی کی زور شور سے تمام دنیا کے سامنے دشمنوں کے سامنے کیا پیشگوئی کرے گا۔ مثلاً دیکھو کہ ایسی پُرزور پیشگوئی جو لیکھرام کے قتل کئے جانے کے بارے میں تھی جس کے ساتھہ دن تاریخ وقت بیان کیا گیا تھا کیا کسی شریر بدچلن خونی کا کام ہے۔غرض ان مولویوں کی سمجھہ پر کچھہ ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ کسی نشان سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔براہین احمدیہ میں قریب سولہ برس پہلے بیان کیا گیا تھا کہ خدا تعالےٰ میری تائید میں خسوف کسوف کا نشان ظاہر کریگا لیکن جب وہ نشان ظاہر ہوگیا اور حدیث کی کتابوں سے بھی کھل گیا کہ یہ ایک پیشگوئی تھی کہ مہدی کی شہادت کے لئے اس کے ظہور کے وقت میں رمضان میں خسوف کسوف ہوگا تو ان مولویوں نے اس نشان کو بھی گاؤخورد کر دیا اور حدیث سے مونہہ پھیرلیا۔یہ ہی احادیث میں آیا تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹ ترک کئے جائیں گے اور قرآن شریف میں بھی وارد تھا کہ واذا العشار عطلت۔اب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں بڑی سرگرمی سے ریل طیار ہو رہی ہے اور اونٹوں کے الوداع کا وقت آگیا۔پھر اس نشان سے کچھہ فائدہ نہیں اٹھاتے۔یہہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں ستارہ ذوالسنین نکلے گا۔اب انگریزوں سے پوچھ لیجئے کہ مدت ہوئی کہ وہ ستارہ نکل چکا۔اور یہہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح کے وقت میں طاعون پڑے گی حج روکا جائے گا۔سو یہ تمام نشان ظہور میں آگئے۔اب اگر مثلاً میرے لئے آسمان پر خسوف کسوف نہیں ہوا تو کسی اور مہدی کو پیدا کریں جو خدا کے الہام سے دعوی کرتا ہو کہ میرے لئے ہوا ہے۔افسوس ان لوگوں کی حالتوں پر۔ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھہ بھی عزت نہ کی اور صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے مگر ان کا مجدد ابتک کسی غار میں پوشیدہ بیٹھا ہے۔مجھہ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں۔اگر خدا نہ چاہتا تو میں نہ آتا۔بعض دفعہ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ میں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے پر ساتھہ ہی میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ اور کوئی سخت گناہ نہیں کہ میں خدمت سپرد کردہ میں بزدلی ظاہر کروں۔جس قدر میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں اسی قدر خدا تعالےٰ مجھے کھینچکر آگے لے آتا ہے۔میرے پر ایسی رات کوئی کم گذرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھہ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھہ ہیں اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اسی کے مونہہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اسکو دیکھہ رہا ہوں۔دنیا مجھکو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔اور

سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا اب ان لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب ملکر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہانتک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا اور نہیں رُکے گا جبتک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور مونہہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم ملکر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر میں حیّ و قیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کیلئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کردو۔

اب اس اشتہار سے میرا یہ مطلب ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے اور نشانوں میں مخالفین پر حجت پوری کی ہے اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ آیت لو تقوّل کے متعلق بھی حجت پوری ہو جائے اسی جہت سے میں نے اس اشتہار کو پانسو روپیہ کے انعام کے ساتھ شایع کیا ہے۔ اور اگر تسلی نہ ہو تو میں یہ روپیہ کسی

✦ اس زمانہ کے بعض نادان کئی دفعہ شکست کھاکر پھر مجھ سے حدیثوں کے رو سے بحث کرنا چاہتے ہیں یا بحث کرانے کے خواہشمند ہوتے ہیں مگر افسوس کہ نہیں جانتے کہ جس حالت میں وہ اپنی چند ایسی حدیثوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے جو محض ظنیات کا ذخیرہ اور مجروح اور مخدوش ہیں اور نیز مخالف اُنکے اور حدیثیں بھی ہیں اور قرآن بھی ان حدیثوں کو جھوٹی ٹھہراتا ہے تو پھر میں ایسے روشن ثبوت کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں جسکی ایک طرف قرآن

سرکاری بینک میں جمع کرا سکتا ہوں - اگر حافظ محمد یوسف صاحب اور ان کے دوسرے ہم مشرب جن کے نام میں نے اس اشتہار میں لکھے ہیں اپنے اس دعوے میں صادق ہیں یعنے اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعوی کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے پانسو روپیہ نقد دیدونگا اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کا اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں - اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک ان کو مہلت ہے کہ دنیا میں تلاش کر کے ایسی نظیر پیش کریں - افسوس کا مقام ہے کہ میرے دعوے کی نسبت جب میں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا مخالفوں نے نہ آسمانی نشانوں سے فائدہ اٹھایا اور نہ زمینی نشانوں سے کچھ ہدایت حاصل کی - خدا نے ہر ایک پہلو سے نشان ظاہر فرمائے پر دنیا کے فرزندوں نے انکو قبول نہ کیا - اب خدا کی اور ان لوگوں کی ایک کشتی ہے یعنے خدا چاہتا ہے کہ اپنے بندہ کی جس کو اس نے بھیجا ہے روشن دلائل اور نشانوں کے ساتھ سچائی ظاہر کرے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ تباہ ہو اس کا انجام بد ہو اور وہ انکی آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو اور اس کی جماعت متفرق اور نابود ہو تب یہ لوگ ہنسیں اور خوش ہوں اور ان لوگوں کو تمسخر سے دیکھیں جو اس سلسلہ کی حمایت میں تھے اور اپنے دل کو کہیں کہ تجھے مبارک ہو کہ آج تو نے اپنے دشمن کو ہلاک ہوتے دیکھا اور اس کی جماعت کو تتر بتر ہوتے مشاہدہ کر لیا - مگر کیا انکی مرادیں پوری ہو جائیں گی اور کیا ایسا خوشی کا دن انپر آئے گا؟ اس کا یہی جواب ہے کہ اگر ان کے امثال پر آیا تھا تو انپر بھی آئے گا - ابوجہل نے جب بدر کی لڑائی میں یہ دعا کی تھی کہ اللّٰھم من کان مناکاذبا فاحنہ فی ھذا الموطن - یعنے اے خدا ہم دونوں میں سے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں ہوں جو شخص تیری نظر میں جھوٹا ہے اس کو اسی موقع قتال میں ہلاک کر تو کیا اس دعا کے وقت اس کو گمان تھا کہ میں جھوٹا ہوں اور جب لیکھرام نے کہا کہ میری بھی مرزا غلام احمد کی موت کی نسبت ایسی ہی پیشگوئی ہے جیسا کہ اس کی - اور میری پیشگوئی پہلے پوری ہو جائے گی اور وہ مرے گا٭ تو کیا اس کو اسوقت اپنی نسبت گمان تھا کہ میں جھوٹا ہوں - پس منکر تو دنیا میں ہوتے

٭ ایسا ہی جب مولوی غلام دستگیر قصوری نے کتاب تالیف کر کے تمام پنجاب میں مشہور کر دیا تھا کہ میں نے یہ طریق فیصلہ قرار دیدیا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے گا تو کیا اس کو خبر تھی کہ یہی فیصلہ اس کے لئے لعنت کا نشانہ ہو جائیگا اور وہ پہلے مر کر دوسرے ہم مشربوں کا بھی مونہہ کالا کریگا اور آیندہ ایسے مقابلات میں ان کے مونہہ پر مہر لگا دیگا اور بزدل بناوے گا - منہ

بقیہ حاشیہ - شریعت تائید کرتا ہے اور ایک طرف اس کی سچائی کی احادیث صحیحہ گواہ ہیں اور ایک طرف خدا کا وہ کلام گواہ ہے جو مجھپر نازل ہوتا ہے اور ایکطرف پہلی کتابیں گواہ ہیں اور ایک طرف عقل گواہ ہے اور ایکطرف وہ صدہا نشان گواہ ہیں جو میرے ہاتھ سے ظاہر ہو رہے ہیں پس حدیثوں کی بحث طریق تصفیہ نہیں ہے - خدا نے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کرے - منہ

ہیں پر بڑا بدبخت وہ منکر ہے جو مرنے سے پہلے معلوم نہ کر سکے کہ میں جھوٹا ہوں۔ پس کیا خدا پہلے منکروں کی کے وقت میں قادر تھا اور اب نہیں۔ نعوذ باللہ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ہر ایک جو زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا کہ آخر خدا غالب ہوگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور ان سب چیزوں کو جو انمیں ہیں تھامے ہوئے ہے وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور آخر ایکدن آتا ہے جو وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ ان کے دل پر نزول کرتا ہے پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دیگا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دونگا۔ اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤنکو آنکھیں بخشتا۔ اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیشگوئی انہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی۔ افسوس یہ لوگ سوچتے نہیں کہ اگر یہ دعوے خدا کے امر اور ارادہ سے نہیں تھا تو کیوں اس مدعی میں پاک اور صادق نبیوں کی طرح بہت سے سچائی کے دلائل جمع ہو گئے۔ کیا وہ رات ان کے لئے ماتم کی رات نہیں تھی جس میں میرے دعوے کے وقت رمضان میں خسوف کسوف عین پیشگوئی کی تاریخوں میں وقوع میں آیا۔ کیا وہ دن انپر مصیبت کا دن نہیں تھا جس میں لیکھرام کی نسبت پیشگوئی پوری ہوئی۔ خدا نے بارش کی طرح نشان برسائے مگر ان لوگوں نے آنکھیں بند کرلیں تا ایسا نہ ہو کہ دیکھیں اور ایمان لائیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یہ دعویٰ غیر وقت پر نہیں بلکہ عین صدی کے سر پر اور عین ضرورت کے دنوں میں ظہور میں آیا اور یہ امر قدیم سے اور جب سے کہ بنی آدم پیدا ہوئے سنت اللہ میں داخل ہے کہ عظیم الشان مصلح صدی کے سر پر اور عین ضرورت کے وقت میں آیا کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ساتویں صدی کے سر پر جبکہ تمام دنیا تاریکی میں پڑی تھی ظہور فرما ہوئے اور جب سات کو دگنا کیا جائے تو چودہ ہوتے ہیں لہذا چودھویں صدی کا سر مسیح موعود کے لئے مقدر تھا تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جس قدر قوموں میں فساد اور بگاڑ حضرت مسیح کے زمانہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ تک پیدا ہو گیا تھا اس فساد سے وہ فساد دو چند ہے جو مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا۔ اور جیسا ہم ابھی بیان کر چکے ہیں خدا تعالےٰ نے ایک بڑا اصول جو قرآن شریف میں قائم کیا تھا اور اسی کے ساتھ نصاریٰ اور یہودیوں پر حجت قائم کی تھی یہ تھا کہ خدا تعالےٰ اُس کاذب کو جو نبوت یا رسالت اور ماموریت من اللہ ہونے کا

جھوٹا دعویٰ کرے مہلت نہیں دیتا اور ہلاک کرتا ہے۔ پس ہمارے مخالف مولویوں کی یہ کیسی ایمانداری ہے کہ مونہہ سے تو قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں مگر اس کے پیشکردہ دلائل کو رد کرتے ہیں۔ اگر وہ قرآن شریف پر ایمان لاکر اسی اصول کو سچے صادق یا کاذب ہونے کا معیار ٹھہراتے تو جلد تر حق کو پالیتے۔ لیکن میری مخالفت کے لئے اب وہ قرآن شریف کے اس اصول کو بھی نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے کہ میں خدا کا نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہوں جس سے خدا ہمکلام ہوکر اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً راہ راست کی حقیقتیں اسپر ظاہر کرتا ہے۔ اور اس دعوے پر تیئیس یا پچیس برس گذر جائیں یعنے وہ میعاد گذر جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی میعاد تھی اور وہ شخص اس مدت تک فوت نہ ہو اور نہ قتل کیا جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ شخص سچا نبی یا سچا رسول یا خدا کی طرف سے سچا مصلح اور مجدد ہے اور حقیقت میں خدا اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ کلمہ کفر ہے کیونکہ اس سے خدا کے کلام کی تکذیب و توہین لازم آتی ہے۔ ہرایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حقہ کے ثابت کرنے کے لئے اسی استدلال کو پکڑا ہے کہ اگر یہ شخص خدا تعالےٰ پر افترا کرتا تو میں اس کو ہلاک کردیتا اور تمام علماء جانتے ہیں کہ خدا کی دلیل پیش کردہ سے استخفاف کرنا بالاتفاق کفر ہے کیونکہ اس دلیل پر ٹھٹھا مارنا جو خدا نے قرآن اور رسول کی حقیت پر پیش کی ہے مستلزم تکذیب کتاب اللہ و رسول اللہ ہے اور وہ صریح کفر ہے۔ مگر ان لوگوں پر کیا افسوس کیا جائے شاید ان لوگوں کے نزدیک خدا تعالےٰ پر افترا کرنا جائز ہے اور ایک بدظن کہہ سکتا ہے کہ شاید یہ تمام اصرار حافظ محمد یوسف صاحب کا اور انکا ہر مجلس میں بار بار یہ کہنا کہ ایک انسان تیئیس برس تک خدا تعالےٰ پر افترا کرکے ہلاک نہیں ہوتا اس کا یہی باعث ہو کہ انہوں نے نعوذ باللہ چند افترا خدا تعالےٰ پر کئے ہوں اور کہا ہو کہ مجھے یہ خواب آئی یا مجھے یہ الہام ہوا اور پھر ابتک ہلاک نہ ہوئے تو دل میں یہ سمجھ لیا کہ خدا تعالےٰ کا اپنے رسول کریم کی نسبت یہ فرمانا کہ اگر وہ ہم پر افترا کرتا تو ہم اس کی رگ جان کاٹ دیتے یہ بھی صحیح نہیں ہے* اور خیال کیا کہ ہماری رگ جان خدا نے کیوں نہ کاٹ دی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت رسولوں اور نبیوں اور مامورین کی نسبت ہے جو کروڑہا انسانوں کو اپنی طرف دعوت کرتے ہیں اور جن کے افترا سے دنیا تباہ ہوتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جو اپنے تئیں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے قوم کا مصلح قرار نہیں دیتا اور نہ نبوت اور رسالت کا مدعی بنتا ہے اور محض ہنسی کے طور پر یا لوگوں کو اپنا رسوخ جتلانے کے لئے دعویٰ کرتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی اور یا الہام ہوا اور جھوٹ بولتا ہے یا اس میں جھوٹ ملاتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مرجاتا ہے۔ ایسا خبیث اس لائق نہیں کہ خدا اس کو یہ عزت دے کہ تونے اگر میرے پر افترا کیا تو میں تجھے ہلاک کردونگا بلکہ وہ بوجہ اپنی نہایت درجہ کی ذلت کے قابل التفات نہیں کوئی شخص اس کی پیروی

---

* ہمیں حافظ صاحب کی ذات پر ہرگز یہ امید نہیں کہ نعوذ باللہ کبھی انھوں نے خدا پر افترا کیا ہو اور پھر کوئی سزا نہ پانے کی وجہ سے یہ عقیدہ ہوگیا ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افترا کرنا پلید طبع لوگوں کا کام ہے اور آخر وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔ منہ

نہیں کرتا کوئی اس کو نبی یا رسول یا مامور من اللہ نہیں سمجھتا۔ ماسوا اس کے یہ بھی ثابت کرنا چاہیے کہ اس مفتریانہ عادت پر برابر تیئیس برس گذر گئے۔ ہمیں حافظ محمد یوسف صاحب کی بہت کچھ واقفیت نہیں مگر یہ بھی امید نہیں۔ خدا ان کے اندرونی اعمال بہتر جانتا ہے۔ ان کے دو قول تو ہمیں یاد ہیں اور سنا ہے کہ اب ان سے وہ انکار کرتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ چند سال کا عرصہ گذرا ہے کہ بڑے بڑے جلسوں میں انہوں نے بیان کیا تھا کہ مولوی عبد اللہ غزنوی نے میرے پاس بیان کیا کہ آسمان سے ایک نور قادیاں پر گرا اور میری اولاد اس سے بے نصیب رہ گئی۔ (۲) دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسانی تمثل کے طور پر ظاہر ہو کر ان کو کہا کہ مرزا غلام احمد حق پر ہے کیوں لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اب مجھے خیال آتا ہے کہ اگر حافظ صاحب ان دو واقعات سے اب انکار کرتے ہیں جنکو بار بار بہت سے لوگوں کے پاس بیان کر چکے ہیں تو نعوذ باللہ بیشک انہوں نے خدا تعالیٰ پر افترا کیا ہے۔* کیونکہ جو شخص سچ کہتا ہے اگر وہ مر بھی جائے تب بھی انکار نہیں کر سکتا جیسا کہ ان کے بھائی محمد یعقوب نے اب بھی صاف گواہی دیدی ہے کہ ایک خواب کی تعبیر میں مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی نے فرمایا تھا کہ وہ نور جو دنیا کو روشن کریگا وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ حافظ صاحب بھی بار بار ان دونوں قصوں کو بیان کرتے تھے اور ہنوز وہ ایسے پیر فرتوت نہیں ہوئے تا یہ خیال کیا جائے کہ پیرانہ سالی کے تقاضا سے قوت حافظہ جاتی رہی اور آٹھ سال سے زیادہ مدت ہوگئی جب میں حافظ صاحب کی زبانی مولوی عبد اللہ صاحب کے مذکورہ بالا کشف کو ازالہ اوہام میں شایع کر چکا ہوں کیا کوئی عقلمند مان سکتا ہے کہ میں ایک جھوٹی بات اپنی طرف سے لکھدیتا اور حافظ صاحب اس کتاب کو پڑھکر پھر خاموش رہتے۔ کچھ عقل و فکر میں نہیں آتا کہ حافظ صاحب کو کیا ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے عمداً گواہی کو چھپاتے ہیں اور نیک نیتی سے ارادہ رکھتے ہیں کہ کسی اور موقع پر اس گواہی کو ظاہر کر دونگا۔ مگر زندگی کتنے روز ہے؟ اب بھی اظہار کا وقت ہے۔ انسان کو اس سے کیا فائدہ کہ اپنی جسمانی زندگی کے لئے اپنی روحانی زندگی پر چھری پھیر دے۔ میں نے بہت دفعہ حافظ صاحب سے یہ بات سنی تھی کہ وہ میرے مصدقین میں سے ہیں اور مکذب کے ساتھ مباہلہ کرنے کو طیار ہیں اور اسی میں بہت سا حصہ ان کی عمر کا گذر گیا اور اس کی تائید میں وہ اپنی خوابیں سناتے رہے اور بعض مخالفوں سے انہوں نے مباہلہ بھی کیا مگر کیوں پھر دنیا کی طرف جھک گئے۔ لیکن ہم ابتک اس بات سے نومید نہیں ہیں کہ خدا انکی آنکھیں کھولے اور یہ امید باقی ہے جب تک کہ وہ اسی حالت میں فوت نہ ہو جائیں۔

---

* میں ہرگز قبول نہیں کرونگا کہ حافظ صاحب ان ہر دو واقعات سے انکار کرتے ہیں۔ ان واقعات کا گواہ نہ صرف میں ہوں بلکہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت گواہ ہے اور کتاب ازالہ اوہام میں انکی زبانی مولوی عبد اللہ صاحب کا کشف درج ہو چکا ہے۔ میں تو یقیناً جانتا ہوں کہ حافظ صاحب ایسا کذب صریح ہرگز زبان پر نہیں لائیں گے گو قوم کی طرف سے ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ انکے بھائی محمد یعقوب نے تو انکار نہیں کیا تو وہ کیونکر کریں گے۔ جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ منہ

اور یاد رہے کہ خاص موجب اس اشتہار کے شایع کرنے کا وہی ہیں کیونکہ ان دنوں میں سب سے پہلے انہی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کی یہ دلیل کہ " اگر یہ نبی جھوٹے طور پر وحی کا دعویٰ کرتا تو ہیں اس کو ہلاک کر دیتا" یہ کچھ چیز نہیں ہے بلکہ بہتیرے ایسے مفتری دنیا میں پائے جاتے ہیں جنہوں نے تیئیس برس سے بھی زیادہ مدت تک نبوت یا رسالت یا مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعوی کر کے خدا پر افترا کیا اور ابتک زندہ موجود ہیں - حافظ صاحب کا یہ قول ایسا ہے کہ کوئی مومن اس کی برداشت نہیں کرے گا مگر وہی جس کے دل پر خدا کی لعنت ہو - کیا خدا کا کلام جھوٹا ہے و من اظلم من الذی کذب کتاب اللہ - الا ان قول اللہ حق و الا ان لعنة اللہ علی المکذبین - یہ خدا کی قدرت ہے کہ اس نے منجملہ اور نشانوں کے یہ نشان بھی میرے لئے دکھلایا کہ میرے وحی اللہ پانے کے دن سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنوں سے برابر کئے جب سے کہ دنیا شروع ہوئی ایک انسان بھی بطور نظیر نہیں ملے گا جس نے ہمارے سید و سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیئیس برس پائے ہوں اور پھر وحی اللہ کے دعوے میں جھوٹا ہو یہ خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص عزت دی ہے جو ان کے زمانہ نبوت کو ہی سچائی کا معیار ٹھہرا دیا ہے - پس اے مومنو! اگر تم ایک ایسے شخص کو پاؤ جو مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور تم پر ثابت ہو جائے کہ وحی اللہ پانے کے دعوے پر تیئیس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ متواتر اس عرصہ تک وحی اللہ پانے کا دعوی کرتا رہا اور وہ دعویٰ اس کی شایع کردہ تحریروں سے ثابت ہوتا رہا تو یقیناً سمجھ لو کہ وہ خدا کی طرف سے کیونکہ ممکن نہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اللہ پانے کی مدت اُس شخص کو مل سکے جس شخص کو خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے - ہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ درحقیقت اس شخص نے وحی اللہ پانے کے دعوے میں تیئیس برس کی مدت حاصل کر لی اور اس مدت میں اخیر تک کبھی خاموش نہیں رہا اور نہ اس دعوے سے دستبردار ہوا - سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تیئیس برس کی مدت دی گئی اور تیئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا - اس کے ثبوت کے لئے اول میں براہین احمدیہ کے وہ مکالمات الہیہ لکھتا ہوں جو اکیس برس سے براہین احمدیہ میں چھپکر شایع ہوئے اور سات آٹھ برس پہلے زبانی طور پر شایع ہوتے رہے جن کی گواہی خود براہین احمدیہ سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد چند وہ مکالمات الہیہ لکھونگا جو براہین احمدیہ کے بعد وقتاً فوقتاً دوسری کتابوں کے ذریعہ سے شایع ہوتے رہے سو براہین احمدیہ میں یہ کلمات اللہ درج ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر نازل ہوئے اور میں صرف نمونہ کے طور پر اختصار کر کے لکھتا ہوں - مفصل دیکھنے کے لئے براہین موجود ہے -

وہ مکالمات الہیہ جن سے مجھے مشرف کیا گیا اور براہین احمدیہ میں درج ہیں -

بشریٰ لک احمدی - انت مرادی و معی - غرست لک قدرتی بیدی - سرّک سرّی - انت وجیہ فی حضرتی - اخترتک لنفسی - انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی - فحان ان تعان

و تعرف بين الناس - يا احمد فاضت الرحمة على شفتيك - بورکت يا احمد وكان ما بارك الله فيك حقا فيك الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر آباءهم ولتستبين سبيل المجرمين قل انى امرت وانا اول المومنين - قل انكنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين - وما كان الله ليترکک حتى يميز الخبيث من الطيب - وان عليك رحمتى فى الدنيا والدين - وانك اليوم لدينا مكين امين - وانك من المنصورين - وانت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق - وما ارسلناك الا رحمة للعالمين - يا احمد اسكن انت و زوجك الجنة - يا آدم اسكن انت و زوجك الجنة - هذا من رحمة ربك ليكون آية للمومنين - اردت ان استخلف فخلقت آدم ليقيم الشريعة ويحى الدين - جرى الله فى حلل الانبياء وجيه فى الدنيا والآخرة ومن المقربين - كنت كنزاً مخفيا فاحببت ان اعرف - ولنجعله آية للناس ورحمة منا وكان امرا مقضيا - يا عيسىٰ انى متوفيك ورافعك الىّ ومطهرك من الذين كفروا - وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامه - ثلة من الاولين وثلة من الآخرين - يخوفونك من دونه - يعصمك الله من عنده ولو لم يعصمك الناس - وكان ربك قديرا - يحمدك الله من عرشه - نحمدك ونصلى - وانا كفيناك المستهزئين وقالوا ان هو الا افك ن افترىٰ - وما سمعنا بهذا فى آباءنا الاولين - ولقد كرّمنا بنى آدم و فضلنا بعضهم على بعض - كذالك لتكون آية للمومنين - وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما و علوا - قل عندى شهادة من الله فهل انتم مومنون - قل عندى شهادة من الله فهل انتم مسلمون وقالو انى لك هذا ان هذا الا سحر يوثر وان يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر - كتب الله لاغلبن انا ورسلى - والله غالب على امره ولكن اكثر الناس لا يعلمون - هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله لا مبدل لكلمات الله - والذين آمنوا ولم يلبسوا ايمانهم بظلم اولئك لهم الامن وهم مهتدون - ولا تخاطبنى فى الذين ظلموا انهم مغرقون - وان يتخذونك الا هزوا - اهذا الذى بعث الله - وينظرون اليك وهم لا يبصرون - واذ يمكر بك الذى كفر - اوقد لى يا هامان - لعلى اطلع على اله موسىٰ وانى لاظنه من الكاذبين - تبت يدا ابى لهب وتب ما كان له ان يدخل فيها الا خائفا - وما اصابك فمن الله - الفتنة ههنا فاصبر كما صبر اولوا العزم - الا انها فتنة من الله ليحب حبا جما - حبا من الله العزيز الاكرم - عطاءا غير مجذوذ - وفى الله اجرك - ويرضى عنك ربك ويتم اسمك - وعسىٰ ان تحبوا شيئا وهو شر لكم وعسىٰ ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم والله يعلم وانتم لا تعلمون - +

ترجمہ - اے میرے احمد تجھے بشارت ہو تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے - میں نے اپنے ہاتھ سے تیرا درخت لگایا - تیرا بھید میرا بھید ہے اور تو میری درگاہ میں وجیہ ہے - میں نے اپنے لئے تجھے

+ اس قدر الہامات ہم نے براہین احمدیہ سے بطور اختصار لکھے ہیں - اور چونکہ کئی دفعہ کئی ترتیبوں کے رنگ میں یہ الہامات ہو چکے ہیں اس لئے فقرات جوڑنے میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ نہیں مگر ایک ترتیب فہم ملہم کے مطابق الہامی ہے - منہ

چنا۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت آگیا ہے کہ تو مدد دیا جائے اور لوگوں میں تیرے نام کی شہرت دی جائے۔ اے احمد تیرے لبوں میں نعمت یعنے حقایق اور معارف جاری ہیں اے احمد تو برکت دیا گیا اور یہ برکت تیرا ہی حق تھا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا یعنے قرآن کے اُن معنوں پر اطلاع دی جن کو لوگ بھول گئے تھے تاکہ تو اُن لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے بے خبر گذر گئے اور تاکہ مجرموں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔ ان کو کہدے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی وحی اور حکم سے یہ سب باتیں کہتا ہوں اور میں اس زمانہ میں تمام مومنوں میں سے پہلا ہوں۔ ان کو کہدے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے+ اور یہ لوگ مکر کریں گے اور خدا بھی مکر کرے گا اور خدا بہتر مکر کرنیوالا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں کریگا کہ وہ تجھے چھوڑ دے جبتک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرلے۔ اور تیرے پر دنیا اور دین میں میری رحمت ہے اور تو آج ہماری نظر میں صاحب مرتبہ ہے اور ان میں سے ہے جن کو مدد دی جاتی ہے۔ اور مجھ سے تو وہ مقام اور مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔ اے احمد اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو۔ اے آدم اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو یعنے ہر ایک جو تجھ سے تعلق رکھنے والا ہے گو وہ تیری بیوی ہے یا تیرا دوست ہے نجات پاوے گا اور اس کو بہشتی زندگی ملے گی اور آخر بہشت میں داخل ہو گا اور پھر فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ زمین پر اپنا جانشین پیدا کروں۔ سو میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ یہ آدم شریعت کو قائم کرے گا اور دین کو زندہ کردے اور یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے لباس میں۔ دنیا اور آخرت میں وجیہ اور خدا کے مقربوں

+ یہ مقام ہماری جماعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کیونکہ اسمیں خداوند قدیر فرماتا ہے کہ خدا کی محبت اسی سے وابستہ ہے کہ تم کامل طور پر پیرو ہو جاؤ اور تم میں ایک ذرہ مخالفت باقی نہ رہے اور اس جگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اسپر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانیئل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے اور دانیئل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔ یہ گویا اُس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی فحان ان تعان و تعرف بین الناس یعنے تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو سو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کرونگا اور ہر ایک جگہ جو میرا نام جائے گا تیرا نام بھی ساتھ ہو گا۔

منہ

میں سے۔ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اور ہم اس اپنے بندہ کو اپنا ایک نشان بنائیں گے اور اپنی رحمت کا ایک نمونہ کریں گے۔ اور ابتدا سے یہی مقدر تھا۔ اے عیسیٰ میں تجھے طبعی طور پر وفات دونگا یعنے تیرے مخالف تیرے قتل پر قادر نہیں ہو سکیں گے اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا یعنے دلائل واضحہ سے اور کھلے کھلے نشانوں سے ثابت کر دونگا کہ تو میرے مقربوں میں سے ہے اور اُن تمام الزاموں سے تجھے پاک کرونگا جو تیرے پر منکر لوگ لگاتے ہیں اور وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے تیرے پیرو ہوں گے میں اُن کو اُن دوسرے گروہ پر قیامت تک غلبہ اور فوقیت دونگا جو تیرے مخالف ہوں گے۔ تیرے تابعین کا ایک گروہ پہلوں میں سے ہوگا اور ایک گروہ پچھلوں میں سے۔ لوگ تجھے اپنی شرارتوں سے ڈرائیں گے۔ پر خدا تجھے دشمنوں کی شرارت سے آپ بچائے گا گو لوگ نہ بچاویں اور تیرا خدا قادر ہے۔ وہ عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے یعنے لوگ جو گالیاں نکالتے ہیں انکے مقابل پر خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں اور جو ٹھٹھا کرنے والے ہیں ان کے لئے ہم اکیلے کافی ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو جھوٹا افترا ہے جو اس شخص نے کیا۔ ہم نے اپنے باپ دادوں سے ایسا نہیں سُنا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کسی کو کوئی مرتبہ دینا خدا پر مشکل نہیں۔ ہم نے انسانوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پس اسی طرح اس شخص کو یہ مرتبہ عطا فرمایا تاکہ مومنوں کے لئے نشان ہو۔ مگر خدا کے نشانوں سے ان لوگوں نے انکار کیا۔ دل تو مان گئے مگر یہ انکار تکبر اور ظلم کی وجہ سے تھا۔ انکو کہدے کہ میرے پاس خاص خدا کی طرف سے گواہی ہے پس کیا تم مانتے نہیں۔ پھر انکو کہدے کہ میرے پاس خاص خدا کی طرف سے گواہی ہے۔ پس کیا تم قبول نہیں کرتے۔ اور جب نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو ایک معمولی امر ہے جو قدیم سے چلا آتا ہے۔ (واضح ہو کہ آخری فقرہ اس الہام کا وہ آیت ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ جب کفار نے شق القمر دیکھا تھا تو یہی عذر پیش کیا تھا کہ یہ ایک کسوف کی قسم ہے ہمیشہ ہوا کرتا ہے کوئی نشان نہیں۔ اب اس پیشگوئی میں خدا تعالےٰ نے اس کسوف خسوف کی طرف اشارہ فرمایا جو اس پیشگوئی سے کئی سال بعد میں وقوع میں آیا جو کہ مہدی معہود کے لئے قرآن شریف اور حدیث دارقطنی میں بطور نشان مندرج تھا اور یہہ بھی فرمایا کہ اس کسوف خسوف کو دیکھکر منکر لوگ یہی کہیں گے کہ یہ کچھ نشان نہیں یہ ایک معمولی بات ہے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف میں اس کسوف خسوف کی طرف آیت جمع الشمس والقمر میں اشارہ ہے اور حدیث میں اس کسوف خسوف کے بارے میں امام باقرؒ کی روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں کہ ان لمھدینا آیتین اور عجیب تر بات یہ کہ براہین احمدیہ میں واقعہ کسوف خسوف سے قریباً پندرہ برس پہلے اس واقعہ کی خبر دی گئی اور یہ بھی بتلایا گیا کہ اس کے ظہور کے وقت ظالم لوگ اس نشان کو قبول نہیں کریں گے اور کہیں گے کہ یہ ہمیشہ ہوا کرتا ہے حالانکہ ایسی صورت جب سے کہ دنیا ہوئی کبھی پیش نہیں آئی کہ کوئی مہدی کا دعوی کرنے والا ہو اور اس کے زمانہ میں کسوف خسوف ایک ہی مہینہ میں یعنے رمضان میں ہو اور یہ فقرہ جو دو مرتبہ فرمایا گیا کہ قل عندی شھادۃ

من اللہ فضل انتم مومنون - وقل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم مسلمون - اس میں ایک شہادت سے مراد کسوف شمس ہے اور دوسری شہادۃ سے مراد خسوف قمر ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا نے قدیم سے لکھ رکھا ہے یعنے مقرر کر رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہوں گے - یعنے گو کسی قسم کا مقابلہ آپڑے جو لوگ خدا کی طرف سے ہیں وہ مغلوب نہیں ہوں گے اور خدا اپنے ارادوں پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے - خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو بدل دے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کسی ظلم سے آلودہ نہیں کیا انکو ہر ایک بلا سے امن ہے اور وہی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں - اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے کچھ کلام نہ کر وہ تو ایک غرق شدہ قوم ہے اور تجھے ان لوگوں نے ایک ہنسی کی جگہ بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ کیا یہی ہے جو خدا نے مبعوث فرمایا اور تیری طرف دیکھتے ہیں اور تو انہیں نظر نہیں آتا - اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتویٰ دیگا - (یہ ایک پیشگوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے جبکہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ طیار کریگا) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتوے سے سب کو افروختہ کر سکتا ہے - سو تو سب سے پہلے اس کفرنامہ پر مہر لگا تا سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر کو دیکھکر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا کہ میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگادی) ابو لہب ہلاک ہو گیا اور اس کے

+ اس کلام الہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم ہے ہیلئے وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص اُنکے پیچھے نماز پڑھے کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو اسیکی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم یعنے جب مسیح نازل ہوگا تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑیگا اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو - جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں دیکھتا اس لیئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔

منہ

ہلاک ہوگئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ کو پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے اور جو تجھے رنج پہونچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے گا تو بڑا فتنہ برپا ہوگا پس تو صبر کر جیسا کہ اولوالعزم نبیوں نے صبر کیا (یہ اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ہے کہ انپر بہی یہود کے پلید طبع مولویوں نے کفر کا فتویٰ لکہا تہا اور اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ یہ تکفیر اس لئے ہوگی کہ تا اس امر میں بہی حضرت عیسیٰ سے مشابہت پیدا ہوجائے۔ اور اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتاء لکھنے والے کا نام فرعون رکہا اور فتویٰ دینے والے کا نام جس نے اول فتویٰ دیا ہامان۔ پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مرے گا لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہیگا آمنت بالذی آمنت بہ بنو اسرائیل) اور پھر فرمایا کہ یہ فتنہ خدا کی طرف سے فتنہ ہوگا تا وہ تجھ سے بہت محبت کرے جو دائمی محبت ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی اور خدا میں تیرا اجر ہے خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے نام کو پورا کرے گا۔ بہت ایسی باتیں ہیں کہ تم چاہتے ہو مگر وہ تمہارے لئے اچھی نہیں۔ اور بہت ایسی باتیں ہیں کہ تم نہیں چاہتے اور وہ تمہارے لئے اچھی ہیں اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تکفیر ضروری تہی اور اس میں خدا کی حکمت تہی مگر افسوس انپر جن کے ذریعہ سے یہ حکمت اور مصلحت الٰہی پوری ہوئی اگر وہ پیدا نہ ہوتے تو اچہا تہا۔

اس قدر الہام تو ہم نے بطور نمونہ کے براہین احمدیہ میں سے لکھے ہیں۔ لیکن اس اکیس برس کے عرصہ میں براہین احمدیہ سے لیکر آجتک میں نے چالیس کتابیں تالیف کی ہیں اور ساٹھ ہزار کے قریب اپنے دعوے کے ثبوت کے متعلق اشتہارات شایع کئے ہیں اور وہ سب میری طرف سے بطور چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ہیں اور ان سب میں میری مسلسل طور پر یہ عادت رہی ہے کہ اپنے جدید الہامات ساتھ ساتھ شایع کرتا رہا ہوں۔ اس صورت میں ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ یہ ایک مدت دراز کا زمانہ ابتدائے دعوے مامور من اللہ ہونے سے آجتک کیسی شبا روزی سرگرمی سے گذرا ہے اور خدا نے نہ صرف اس وقت تک مجھے زندگی بخشی بلکہ ان تالیفات کے لئے صحت بخشی مال عطا کیا وقت عنایت فرمایا۔ اور الہامات میں خدا تعالےٰ کی مجھ سے یہ عادت نہیں کہ صرف معمولی مکالمہ الٰہیہ ہو بلکہ اکثر الہامات میرے پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کے بد ارادوں کا اُن میں جواب ہے۔ مثلاً چونکہ خدا تعالےٰ جانتا تہا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جہوٹا تہا تبہی جلد مرگیا اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھ مخاطب کرکے فرمایا ثمانین حولا او قریبا من ذالک او تزید علیہ سنینا و تریٰ نسلا بعیدا۔ یعنے تیری عمر اسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لیگا اور یہ الہام قریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے اور لاکھوں انسانوں میں شایع کیا گیا۔ ایسا ہی چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تہا کہ دشمن یہ بہی تمنا کریں گے کہ یہ شخص جہوٹوں کی طرح مہجور اور مخذول رہے اور زمین پر اسکی

قبولیت پیدا نہ ہو تا یہ نتیجہ نکال سکیں کہ وہ قبولیت جو صادقین کے لئے شرط ہے اور انکے لئے آسمان سے نازل ہوتی ہے اس شخص کو نہیں دی گئی لہذا اس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں فرمادیا ینصرك رجال نوحی الیھم من السماء - یاتون من کل فج عمیق - والملوك یتبرکون بثیابك - اذا جاء نصر اللہ والفتح وانتھی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق - یعنے تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں پر میں آسمان سے وحی نازل کروں گا - وہ دور دور کی راہوں سے تیرے پاس آئیں گے اور بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے - جب ہماری مدد اور فتح آجائے گی تب مخالفین کو کہا جائے گا کہ کیا یہ انسان کا افترا تھا یا خدا کا کاروبار* ایسا ہی خدا تعالےٰ یہ بھی جانتا تھا کہ دشمن یہ بھی تمنا کریں گے کہ یہ شخص منقطع النسل رہ کر نابود ہو جائے تا نادانوں کی نظر میں یہ بھی ایک نشان ہو - لہذا اس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں خبر دے دی کہ ینقطع آبائك ویبدء منك یعنے تیرے بزرگوں کی پہلی نسلیں منقطع ہو جائیں گی اور ان کے ذکر کا نام و نشان نہ رہے گا اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالے گا - اسی بنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی - اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا جیسا کہ فرمایا سلام علی ابراھیم صافیناہ ونجیناہ من الغم واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی - قل رب لاتذرنی فردًا وانت خیر الوارثین - یعنے سلام ہے ابراہیم پر (یعنے اس عاجز پر) ہم نے اس سے خالص دوستی کی اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دیدی اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ یعنے کامل پیروی کرو تا نجات پاؤ - اور پھر فرمایا کہہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے - اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ خدا اکیلا نہیں چھوڑے گا اور ابراہیم کی طرح کثرت نسل کرے گا اور بہتیرے اُس نسل سے برکت پائیں گے اور یہ جو فرمایا کہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلی - یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ ابراہیم

---

* ایسا ہی خدا تعالےٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا اور مرگی تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالیں گے کہ اس پر غضب الٰہی ہو گیا اس لئے پہلے سے اس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھوں گا اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرونگا اور بعد اس کے آنکھوں کی نسبت خاص کر یہ بھی الہام ہوا - تنزل الرحمۃ علی ثلث العین وعلی الاخریین یعنے رحمت تین عضووں پر نازل ہوگی ایک آنکھیں کہ پیرانہ سالی اُنکو صدمہ نہیں پہونچائے گی اور نزول الماء وغیرہ سے جس سے نور بصارت جاتا رہے محفوظ رہیں گی اور دو عضو اور ہیں جنکی خدا تعالےٰ نے تصریح نہیں کی اُنپر بھی رحمت نازل ہوگی اور اُنکی قوتوں اور طاقتوں میں فتور نہیں آئے گا اب بولو تم نے دنیا میں کس کذاب کو دیکھا کہ اپنی عمر بتلاتا ہے اپنی صحت بصری اور دوسرے دو اعضا کی صحت کا اخیر عمر تک دعوی کرتا ہے ایسا ہی چونکہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ لوگ قتل کے منصوبے کریں گے اس نے پہلے سے براہین میں خبر دیدی یعصمك اللہ ولو لم یعصمك الناس - منہ

جو بھیجا گیا تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس کی طرز پر بجا لاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ اور جیسا کہ آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا✝ جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا ایسا ہی یہ آیت واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی۔ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔

اب ہم بطور نمونہ چند الہامات دوسری کتابوں میں سے لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں صفحہ ۶۳۴ سے اخیر تک اور نیز دوسری کتابوں میں یہ الہام ہیں جعلناک المسیح ابن مریم۔ ہم نے تجھکو مسیح ابن مریم بنایا۔ یہ کہیں گے کہ ہم نے پہلوں سے ایسا نہیں سنا۔ سو تو انکو جواب دے کہ تمہارے معلومات وسیع نہیں ہیں تم ظاہر لفظ اور ابہام پر قانع ہو اور پھر ایک اور الہام ہے اور وہ یہ ہے الحمد للّٰہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ انت الشیخ المسیح الذی لا یضاع وقتہ۔ کمثلک درٌّ لا یُضاع۔ یعنے خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھکو مسیح ابن مریم بنایا تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضایع نہیں کیا جاویگا۔ تیرے جیسا موتی ضایع نہیں کیا جاتا اور پھر فرمایا لنحیینک حیوٰۃً طیبۃ ثمانین حولا او قریبًا من ذٰلک۔ وترٰی نسلا بعیدًا مظہر الحق والعلاء۔ کان اللّٰہ نزل من السماء یعنے ہم تجھے ایک پاک اور آرام کی زندگی عنایت کریں گے۔ اسی برس یا اس کے قریب یعنے دو چار برس کم یا زیادہ اور تو ایک دور کی نسل دیکھے گا بلندی اور غلبہ کا مظہر گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔ اور پھر فرمایا یاتی قمر الانبیاء وامرک یتاتی ما انت ان تترک الشیطان قبل ان تغلبہ۔ الفوق معک والتحت مع اعداءک۔ یعنے نبیوں کا چاند چڑھے گا اور تو کامیاب ہو جائے گا تو ایسا نہیں کہ شیطان کو چھوڑدے قبل اس کے کہ اسپر غالب ہو اور اوپر رہنا تیرے حصہ میں ہے اور نیچے رہنا تیرے دشمنوں کے حصے میں اور پھر فرمایا انی مھین من اراد اھانتک۔ وما کان اللّٰہ لیترکک حتی یمیز

✝ یاد رہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے دو ہاتھ جلالی و جمالی ہیں اسی نمونہ پر چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کے مظہر اتم ہیں لہذا خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ دونوں ہاتھ رحمت اور شوکت کے عطا فرمائے۔ جمالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یعنے ہم نے تمام دنیا پر رحمت کرکے تجھے بھیجا ہے۔ اور جلالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں اس خدا تعالیٰ نے صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا اور صفت جمالی کو مسیح موعود اور اس کے گروہ کے ذریعہ سے کمال تک پہنچایا۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وآخرین منہم لما یلحقوا بہم منہ

الخبیث من الطیب - سبحان اللہ انت وقارہ - فکیف یترکک - انی انا اللہ فاخترنی - قل رب انی اخترتک علی کل شئی - ترجمہ - میں اس کو ذلیل کرونگا جو تیری ذلت چاہتا ہے اور میں اس کو مدد دونگا جو تیری مدد کرتا ہے - اور خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے جبتک وہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرلے خدا ہرایک عیب سے پاک ہے اور تو اس کا وقار ہے پس وہ تجھے کیونکر چھوڑ دے - میں ہی خدا ہوں تو سراسر میرے لئے ہو جا - تو کہہ اے میرے رب میں نے تجھے ہر چیز پر اختیار کیا - اور پھر فرمایا - سیقول العدو لست مرسلا سناخذہ من مارن او خرطوم - و انا من الظالمین منتقمون - انی مع الافواج آتیک بغتۃ - یوم یعض الظالم علی یدیہ یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا - وقالوا سیقلب الامر و ما کانوا علی الغیب مطلعین - انا انزلناک وکان اللہ قدیرا - یعنے دشمن کہے گا کہ تو خدا کی طرف سے نہیں ہے - ہم اس کو ناک سے پکڑیں گے یعنے دلائل قاطعہ سے اس کا دم بند کر دیں گے اور ہم جزا کے دن ظالموں سے بدلہ لیں گے - میں اپنی فوجوں کے ساتھ تیرے پاس ناگہانی طور پر آؤں گا یعنے جس گھڑی تیری مدد کی جائے گی اس گھڑی کا تجھے علم نہیں - اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ کاش میں اس خدا کے بھیجے ہوئے سے مخالفت نہ کرتا اور اس کے ساتھ رہتا - اور کہتے ہیں کہ یہ جماعت متفرق ہو جائے گی اور بات بگڑ جائے گی حالانکہ انکو غیب کا علم نہیں دیا گیا - تو ہماری طرف سے ایک برہان ہے اور خدا قادر تھا کہ ضرورت کے وقت میں اپنی برہان ظاہر کرتا اور پھر فرمایا انا ارسلنا احمد الی قومہ فاعرضوا و قالوا کذاب اشر و جعلوا یشھدون علیہ و یسیلون کماء منھمر - ان حِبّی قریب مستتر - یاتیک نصرتی انی انا الرحمٰن انت قابل یاتیک وابل - انی حاشر کل قوم یاتونک جنبا - و انی انرت مکانک - تنزیل من اللہ العزیز الرحیم - بلجت آیاتی - ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا - انت مدینۃ العلم - طیب مقبول الرحمٰن - وانت اسمی الاعلی - بشریٰ لک فی ھذہ الایام - انت منی یا ابراھیم - انت القائم علی نفسہ مظھر الحی - وانت منی مبدء الامر - انت من مائنا و ھم من فشل - ام یقولون نحن جمیع منتصر - سیھزم الجمع و یولون الدبر - الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب - انذر قومک و قل انی نذیر مبین - انا اخرجنا لک زروعا یا ابراھیم - قالو لنھلکنک - قال لا خوف علیکم لاغلبن انا و رسلی - و انی امرج موج البحر - ان فضل اللہ لآت - و لیس لاحد ان یرد ما اتی - قل ای و ربی انہ لحق لا یتبدل و لا یخفی - و ینزل ما تعجب منہ وحی من رب السموات العلی - لا الہ الا ھو یعلم کل شئی و یری - ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم یحسنون الحسنیٰ - تفتح لھم ابواب السماء و لھم بشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا - انت تربی فی حجر النبی* و انت تسکن قنن الجبال - وانی معک فی کل حال - ترجمہ - ہم نے احمد کو اس کی قوم کی

---

* بعض نادان کہتے ہیں کہ عربی میں کیوں الہام ہوتا ہے اس کا یہی جواب ہے کہ شاخ اپنے جڑ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی - جس حالت میں یہ عاجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنار عاطفت میں پرورش پاتا ہے جیسا کہ

طرف بھیجا۔ تب لوگوں نے کہا کہ یہ کذاب ہے اور انھوں نے اسپر گواہیاں دیں اور سیلاب کی طرح اسپر گرے۔ اس نے کہا کہ میرا دوست قریب ہے مگر پوشیدہ تجھے میری مدد آئے گی۔ میں رحمان ہوں۔ تو قابلیت رکھتا ہے اس لئے تو ایک بزرگ بارش کو پائے گا۔ میں ہر ایک قوم میں سے گروہ کے گروہ تیری طرف بھیجوں گا۔ میں نے تیرے مکان کو روشن کیا۔ یہ اس خدا کا کلام ہے جو عزیز اور رحیم ہے اور اگر کوئی کہے کہ کیونکر ہم جانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے تو ان کے لئے یہ علامت ہے کہ یہ کلام نشانوں کے ساتھ اترا ہے اور خدا ہرگز کافروں کو یہ موقع نہیں دیگا کہ مومنوں پر کوئی واقعی اعتراض کر سکیں۔ تو علم کا شہر ہے طیب اور خدا کا مقبول اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ تجھے ان دنوں میں خوشخبری ہو۔ اے ابراہیم تو مجھسے ہے تو خدا کے نفس پر قائم ہے زندہ خدا کا مظہر اور تو مجھ سے امر مقصود کا مبدء ہے اور تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک بڑی جماعت ہیں انتقام لینے والی۔ یہ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ وہ خدا قابل تعریف ہے جس نے تجھے دامادی اور آبائی عزت بخشی۔ اپنی قوم کو ڈرا اور کہہ کہ میں خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہوں۔ ہم نے کئی کھیت تیرے لئے طیار کر رکھے ہیں اے ابراہیم۔ اور لوگوں نے کہا کہ ہم تجھے ہلاک کریں گے مگر خدا نے اپنے بندہ کو کہا کہ کچھ خوف کی جگہ نہیں میں اور میرے رسول غالب ہوں گے اور میں اپنی فوجوں کے ساتھ عنقریب آؤں گا۔ میں سمندر کی طرح موج زنی کرونگا۔ خدا کا فضل آنے والا ہے اور کوئی نہیں جو اس کو رد کر سکے اور کہہ خدا کی قسم یہ بات سچ ہے اس میں تبدیلی نہیں ہو گی اور نہ وہ چھپی رہے گی اور وہ امر نازل ہو گا جس سے تو تعجب کریگا یہ خدا کی وحی ہے جو اونچے آسمانوں کا بنانے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور وہ خدا ان کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور نیکی کو نیک طور پر ادا کرتے ہیں اور اپنے نیک عملوں کو خوبصورتی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ وہی ہیں جن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور دنیا کی زندگی میں ہی انکو بشارتیں ہیں۔ تو نبی کی کنار عاطفت میں پرورش پا رہا ہے اور میں ہر حال میں تیرے ساتھ ہوں اور پھر فرمایا وقالوا ان ھذا الا اختلاق۔ ان ھذا الرجل یجوح الدین۔ قل جاء الحق و زھق الباطل۔ قل لو کان الامر من عند غیر اللہ لوجدتم فیہ اختلافا کثیرا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق و تھذیب الاخلاق۔ قل ان افتریتہ فعلی اجرامی۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا۔ تنزیل من اللہ العزیز الرحیم۔ لتنذر قوما ما انذر آباءھم ولتدعو قوما آخرین۔ عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم مودۃ۔ یخرّون علی الاذقان سجّدا ربنا اغفر لنا انا کنا خاطئین۔ لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الراحمین

بقیہ حاشیہ۔ براہین احمدیہ کا یہ الہام بھی اسپر گواہ ہے کہ تبارک الذی من علم و تعلم۔ بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے اس اس کو فیض روحانی سے مستفیض کیا یعنے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا بہت برکت والا یہ انسان ہے جس نے اس سے تعلیم پائی تو پھر جب معلم اپنی زبان عربی رکھتا ہے ایسا ہی تعلیم پانیوالے کا الہام بھی عربی میں چاہیے تا مناسبت ضایع نہ ہو۔ منہ

انی انا اللہ فاعبدنی ولا تنسنی واجتہد ان تصلنی واسئل ربک وکن سئولا۔ اللہ ولی حنان۔ علم القرآن۔ فبای حدیث بعدہ تحکمون۔ نزلنا علیٰ ھذا العبد رحمۃ۔ وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ دنی فتدلّی فکان قاب قوسین او ادنی۔ ذرنی والمکذبین۔ انی مع الرسول اقوم۔ ان یومی لفصل عظیم۔ وانک علی صراط مستقیم۔ وانا نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک۔ وانی رافعک الی ویاتیک نصرتی۔ انی انا اللہ ذو السلطان۔ ترجمہ۔ اور کہتے ہیں کہ یہ بناوٹ ہے اور یہ شخص دین کی بیخکنی کرتا ہے۔ کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ کہہ اگر یہ امر خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو تم اس میں بہت سا اختلاف پاتے یعنے خدا تعالےٰ کی کلام سے اس کے لئے کوئی تائید نہ ملتی اور قرآن جو راہ بیان فرماتا ہے یہ راہ اس کے مخالف ہوتی اور قرآن سے اس کی تصدیق نہ ملتی اور دلائل حقہ میں سے کوئی دلیل اسپر قائم نہ ہو سکتی اور اس میں ایک نظام اور ترتیب اور علمی سلسلہ اور دلائل کا ذخیرہ جو پایا جاتا ہے یہ ہرگز نہ ہوتا اور آسمان اور زمین میں سے جو کچھ اس کے ساتھ نشان جمع ہو رہے ہیں انمیں سے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور پھر فرمایا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنے اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ ان کو کہدے کہ اگر میں نے افترا کیا ہے تو میرے پر اس کا جرم ہے یعنے میں ہلاک ہو جاؤں گا اور اس شخص سے زیادہ تر ظالم ون ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ یہ کلام خدا کی طرف سے ہے جو غالب اور رحیم ہے تا تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تا دوسری قوموں کو دعوت دین کرے۔ عنقریب ہے کہ خدا تم میں اور تمہارے دشمنوں میں دوستی کر دیگا+ اور تیرا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس روز وہ لوگ سجدہ میں گریں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہمارے گناہ معاف کر ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں خدا معاف کریگا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ میں خدا ہوں میری پرستش کر اور میرے تک پہونچنے کے لئے کوشش کرتا رہ۔ اپنے خدا سے مانگتا رہ اور بہت مانگنے والا ہو۔ خدا دوست اور مہربان ہے۔ اس نے قرآن سکھلایا پس تم قرآن کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلوگے۔ ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔ یہ خدا کے قریب ہوا یعنے اوپر کی طرف گیا اور پھر نیچے کی طرف تبلیغ حق کے لئے جھکا اس لئے یہ دو قوسوں کے وسط میں آگیا۔ اوپر خدا اور نیچے مخلوق۔ مکذبین کے لئے مجھکو چھوڑ دے۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا۔ میرا دن بڑے فیصلہ کا دن ہے اور تو سیدھی راہ پر ہے اور جو کچھ ہم ان کے لئے وعدہ کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ انمیں سے کچھ تیری زندگی میں تجھکو دکھلادیں اور یا تجھکو وفات دیدیں اور بعد میں وہ وعدے پورے کریں۔ اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا یعنے تیرا رفع الی اللہ دنیا پر ثابت کر دونگا اور میری مدد تجھے پہونچے گی میں ہوں وہ

+ یہ تو غیر ممکن ہے کہ تمام لوگ مان لیں کیونکہ بموجب آیت ولذالک خلقھم اور بموجب آیت کریمہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ سب کا ایمان لانا خلاف نص صریح ہے۔ پس اس جگہ سعید لوگ مراد ہیں۔ منہ

خدا جس کے نشان دلوں پر تسلّط کرتے ہیں اور ان کو قبضہ میں لے آتے ہیں۔

ان الہامات کے سلسلہ میں بعض اردو الہام بھی ہیں جن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

ایک عزت کا خطاب ایک عزت کا خطاب لک خطاب العزۃ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا (عزت کے خطاب سے مراد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ اکثر لوگ پہچان لیں گے اور عزت کا خطاب دیں گے اور یہ تب ہوگا جب ایک نشان ظاہر ہوگا) اور پھر فرمایا خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا اور قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ آسمان سے کئی تخت اترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا۔ دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت فرشتوں نے تیری مدد کی۔ آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔ اسی طرف خدا تعالیٰ تھا جو آپ تھے۔ آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا۔ یہ طریق اچھا نہیں اس سے روکدیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبد الکریم کو+ خذو الرفق الرفق فان الرفق راس الخیرات نرمی کرو نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے (اخویم مولوی عبد الکریم صاحب نے اپنی بیوی سے کسی قدر زبانی سختی کا برتاؤ کیا تھا اسپر حکم ہوا کہ اس قدر سخت گوئی نہیں چاہیے۔ حتی المقدور پہلا فرض مومن کا ہر ایک کے ساتھ نرمی اور حسن اخلاق ہے اور بعض اوقات تلخ الفاظ کا استعمال بطور تلخ دوا کے جائز ہے اما بحکم ضرورت و بقدر ضرورت نہ یہ کہ سخت گوئی طبیعت پر غالب آجائے) خدا تیرے سب کام درست کر دیگا اور تیری ساری مرادیں تجھے دیگا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اگر مسیح ناصری کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اسجگہ اس سے برکات کم نہیں ہیں۔ اور مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے (یہ فقرہ بطور حکایت میری طرف سے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے اور پھر فرمایا لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے شیر خدا نے انکو پکڑا شیر خدا نے فتح پائی۔ اور پھر فرمایا "بخرام

+ اس الہام میں تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ اُنکی کنیزکیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ یعنے اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی کرو۔ اور حدیث میں ہے خیرکم خیرکم لاھلہ یعنے تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بدخدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندہ برتن کی طرح جلد مت توڑو۔ منہ

کہ وقت تو نزدیک رسید وپائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔* پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار۔ و روشن شد نشانہائے من۔ بڑا مبارک وہ دن ہوگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دے گا۔ آمین۔

---

* اس فقرہ سے مراد کہ محمدیوں کا پیر اونچے منار پر جا پڑا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں جو آخرالزمان کے مسیح موعود کے لئے تھیں جسکی نسبت یہود کا خیال تھا کہ ہم میں سے پیدا ہوگا اور عیسائیوں کا خیال تھا کہ ہم میں سے پیدا ہوگا مگر وہ مسلمانوں میں سے پیدا ہوا اس لئے بلند مینار عزت کا محمدیوں کے حصے میں آیا اور اس جگہ محمدی کہا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ ابتک صرف ظاہری قوت اور شوکت اسلام دیکھ رہے تھے جس کا اسم محمد مظہر ہے اب وہ لوگ بکثرت آسمانی نشان پائیں گے جو اسم احمد کے مظہر کو لازم حال ہے کیونکہ اسم احمد انکسار اور فروتنی اور کمال درجہ کی محویت کو چاہتا ہے جو لازم حال حقیقت احمدیت اور حامدیت اور عاشقیت اور محبیت ہے اور حامدیت اور عاشقیت کے لازم حال صدور آیات تائیدیہ ہے منہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دینی جہاد کی ممانعت کا فتویٰ

مسیح موعود کی طرف سے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال	دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے*	دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے	اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

---

* نوٹ (ایک زبردست الہام اور کشف) آج ۲۔ جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر دو بجے کے وقت مجھے تھوڑی سی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا دکھلایا گیا اس کی آخری سطر میں لکھا تھا اقبال۔ میں خیال کرتا ہوں

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھولکر

فرما چکا ہے سیّد کونین مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچّے سانپوں سے بے خوف و بیگزند

یعنے وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سُنکے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائیگا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردیگا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

بقیہ حاشیہ ۔ کہ آخر سطر میں یہ لفظ لکھنے سے انجام کی طرف اشارہ تھا یعنے انجام باقبال ہے ۔ پھر ساتھ ہی یہ الہام ہوا ۔ " قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے ۔ کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہو گئے " ۔ اس کے یہ معنے مجھے سمجھائے گئے کہ عنقریب کچھ ایسے زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے الزام میں پھنس جائیں گے اور خوب پکڑے جائیں گے اور کوئی گریز کی جگہ ان کے لئے باقی نہیں رہے گی ۔ یہ پیشگوئی ہے ہر ایک پڑھنے والا اس کو یاد رکھے ۔ اس کے بعد ۳ ۔ جون سنہ ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہوا ۔ " کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے ۔ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے " یعنے کافر کہنے والوں پر خدا کی حجت ایسی پوری ہو گئی کہ ان کے لئے کوئی عذر کی جگہ نہ رہی یہ آئندہ زمانہ کی خبر ہے کہ عنقریب ایسا ہو گا اور کوئی ایسی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جائیگی کہ فیصلہ کر دیگی ۔ منہ

وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلق خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی الفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذب نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ انس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ - سچ کی تو عادت نہیں رہی
نور خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوان تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودّت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنے کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے — باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی مورد خشم خدا ہوئے — اُس یار سے بشامت عصیاں جدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے — تم خود ہی غیر بنکے محل سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں — وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا — وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجیئے — آیت علیکم انفسکم یاد کیجیئے

ایسا گماں کہ مہدی خونی بھی آئے گا — اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائیگا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں — بہتاں ہیں۔ بے ثبوت ہیں اور بیفروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا — یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گذر گئے — تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں — کیا پاک راز تھے جو بتلائے گئے تمہیں

پر تم نے اُن سے کچھہ بھی اُٹھایا نہ فائدہ — مونھ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہہ مائدہ

بخلوں سے یارو باز بھی آؤگے یا نہیں — خو اپنی پاک صاف بناؤگے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤگے یا نہیں — حق کی طرف رجوع بھی لاؤگے یا نہیں

اب عذر کیا ہے کچھہ بھی بتاؤگے یا نہیں — مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤگے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤگے یا نہیں — اُس وقت اُسکو مونہہ بھی دکھاؤگے یا نہیں

تم میں سے جسکو دین و دیانت سے ہے پیار — اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار

لوگوں کو یہ بتلائے کہ وقت مسیح ہے — اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

عربی زبان میں ایک خط اہل اسلام پنجاب اور ہندوستان اور عرب اور فارس وغیرہ ممالک کی طرف جہاد کی ممانعت کے بارے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اعلموا ایھا المسلمون رحمکم اللہ ان اللہ الذی تولی الاسلام - وکفل اموره العظام - جعل دینه هذا وصلة الی حکمه وعلومه - ووضع المعارف فی ظاهره ومکنونه - فمن الحکم التی اودع هذا الدین لیزیده هدی المهتدین - هو الجهاد الذی امر به فی صدر زمن الاسلام - ثم نهی عنه فی هذه الایام - والسر فیه انه تعالی اذن للذین یقاتلون فی اول زمان الملة دفعا لصول الکفرة - وحفظا للدین ونفوس الصحبة - ثم انقلب امر الزمان عند عهد الدولة البرطانیة وحصل الامن للمسلمین وما بقی حاجة السیوف والاسنة - فعند ذالک اثم المخالفون المجاهدین - وسلکوهم مسلک الظالمین السفاکین - ولبس اللہ علیهم سر الغزاة والغازین - فنظروا الی محاربات الدین کلها بنظر الزرایة - ونسبوا کل من غزا الی الجبر والطغیان والغوایة - فاقتضت مصالح اللہ ان یضع الحرب والجهاد ویرحم العباد وقد مضت سنته هذه فی شیع الاولین فان بنی اسرائیل قد طعن فیهم لجهادهم من قبل فبعث اللہ المسیح فی آخر زمن موسی واری ان الزادین کانوا خاطئین - ثم بعثنی ربی فی آخر زمن نبینا المصطفی وجعل مقدار هذا الزمن کمقدار زمن کان بین موسی وعیسی وان فی ذالک لآیة لقوم متفکرین - والمقصود من بعثی وبعث عیسی واحد وهو اصلاح الاخلاق ومنع الجهاد - واراءة الآیات لتقویة ایمان العباد - ولا شک ان وجوه الجهاد معدومة فی هذا الزمن وهذه البلاد - فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین - وان یقتلوا من کفر بالشرع المتین - فان اللہ صرح حرمة الجهاد عند زمان الامن والعافیة - وندد الرسول الکریم بانه من المناهی عند نزول المسیح فی الامة - ولا یخفی ان الزمان قد بدل احواله تبدیلا صریحا - وترک طورا قبیحا - ولا یوجد فی هذا الزمان ملک یظلم مسلما لاسلامه - ولا حاکم یجور لدینه فی احکامه - فلاجل ذالک بدل اللہ حکمه فی هذا الاوان - ومنع ان یحارب للدین او تقتل نفس لاختلاف الادیان - وامر ان یتم المسلمون حججهم علی الکفار - ویضعوا البراهین موضع السیف البتار - ویتوردوا موارد البراهین البالغة ویعلوا قنن البراهین العالیة حتی تطاء اقدامهم کل اساس یقوم علیه البرهان - ولا یفوتهم حجة تسبق الیه الاذهان - ولا سلطان یرغب فیه الزمان - ولا یبقی شبهة یولدها الشیطان - وان یکونوا فی اتمام الحجج مستشفین [illegible] ازادوا ان یتصید شوارد الطبائع المنتفرة من مسئلة الجهاد - وینزل [illegible] علی القلوب

نوٹ - لاشک انا نعیش تحت هذه السلطنة البرطانیة بالحریة التامة وحفظت اموالنا ونفوسنا وملتنا واعراضنا من ایدی الظالمین بعنایة هذه الدولة فوجب علینا شکر من عمرنا بنواله - وسقانا کاس الراحة بما اتم خصاله ووجب ان نری اعداءه صقال العضب ونوقد له لا علیه نار الغضب - منه

الجدبة كالعهاد - ويغسل وسخ الشبهات ودون الوساوس وسوء الاعتقاد - فقدر للاسلام وقتاً كأوان الربيع - وهو وقت المسيح النازل من الرقيع - يجري فيه ماء الآيات كالينابيع - ويظهر صدق الاسلام - ويتبين ان المتزرين كانوا كاذبين - وكان ذالك واجباً في علم الله رب العالمين - ليعلم الناس ان تضوع الاسلام وشيوعته كان من الله لا من المحاربين - واني انا المسيح النازل من السماء - وان وقتي وقت ازالة الظنون واداءة الاسلام كالشمس في الضياء - ففكروا ان كنتم عاقلين - وترون ان الاسلام قد وقعت جذئة اديان كاذبة يسعى لتصديقها - واعين كليلة يجاهد لتبريقها - وان اهلها اخذوا طريق الرفق والحلم في دعواتهم واروا التواضع والذل عند ملاقاتهم - وقالوا ان الاسلام اولغ في الابدان المدى - ليبلغ القوة والعلى - وانا ندعوا الخلق متواضعين - فرأى الله كيدهم من السماء - وما ديه من البهتان والازدراء والافتراء - فجلى مطلع هذا الدين بنور البرهان - واري الخلق انه هو القائم والشايع بنوره لا بالسيف والسنان - ومنع ان يقاتل في هذا الحين - وهو حكيم يعلمنا ارتضاع كاس الحكمة والعرفان - ولا يفعل فعلا ليس من مصالح الوقت والاوان - ويرحم عباده ويحفظ القلوب من الصداء والطبائع من الطغيان - فانزل مسيحه الموعود والمهدي المعهود - ليعصم قلوب الناس من وساوس الشيطان وتجارتهم من الخسران - وليجعل المسلمين كرجل هيمن ما اصطفاه - واصاب ما اصباه - فثبت ان الاسلام لا يستعمل السيف والسهام عند الدعوة - ولا يضرب الصعدة ولكن ياتي بدلائل تحكي الصعدة في اعدام الفرية - وكانت الحاجة قد اشتدت في زمننا لرفع الالتباس - ليعلم الناس حقيقة الامر ويعرفوا السر كالاكياس - والاسلام مشرب قد احتوى كل نوع حلاوة - والقرآن كتاب جمع كل حلاوة وطلاوة - ولكن الاعداء لا يرون من الظلم والضيم - ويتشابون انسياب الايم - مع ان الاسلام دين خصه الله بهذه الاثرة - وفيه بركات لا يبلغها احد من الملة - وكان الاسلام في هذا الزمان - كمثل معصوم اتّهم وظلم بانواع البهتان - وطالت الالسنة عليه وصالوا على حريمه - وقالوا مذهب كان قتل الناس خلاصة تعليمه - فبُعثت ليجد الناس ما فقدوا من سيادة الجد - وليخلصوا من الخصم الالدّ - واني ظهرت برقٍ في الارض وحلل بارقة في السماء - فقير في الغبراء وسلطان في الخضراء - فطوبى للذي عرفني او عرف من عرفني من الاصدقاء وجئت اهل الدنيا ضعيفاً نحيفاً كمخافة الصب - وعرض القذف والشتم والسب - ولكني كمي قوي في العالم الاعلى - ولي عضب مذرب في الافلاك وملك لا يبلى - وحسام يضاهي البرق صقاله - ويبيد الكذب قتاله - ولي صورة في السماء لا يراها الانسان - ولا تدركها العينان - وانني من اعاجيب الزمان - واني طهرت وبدّلت وبعدت من العصيان - وكذالك يطهر ويبدل من احبني وجاء بصدق الجنان - وان انفاسي هذه ترياق سم الخطيات وسدّ مانع من سوق الخطرات الى سوق الشبهات - ولا يمتنع من الفسق عبد ابداً الا الذي احب حبيب الرحمان - او ذهب منه الاطيبان وعطف الشيب شطاطه بعد ما كان كقضيب البان - ومن عرف الله او عرف عبده فلا يبقى فيه شيئ من الحدّ والسنان - وينكسر جناحه ولا يبقى بطش في الكف والبنان - ومن خواص اهل النظر انهم يجعلون الحجر كالعقيان - فانهم قوم لا يشقى جليسهم ولا يرجع رفيقهم بالحرمان - فالحمد لله على منته انه هو المنان - ذو الفضل والاحسان - واعلموا اني انا المسيح - وفي بركات اسيح - وكل يوم يزيد البركات - ويزداد الآيات - والنور يبرق على بابي - ويأتي زمان يتبرك الملوك فيه اثوابي - وذالك

الزمان زمان قريب - وليس من القادر بعجيب -

الاختبار اللطيف لمن كان يعدل او يحيف

ايها الناس ان كنتم فى شك من امرى - ومما اوحى الىّ من ربّى - فناضلونى فى انباء الغيب من حضرة الكبرياء وان لم تقبلوا ففى استجابة الدعاء - وان لم تقبلوا ففى تفسير القرآن فى اللسان العربية - مع كمال الفصاحة و رعاية الملح الادبية - فمن غلب منكم بعد ما ساق هذا المساق - فهو خير منى ولا مراء ولا شقاق - ثم ان كنتم تعرضون عن الامرين الاولين - وتعتذرون وتقولون انا ما اعطينا عين روية الغيب ولا من قدرة على اجراء تلك العين فصارعونى فى فصاحة البيان مع التزام بيان معارف القرآن واختاروا مسحب نظم الكلام - ولتسحبوا ولا ترهبوا ان كنتم من الادباء الكرام - وبعد ذالك ينظر الناظرون فى تفاضل الانشاء - ويحمدون من يستحق الاحماد والاطراء ويلعنون من لعن من السماء - فهل فيكم فارس هذا الميدان - ومالك ذالك البستان - وان كنتم لا تقدرون على البيان - ولا تكونون حصائد اللسان - فلستم على شئ من الصدق والسداد - وليس فيكم الا مادة الفساد - اتحون وطيس الجدال - مع هذه البرودة والجمود والجهل والكلال - موتوا فى غدير او بارزونى كقدير - وادونى عينكم ولا تمشوا كضرير - واتقوا عذاب ملك خبير - واذكروا اخذ عليم و بصير - وان لم تنتهوا فياتى زمان تحضرون عند جليل كبير - ثم تذوقون ما يذوق المجرمون فى حصير - وان كنتم تدعون المهارة فى طرق الاشرار - ومكائد الكفار - فكيدوا كل كيد الى قوة الاظفار - وقلّبوا امرى ان كان عندكم ذرة من الاقتدار واحكموا تدبيركم وعاقبوا دبيركم - واجمعوا كبيركم وصغيركم واستعملوا دقاريركم - وادعوا لهذا الامر شاهيركم وكل من كان من المحتالين - واسجدوا على عتبة كل قريع زمن وجابر زمن ليمدّكم بالمال والعقيان - ثم انهضوا بذالك المال وهدّمونى من البنيان ان كنتم على هدّ هيكل الله قادرين - واعلموا ان الله يخزيكم عند قصد الشر - ويحفظنى من الضر - ويتم امره وينصر عبده ولا تضرونه شيئا ولا تموتون حتى يريكم ما ارى من قبلكم كل من عادا اولياءه من النبيين والمرسلين والمامورين وآخر امرنا نصر من الله وفتح مبين - وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين -

المشتهر مرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی

بجواب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

ارءیتم ان کان من عند اللہ ثم کفرتم بہ

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہٖ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی صاحب گولڑوی کو اس بنا پر ایک اعجازی مقابلہ کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ دوسرے علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرح میرے دعوے کے مکذب ہیں اور میری وہ تیس ۳۰ سے زیادہ کتابیں جو میں نے اپنے دعوے کے اثبات میں تالیف کر کے ملک میں شایع کی ہیں وہ ثبوت اُنکے لئے کافی نہیں ہے اور نیز وہ تمام مناظرات اور مباحثات جو ان کے ہم عقیدہ علماء سے آجتک ہوتے رہے وہ بھی اُنکے نزدیک نظری ہیں تو اب آخری فیصلہ یہ ہے کہ وہ سنت قدیمہ اکابر اسلام کے رو سے اس طرح پر ایک مباہلہ کی صورت+ پر مجھ سے مقابلہ کریں کہ قرآن شریف کی چالیس آئتیں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے نکالکر اور یہ دعا کر کے کہ جو شخص حق پر ہے اسکو اس مقابلہ میں فوری عزت حاصل ہو اور جو ناحق پر ہے اس کو فوری خذلان نصیب ہو اور پھر آمین کہکر دونوں فریق بیٹھ جائیں اور پیر مہر علی شاہ صاحب زبان عربی فصیح اور بلیغ میں اُن چالیس آیات کی تفسیر لکھیں جو بیس ورق سے کم نہ ہو اور جو شخص ہم دونوں میں سے فصاحت زبان عربی اور معارف قرآنی کے رو سے غالب رہے وہی حق پر سمجھا جائے۔ اور اگر پیر صاحب موصوف اس مقابلہ سے کنارہ کش ہوں تو دوسرے مولوی صاحبان مقابلہ کریں بشرطیکہ چالیس سے کم نہ ہوں تا عام لوگوں پر ان کے مغلوب ہونے کا کچھ اثر پڑ سکے اور انکی وقعت گھٹانے کی گنجایش کم ہو جائے۔ لیکن افسوس بلکہ

+ اس قسم کا مقابلہ گو حقیقی طور پر مباہلہ نہیں کیونکہ اس میں لعنت نہیں اور کسی کے لئے عذاب کی درخواست نہیں اسی لئے ہم نے اس کا نام اعجازی مقابلہ رکھا تاہم مباہلہ کے اغراض نرم طور پر اس میں موجود ہیں جو خدا کے فیصلہ کے لئے کافی ہیں۔ منہ

ہزار افسوس کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے میری اس دعوت کو جس سے مسنون طور پر حق کھلتا تھا اور خدا تعالےٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جاتا تھا ایسے صریح ظلم سے ٹال دیا ہے جس کو بجز ہٹ دھرمی کچھ نہیں کہہ سکتے اور ایک اشتہار شایع کیا کہ ہم اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بحث کرنے کے لئے حاضر ہیں اس میں اگر تم مغلوب ہو تو ہماری بیعت کرلو اور پھر بعد اس کے ہمیں وہ اعجازی مقابلہ بھی منظور ہے - اب ناظرین سوچ لیں کہ اس جگہ کس قدر جھوٹ اور فریب سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جبکہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے مغلوب ہونے کی حالت میں میرے لئے بیعت کرنے کا حکم لگایا گیا ہے تو پھر مجھے اعجازی مقابلہ کے لئے کونسا موقع دیا گیا اور ظاہر ہے کہ غالب ہونے کی حالت میں تو مجھے خود ضرورت اعجازی مقابلہ کی باقی نہیں رہے گی اور مغلوب ہونے کی حالت میں بیعت کرنے کا حکم میری نسبت صادر کیا گیا - اب ناظرین بتلادیں کہ جس مقابلہ اعجازی کے لئے میں نے بلایا تہا اس کا موقع کونسا رہا - پس یہ کس قدر فریب ہے کہ پیرجی صاحب نے پیر کہلاکر اپنی جان بچانے کے لئے اس کو استعمال کیا ہے - پھر اس پر ایک اور جھوٹ یہ ہے کہ آپ اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعوت کو منظور کر لیا ہے - ناظرین انصاف کریں کہ کیا یہی طریق منظوری ہے جو انھوں نے پیش کیا ہے ؟ منظوری تو اس حالت میں ہوتی کہ وہ بغیر کسی حیلہ بازی کے میری درخواست کو منظور کر لیتے مگر جبکہ آپ نے ایک اور درخواست پیش کردی اور یہ لکھدیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے رو سے مباحثہ ہو اور اگر منصف لوگ جو انہی کی جماعت میں سے ہوں گے یہ رائے ظاہر کریں کہ پیر صاحب اس مباحثہ میں غالب رہے تو پھر بیعت کر لو - اب بتلاؤ کہ جب منقولی مباحثہ پر ہی بیعت تک نوبت پہونچ گئی تو میری درخواست کے منظور کرنے کے کیا معنے ہوئے وہ تو بات ہی معرض التوا میں رہی کیا اسی کو منظوری کہتے ہیں - کیا میں پیر صاحب کا مرید بنکر پھر تفسیر لکھنے میں انکا مقابلہ بھی کرونگا یا غالب ہونے کی حالت میں میرا حق نہیں ہوگا کہ میں ان سے بیعت لوں اور میرے لئے پھر اعجازی مقابلہ کی ضرورت رہے گی مگر انکے لئے نہیں - اور پھر قابل شرم دھوکہ جو اس اشتہار میں دیا گیا ہے وہ یہہ ہے کہ بیان نہیں کیا گیا کہ ہماری اس دعوت سے اصل غرض کیا تھی - ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اصل غرض اس اشتہار سے یہ تھی کہ جبکہ نقلی مباحثات سے مخالف علماء راہ راست پر نہیں آئے اور اُن مباحثات کو ہوتے ہوئے بھی دس سال سے کچھ زیادہ گذر گئے اور اس عرصہ میں میں نے چھتیس کتابیں تالیف کرکے قوم میں شایع کیں اور ایک سو سے زیادہ اشتہار شایع کیا اور ان تمام تحریروں کی پچاس ہزار سے زیادہ کاپی ملک میں پھیلائی گئی اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے اعلیٰ درجہ کا ثبوت دیا گیا لیکن ان تمام دلائل اور مباحثات سے انھوں نے کچھہ بھی فائدہ نہ اٹھایا تو آخر خدا تعالےٰ سے امر پاکر سنت انبیا علیہم السلام پر علاج اس میں دیکھا کہ ایک فوری مباہلہ کے رنگ میں اعجازی مقابلہ کیا جائے لیکن اب پیر صاحب مجھے اُسی پہلے مقام کی طرف کھینچتے ہیں اور اسی سوراخ میں پھر میرا ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں جس میں بجز سانپوں کے میں نے کچھہ نہیں پایا اور جس کی نسبت میں اپنی کتاب انجام آتھم میں مولویوں کی سخت دلی کو دیکھکر تحریری وعدہ کرچکا ہوں کہ آیندہ ہم اُن کے ساتھ مباحثات مذکورہ نہیں کریں گے - پیر صاحب نے کسی جگہ

ہتھ پڑتا نہ دیکھکر اس غریق کی طرح جو گھاس پات پر ہتھ مارتا ہے مباحثہ کا بہانہ پیش کر دیا یہ خیال میری نسبت کرکے کہ اگر وہ مباحثہ نہیں کریں گے تو ہم عوام میں فتح کا نقارہ بجائیں گے - اور اگر مباحثہ کریں گے تو کہیں گے کہ اس شخص نے خدا تعالےٰ کے ساتھ عہد کرکے پھر توڑا - ہم پیر صاحب سے فتوی پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اپنے نفس کے لئے یہ جائز رکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے ساتھ عہد کرکے پھر توڑ دیں پھر ہم سے آپ نے کیونکر توقع رکھی اور اب منقولی مباحثات کی حاجت ہی کیا تھی - خدا تعالےٰ کی کلام سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ثابت ہوگیا - ایماندار کے لئے صرف ایک آیت فلما توفیتنی اس بات پر دلیل کافی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو گئے کیونکہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف کے تیئیس مقامات میں لفظ توفّی کو قبض روح کے موقع پر استعمال کیا - اول سے آخر تک قرآن شریف میں کسی جگہ لفظ توفّی کا ایسا نہیں جس کے بجز قبض روح اور مارنے کے اور معنے ہوں - اور پھر ثبوت پر ثبوت یہ کہ صحیح بخاری میں ابن عباس سے متوفیك کے معنے ممیتك لکھے ہیں - ایسا ہی تفسیر فوز الکبیر میں بھی یہی معنے مندرج ہیں اور کتاب عینی تفسیر بخاری میں اس قول کا اسناد بیان کیا ہے - اب اس نص قطعی سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے ضرور مر چکے ہیں اور احادیث میں جہاں کہیں توفّی کا لفظ کسی صیغہ میں آیا ہے اس کے معنے مارنا ہی آیا ہے جیسا کہ محدثین پر پوشیدہ نہیں - اور علم لغت میں یہ مُسلّم اور مقبول اور متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہے وہاں بجز مارنے کے اور کوئی معنے توفّی کے نہیں آتے تمام دواوین عرب اس پر گواہ ہیں - اب اس سے زیادہ ترک انصاف کیا ہوگا کہ قرآن بلند آواز سے فرمارہا ہے کوئی نہیں سنتا - حدیث گواہی دے رہی ہے کوئی پروا نہیں کرتا - علم لغت عرب شہادت ادا کر رہا ہے کوئی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا - دواوین عرب اس لفظ کے محاورات بتلا رہے ہیں کسی کے کان کھڑے نہیں ہوتے - پھر قرآن شریف میں صرف یہی آیت تو نہیں کہ حضرت مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے - تیس ۳۰ آیتیں جن کا ذکر ازالہ اوہام میں موجود ہے یہی گواہی دیتی ہیں جیسا کہ آیت وفیھا تحیون یعنے زمین پر ہی تم زندگی بسر کرو گے - اب دیکھو اگر کوئی آسمان پر جاکر ہی کچھ حصہ زندگی کا بسر کر سکتا ہے تو اس سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے - اسی کی موید ہے یہی دوسری آیت کہ ولکم فی الارض مستقر یعنے تمہارا قرارگاہ زمین ہی رہے گی - اب اس سے زیادہ خدا تعالےٰ کیا بیان فرماتا - پھر ایک اور آیت حضرت عیسی کی موت پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کانا یاکلان الطعام یعنے حضرت مسیح اور حضرت مریم جب زندہ تھے تو روٹی کھایا کرتے تھے - اب ظاہر ہے کہ اگر ترک طعام کی دو وجہیں ہوتیں تو اللہ تعالےٰ اس کا ذکر علیحدہ علیحدہ کر دیتا کہ مریم تو بوجہ فوت ہونے کے طعام سے مجبور ہو گئے اور عیسی کسی اور وجہ سے کھانا چھوڑ بیٹھا بلکہ دونوں کو ایک ہی آیت میں شامل کرنا اتحاد امر واقعہ پر دلیل ہے تا معلوم ہو کہ دونوں مر گئے - پھر ایک اور آیت حضرت عیسی کی موت پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اوصانی بالصلوۃ والزکوۃ ما دمت حیا یعنے خدا نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوۃ دوں - اب بتلاؤ کہ آسمان پر وہ زکوۃ کس کو دیتے ہیں - اور پھر ایک اور آیت

ہے جو بڑی صراحت سے حضرت عیسیٰ کی موت پر دلالت کر رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ اموات غیر احیاء یعنے جس قدر باطل معبودوں کے لوگ زمانہ حال میں پرستش کر رہے ہیں وہ سب مر چکے ہیں انہیں کوئی زندہ باقی نہیں۔ اب بتلاؤ کیا اب بھی کچھ خدا کا خوف پیدا ہوا یا نہیں یا نعوذ باللہ خدا نے غلطی کی جو سب باطل معبودوں کو مردہ قرار دیا۔ اور پھر ان سب کے بعد وہ عظیم الشان آیت ہے جسپر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابی نے اس بات کو مان لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کل گذشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں اور وہ یہ آیت ہے وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ اس جگہ خلت کے معنے خدا تعالےٰ نے آپ فرما دیئے کہ موت یا قتل پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محل استدلال میں جمیع انبیاء گذشتہ کی موت پر اس آیت کو پیش کر کے اور صحابہ نے ترک مقابلہ اور تسلیم کا طریق اختیار کر کے ثابت کر دیا کہ یہ آیت موت مسیح اور تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام پر قطعی دلیل ہے اور اسپر تمام اصحاب رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا ایک فرد بھی باہر نہ رہا جیسا کہ میں نے اس بات کو مفصل طور پر رسالہ تحفہ غزنویہ میں لکھدیا ہے پھر اس کے بعد تیرہ سو برس تک کبھی کسی مجتہد اور مقبول امام پیشوائے انام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں بلکہ امام مالک نے صاف شہادت دی کہ فوت ہو گئے ہیں اور امام ابن حزم نے صاف شہادت دی کہ فوت ہو گئے ہیں اور تمام کامل مکمل ملہمین میں سے کبھی کسی نے یہ الہام نہ سنایا کہ خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا ہے کہ عیسیٰ بن مریم برخلاف تمام نبیوں کے زندہ آسمان پر موجود ہے۔ الغرض جبکہ میں نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ اور اقوال ائمہ اربعہ اور وحی اولیاء امت محمدیہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم میں بجز موت مسیح کے اور کچھ نہ پایا تو بنظر تکمیل لوازم تقویٰ انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصص کی طرف دیکھا کہ کیا قرون گذشتہ میں اس کی کوئی نظیر بھی موجود ہے کہ کوئی آسمان پر چلا گیا ہو اور دوبارہ واپس آیا ہو تو معلوم ہوا کہ حضرت آدم سے لیکر اسوقت تک کوئی نظیر نہیں جیسا کہ قرآن شریف بھی آیت قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا میں اسی کی طرف اشارہ فرماتا ہے یعنے جب کفار بدبخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اقتراحی معجزہ مانگا کہ ہم تب تجھے قبول کریں گے کہ جب ہمارے دیکھتے دیکھتے آسمان پر چڑھ جائے اور دیکھتے دیکھتے اتر آوے تو آپ کو حکم آیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنے انکو کہدے کہ میرا خدا اس بات سے پاک ہے کہ اپنی سنت قدیمہ اور دائمی قانون قدرت کے برخلاف کوئی بات کرے میں تو صرف رسول اور انسان ہوں اور جسقدر رسول دنیا میں آئے ہیں انہیں سے کسی کے ساتھ خدا تعالےٰ کی یہ عادت نہیں ہوئی کہ اس کو بجسم عنصری آسمان پر لیگیا ہو اور پھر آسمان سے اتارا ہو اور اگر عادت ہے تو تم خود ہی اس کا ثبوت دو کہ فلاں نبی بجسم عنصری آسمان پر اٹھایا گیا تھا اور پھر اتارا گیا۔ تب میں بھی آسمانپر جاؤں گا اور تمہارے روبرو اترونگا اور اگر کوئی نظیر تمہارے پاس نہیں تو پھر کیوں ایسے امر کے نسبت مجھ سے تقاضا کرتے ہو جو رسولوں کے ساتھ سنت اللہ نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ سکھلایا ہوا ہوتا کہ حضرت مسیح زندہ بجسمہ العنصری

آسمان پر چلے گئے ہیں تو ضرور وہ اس وقت اعتراض کرتے اور کہتے کہ یا حضرت آپ کیوں آسمان پر کسی رسول کا بجسم عنصری جانا سنت اللہ کے برخلاف بیان فرماتے ہیں حالانکہ آپ ہی نے تو ہمیں بتلایا تھا کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ بجسمہ العنصری چلے گئے ہیں۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی نے اعتراض نہ کیا کہ قرآن میں کیوں تحریف کرتے ہو تمام گذشتہ انبیاء کہاں فوت ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسوقت عذر کرتے کہ نہیں صاحب میرا منشا تمام انبیاء کا فوت ہونا تو نہیں ہے میں تو بدل اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور کسی وقت اتریں گے تو صحابہ جواب دیتے کہ اگر آپکا یہی اعتقاد ہے تو پھر آپ نے اس آیت کو پڑھکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیالات کا رد کیا کیا۔ کیا آپ کے کان بہرے ہیں کیا آپ سنتے نہیں کہ عمر بلند آواز سے کیا کہہ رہا ہے۔ حضرت وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مرے نہیں زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئیں گے اور منافقوں کو قتل کریں گے اور وہ آسمان کی طرف ایسا ہی زندہ اٹھائے گئے ہیں جیسے کہ عیسیٰ بن مریم اٹھایا گیا تھا آپ نے آیت تو پڑھ لی مگر اس آیت میں اس خیال کا رد کہاں ہے۔ لیکن صحابہ جو عقلمند اور زیرک اور پاک نبی کے ہاتھ سے صاف کئے گئے تھے اور عربی تو ان کی مادری زبان تھی اور کوئی تعصب درمیان نہ تھا اس لئے انھوں نے آیت موصوفہ بالا کے سنتے ہی سمجھ لیا کہ خلت کے معنے موت ہیں جیسا کہ خود خدا تعالےٰ نے فقرہ افان مات او قتل میں تشریح کردی ہے اس لئے انھوں نے بلا توقف اپنے خیالات سے رجوع کر لیا اور ذوق میں آکر اور آنحضرت کے فراق کے درد سے بھر کر بعض نے اس مضمون کے ادا کرنے کے لئے شعر بھی بنائے جیسا کہ حسان بن ثابت نے بطور مرثیہ یہ دو بیت کہے۔ کنت السواد لناظری۔ فعمی علیك الناظر + من شاء بعدك فلیمت۔ فعلیك کنت احاذر۔ یعنے اے میرے پیارے نبی تو تو میری آنکھوں کی پتلی تھی اور میرے دیدوں کا نور تھا۔ پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے کوئی مرے مجھے تو تیرا ہی غم تھا۔ دیکھو عشق محبت اسے کہتے ہیں جب صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ وہ نبی افضل الانبیا جن کی زندگی کی اشد ضرورت تھی عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہو گئے تو وہ اس کلمہ سے سخت بیزار ہو گئے کہ آنحضرت تو مرجائیں مگر کسی دوسرے کو زندہ رسول کہا جائے۔ افسوس ہے آجکل کے مسلمانوں پر کہ پادریوں کے ہاتھ سے اس بحث میں سخت ذلیل ہی ہوتے ہیں اور لاجواب اور کھسیانے ہو کر بحث کو ترک بھی کر دیتے ہیں مگر اس عقیدہ سے باز نہیں آتے کہ زندہ رسول فقط عیسیٰ علیہ السلام ہے جو آسمان کے تخت پر بیٹھا ہوا دوبارہ آنے سے محمدی ختم نبوت کو داغ لگانا چاہتا ہے۔ افسوس کہ یہ علماء اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ حضرت سید الرسل و سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مردہ رسول قرار دینا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک زندہ رسول ماننا اس میں جناب خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہتک ہے اور یہی وہ جھوٹا عقیدہ ہے جس کی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہو چکے ہیں اور اصطباغ لئے ہوئے گرجاؤں میں بیٹھے ہوئے ہیں مگر پھر بھی یہ لوگ اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آتے بلکہ میری مخالفت کی وجہ سے اور بھی اس میں اصرار کرتے اور حد سے بڑھتے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض نابکار مولوی یہ بھی کہتے ہیں

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسیٰ مسیح سے نسبت ہی کیا ہے وہ تو از قسم ملائکہ تھا نہ انسان۔ اور صاف
اور صریح اور روشن دلائل حضرت مسیح کی موت پر پیش کئے گئے انکو میرے بغض سے مانتے نہیں اور انکی اس
ہندو کی مثال ہے کہ ایک ایسے موقع پر جہاں صرف مسلمان رہتے تھے سخت بھوکا اور قریب الموت ہوگیا
مگر مسلمانوں کے کھانے جو نہایت نفیس اور لذیذ موجود تھے جنکو اس ہندو کے کبھی باپ دادے نے بھی نہیں
دیکھا تھا ان میں سے کچھ نہ کھایا یہاں تک کہ بھوک سے مرگیا اور اس لئے نہ کھایا کہ مسلمانوں کے ہاتھ ان
کھانوں سے چھو گئے تھے۔ اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے کہ جن دلائل قاطعہ کو اُنکے خیال میں میرے ہاتھوں
نے چھوا ان سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے۔ مگر میں بار بار کہتا ہوں کہ ہندو مت بنو یہ دلائل میرے نہیں ہیں
اور نہ میرے ہاتھ انکو چھوئے ہیں بلکہ یہ تو سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں شوق سے انکو استعمال کرو دیکھو
کس قدر نصوص قرآنیہ حضرت مسیح کی وفات پر گواہی دے رہے ہیں۔ نصوص حدیثیہ گواہی دے رہی ہیں
صحابہ کا اجماع گواہی دے رہا ہے۔ ائمہ اربعہ کی شہادت گواہی دے رہی ہے۔ سنت قدیمہ جو موید بآیت
لن تجد لسنة الله تبدیلا ہے گواہی دے رہی ہے پھر بھی اگر نہ مانو تو سخت بدنصیبی ہے۔ قرآن اور حدیث اور
اجماع صحابہ اور نظیر سنت قدیمہ کے بعد کونسا شک باقی ہے۔ افسوس یہ بھی نہیں سوچتے کہ دوبارہ نزول کا
مقدمہ حضرت مسیح کی عدالت سے پہلے فیصلہ پاچکا ہے اور ڈگری ہماری تائید میں ہوئی ہے۔ اور حضرت مسیح
نے یہودیوں کے اس خیال کو کہ ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا رد کردیا ہے اور مجاز اور استعارہ کے طور
پر اس پیشگوئی کو قرار دیا ہے اور مصداق ایلیا کا حضرت یوحنا یعنے یحیی کو ٹھہرایا ہے دیکھو حضرت مسیح
علیہ السلام کا یہ فیصلہ کس قدر تمہارے مسئلہ متنازعہ فیہ کو صاف کر رہا ہے سچ کی یہی نشانی ہے کہ اسکی کوئی
نظیر بھی ہوتی ہے اور جھوٹ کی یہ نشانی ہے کہ اس کی نظیر کوئی نہیں ہوتی۔ بھلا بتلاؤ کہ مثلاً دو فریق میں
ایک امر متنازعہ فیہ ہے اور منجملہ انکے ایک فریق نے اپنی تائید میں ایک نبی معصوم کے فیصلہ کی نظیر پیش
کردی ہے اور دوسرا نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اب ان دونوں میں سے احق بالامن کون ہے بینوا
توجروا۔ یہ مسلم مسئلہ ہے کہ بجز خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء کے افعال اور صفات نظیر رکھتے ہیں تا کسی نبی
کی کوئی خصوصیت منجر بہ شرک نہ ہو جائے اب بتلاؤ کہ ایک طرف تو نصاریٰ حضرت مسیح کی اسقدر لمبی
زندگی کو انکی خدائی پر دلیل ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب دنیا میں بجز اُن کے کوئی بھی زندہ نبی موجود نہیں
اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مردہ سمجھتے ہیں مگر مسیح کو ایسا زندہ کہ خدا تعالیٰ کے پاس بیٹھا ہوا خیال کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ لوگ
بھی حضرت عیسیٰ کو زندہ کہہ کر اور قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ کو خاک میں پھینک کر نصاریٰ سے ہاں میں ہاں ملا رہے ہو
اب سوچلو کہ اس حالت میں امت محمدیہ پر کیا اثر پڑے گا تم نے تو اپنے مونھ سے اپنے تئیں لاجواب کردیا اور کچھ
عذر تو اور بھی مخالف کی بات کو قوت دیتے ہیں۔ غرض تمہارے لاجواب ہو جانے سے ہزاروں انسان
مرگئے اور مسجدیں خالی ہوگئیں اور نصاریٰ کے گرجا بھر گئے اے رحم کے لائق مولویو! کبھی تو مسجدوں
کے حجروں سے نکل کر اس انقلاب پر نظر ڈالو جو اسلام پر آگیا۔ خود غرضی کو دور کیجئے۔ برائے خدا ایک نظر
دیکھیے کہ اسلام کی کیا حالت ہے خدا نے جو مجھے بھیجا اور یہ امور مجھے سکھلائے یہی آسمانی حربہ ہے جسکو

بغیر باطل کا دفع کرنا ممکن ہی نہیں - اب ہر ایک مرتد کا گناہ آپ لوگوں کی گردن پر ہے - جب آپ لوگ ہی قبول کریں کہ حضرت مسیح زندہ رسول اور حضرت خاتم الانبیاء مردہ رسول ہیں تو پھر لوگ مرتد ہوں یا نہ ہوں - پھر فرض کے طور پر اگر یہ واقعہ دوبارہ دنیا میں آنے کا صحیح تھا تو کیا وجہ کہ آپ لوگ اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتے بغیر نظیر کے تو ایسی خصوصیت سے شرک کو قوت ملتی ہے اور ہرگز خدا تعالے کی یہ عادت نہیں ہے ظاہر ہے کہ نصاریٰ کو ملزم کرنے کے لئے صرف ایلیا نبی کے آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کی نظیر ہو سکتی تھی اور بے شک اس نظیر سے کچھ کام بن سکتا تھا - لیکن ان معنوں کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ہی رد کر دیا اور فرمایا کہ ایلیا سے مراد یوحنا نبی ہے جو اس کی خو اور طبیعت پر آیا ہے - اب تک یہودی شور مچا رہے ہیں کہ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا کے دوبارہ آنے کی صاف اور صریح لفظوں میں خبر دی گئی تھی کہ وہ مسیح سے پہلے آئے گا مگر حضرت مسیح نے ناحق اپنے تئیں سچا مسیح بنانے کے لئے اس کھلے کھلے نص کی تاویل کر دی اور اس تاویل میں وہ متفرد ہیں کسی اور نبی یا ولی یا فقیہ نے ہرگز یہ تاویل نہیں کی اور ایلیا سے یحییٰ نبی مراد نہیں لیا بلکہ ظاہر آیت کو مانتے چلے آئے اور حضرت ایلیا کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے کے منتظر رہے - سو یہ ایک جھوٹ ہے جو عیسیٰ نے محض خود غرضی سے بولا - اب بتلاؤ یہودی اس الزام میں سچے ہیں یا جھوٹے ؟ وہ تو اپنے تئیں سچے کہتے ہیں - انکی یہ حجت ہے کہ خدا کی کتاب میں کسی مثیل ایلیا کے آنے کی ہمیں خبر نہیں دی گئی - خبر یہی دی گئی کہ خود ایلیا ہی دوبارہ دنیا میں آجائے گا مگر حضرت مسیح کا یہ عذر ہے کہ میں حَکَم ہو کر آیا ہوں اور خدا سے علم رکھتا ہوں نہ اپنی طرف سے اس لئے میرے معنے صحیح ہیں - اور واقعی امر یہ ہے کہ اگر یہ قبول نہ کیا جائے کہ حضرت مسیح خدا کی طرف سے علم پاکر کہتے ہیں تو منطوق آیت بلاشبہ یہودیوں کے ساتھ + ہے - اسی وجہ سے وہ لوگ اب تک روتے چیختے اور حضرت مسیح کو سخت گالیاں دیتے ہیں کہ اپنے تئیں مسیح موعود قرار دینے کے لئے تحریف سے کام لیا - چنانچہ ایک فاضل یہودی کی ایک کتاب اسی پیشگوئی کے بارے میں میرے پاس موجود ہے جس کا خلاصہ اس جگہ لکھا گیا جو چاہے دیکھ لے میں دکھا سکتا ہوں - اس کتاب کا مولف نہایت درجہ کے دعوے سے تمام لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ دیکھو عیسیٰ کیسا عمداً اپنے تئیں مسیح موعود قرار دینے کے لئے جھوٹ اور افترا سے کام لے رہا ہے اور پھر یہ مولف کہتا ہے کہ خدا کے سامنے ہمارے لئے یہ عذر کافی ہے کہ ملاکی کی کتاب میں صاف لکھا ہے کہ مسیح موعود سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا مگر یہ شخص جو عیسیٰ بن مریم ہے یہ نص کتاب اللہ کے ظاہر الفاظ سے انحراف کر کے ایلیا سے مثیل ایلیا مراد لیتا ہے اس لئے کاذب ہے اور چونکہ ایلیا اب تک آسمان سے نہیں اترا تو یہ کیونکر مسیح بنکر آگیا اور ممکن نہیں جو الہامی کتابیں جھوٹ ہوں - اب بتلاؤ کہ آپ لوگ حضرت عیسیٰ سے تو اتنی محبت رکھتے

+ فقرہ رافعک الیّ اور بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنے کیوں کئے جاتے ہیں کہ حضرت مسیح آسمان کی طرف اٹھائے گئے ان لفظوں کے تو یہ معنے نہیں اور اگر کسی حدیث نے یہ تشریح کی ہے تو وہ حدیث تو پیش کرنی چاہیے ورنہ یہودیوں کی طرح ایک تحریف ہے - منہ

ہیں کہ آپ لوگوں کی نظر میں نعوذ باللہ سید الاصفیاء و اصفی الاصفیاء حضرت خاتم الانبیاء تو مردہ رسول مگر مسیح زندہ رسول اور باوصف اس قدر اطراء حضرت مسیح کے یہودیوں کا پہلو آپ لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ بھلا بتلاؤ کہ آپ لوگوں کے بیان میں جو آخری مسیح موعود کے بارے میں ہے اور یہودیوں کے بیان میں جو اگر اُس زمانہ کے مسیح موعود کے بارے میں ہے فرق کیا ہے کیا یہ دونوں عقیدے ایک ہی صورت کے نہیں ہیں اور کیا میرا جواب اور حضرت عیسیٰ کا جواب ایک ہی طرز کا نہیں ہے۔ پھر اگر تقویٰ ہے تو اس قدر ہنگامہ محشر کیوں برپا کر رکھا ہے اور یہودیوں کی وکالت کیوں اختیار کرلی۔ کیا یہ ہی ضروری تھا کہ جب میں نے اپنے آپکو مسیح کے رنگ میں ظاہر کیا تو اسطرف سے آپ لوگوں نے جواب دینے کے وقت سے الفور یہودیوں کا رنگ اختیار کرلیا۔ بھلا اگر بقول حضرت مسیح ایلیا کے دوبارہ نزول کے یہ معنے ہوئے کہ ایک اور شخص بروزی طور پر اس کی خو اور طبیعت پر آئے گا تو پھر آپ کا کیا حق ہے کہ اس نبوی فیصلہ کو نظر انداز کرکے آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آجائے گا گویا خدا تعالےٰ کو ایلیا نبی کے دوبارہ بھیجنے میں تو کوئی کمزوری پیش آگئی تھی مگر مسیح کے بھیجنے میں پھر خدائی قوت اُس میں عود کر آئی کیا اسکی کوئی نظیر بھی موجود ہے کہ بعض آدمی آسمان پر بجسمہ العنصری جاکر پھر دنیا میں آتے رہے ہیں[*] کیونکہ حقیقتیں نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ چنانچہ جب لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے بے پدر ہونے پر اشتباہ ہوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے حضرت آدم کی نظیر پیش کردی مگر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے لئے کوئی نظیر پیش نہ کی نہ قرآن میں نہ حدیث میں حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان کی طرف اٹھائے جانا اُنکی ایک خصوصیت ٹھہر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے اور دوسرے اس لئے کہ تا اس بارے میں سنت اللہ معلوم ہوکر ثبوت اس امر کا پایہ کمال کو پہونچ جائے۔ سو جہانتک ہمیں علم ہے خدا اور رسول نے اُسکی نظیر پیش نہیں کی۔ اگر گولڑوی صاحب کو کشف کے ذریعہ سے اس کی نظیر معلوم ہوگئی ہے تو پھر اسکو پیش کرنا چاہیے۔ غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی موت قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ اور اکابر ائمہ اربعہ اور اہل کشوف کے کشوف سے ثابت ہے اور اس کے سوا اور بھی دلائل ہیں جیسا کہ مرہم عیسیٰ جو ہزار طبیب سے زیادہ اس کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں جن کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مرہم جو زخموں اور خون جاری کے لئے نہایت مفید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طیار کی گئی تھی اور واقعات سے ثابت ہے کہ نبوت کے زمانہ میں صرف ایک ہی صلیب کا حادثہ انکو پیش آیا تھا کسی اور سقطہ یا ضربہ کا واقعہ نہیں ہوا پس بلاشبہ وہ مرہم انہی زخموں کے لئے تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ بچ گئے اور مرہم کے استعمال سے شفا پائی اور پھر اس جگہ وہ حدیث جو کنز العمال میں لکھی ہے حقیقت کو اور بھی ظاہر کرتی ہے یعنے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کو اس ابتلا کے زمانہ میں جو صلیب کا ابتلا تھا حکم ہوا کہ کسی اور ملک کی طرف چلا جا کہ یہ شریر یہودی تیری نسبت بد ارادے رکھتے ہیں اور فرمایا کہ ایسا کر جو ان ملکوں سے دور نکل جا تا تجھکو شناخت کرکے یہ لوگ

[*] بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ بھی تو عقیدہ اہل اسلام کا ہے کہ الیاس اور خضر زمین پر زندہ موجود ہیں اور ادریس آسمان پر مگر اُنکو معلوم نہیں کہ علماء محققین انکو زندہ نہیں سمجھتے کیونکہ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آج سے ایک سو برس گذرنے پر زمین پر کوئی زندہ نہیں رہیگا پس جو شخص خضر اور الیاس کو زندہ جانتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا مکذب ہے اور ادریس کو اگر آسمان پر زندہ مانیں تو پھر ماننا [illegible] منہ

دکھ نہ دیں - اب دیکھو کہ اس حدیث اور مرہم عیسیٰ کا نسخہ اور کشمیر کے قبر کے واقعہ کو باہم ملاکر کیسی صاف اصلیت اس مقولہ کی ظاہر ہو جاتی ہے - کتاب سوانح یوز آسف جس کی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ ہوگیا ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ ایک نبی یوز آسف کے نام سے مشہور تھا اور اس کی کتاب کا نام انجیل تھا اور پھر اسی کتاب میں اس نبی کی تعلیم لکھی ہے اور وہ تعلیم مسئلہ تثلیث کو الگ رکھ کر بعینہٖ انجیل کی تعلیم ہے - انجیل کی مثالیں اور بہت سی عبارتیں اس میں بعینہٖ درج ہیں چنانچہ پڑھنے والے کو کچھ بھی اس میں شک نہیں رہ سکتا کہ انجیل اور اس کتاب کا مولف ایک ہی ہے اور طرفہ تر یہ کہ اس کتاب کا نام بھی انجیل ہی ہے اور استعارہ کے رنگ میں یہودیوں کو ایک ظالم باپ قرار دیکر ایک لطیف قصہ بیان کیا ہے جو عمدہ نصایح سے پر ہے اور مدت ہوئی کہ یہ کتاب یوروپ کی تمام زبانوںمیں ترجمہ ہو چکی ہے اور یورپ کے ایک حصہ میں یوز آسف کے نام پر ایک گرجا بھی طیار کیا گیا ہے اور جب میں نے اس قصہ کی تصدیق کے لئے ایک معتبر مرید اپنا جو خلیفہ نور الدین کے نام سے مشہور ہیں کشمیر سری نگر میں بھیجا تو انھوں نے کئی مہینے رہ کر بڑی آہستگی اور تدبر سے تحقیقات کی آخر ثابت ہوگیا کہ فی الواقع صاحب قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہوئے - یوز کا لفظ یسوع کا بگڑا ہوا یا اس کا مخفف ہے اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا جیسا کہ انجیل سے ظاہر ہے جس کے معنے ہیں یہودیوں کے متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا یا اکٹھے کرنے والا - اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کشمیر کے بعض باشندے اس قبر کا نام عیسی صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں اور انکی پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا جسکو قریباً انیس سو ۱۹ برس آئے ہوئے گذر گئے اور ساتھ اس کے بعض شاگرد تھے اور وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا اور اس کی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جس کے یہ لفظ تھے کہ یہ ایک شاہزادہ نبی ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا نام اس کا یوز ہے - پھر وہ کتبہ سکھوں کے عہد میں محض تعصب اور عناد سے مٹایا گیا اب وہ الفاظ اچھی طرح پڑھے نہیں جاتے اور وہ قبر بنی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے اور بیت المقدس کی طرف مونہہ ہے اور قریباً سری نگر کے پانسو آدمی نے اس محضرنامہ پر بدیں مضمون دستخط اور مہریں لگائیں کہ کشمیر کی پورانی تاریخ سے ثابت ہے کہ صاحب قبر ایک اسرائیلی نبی تھا اور شہزادہ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے کشمیر میں آگیا تھا اور بہت بڈھا ہو کر فوت ہوا اور اسکو عیسیٰ صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی اور یوز آسف بھی - اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام کے مرنے میں کسر کیا رہ گئی اور اگر باوجود اس بات کے کہ اتنی شہادتیں قرآن اور حدیث اور اجماع اور تاریخ اور نسخہ مرہم عیسی اور وجود قبر سری نگر میں اور معراج میں بزمرہ اموات دیکھے جانا اور عمر ایک سو بیس سال مقرر ہونا اور حدیث سے ثابت ہونا کہ واقعہ صلیب کے بعد وہ کسی اور ملک کی طرف چلے گئے تھے اور اسی سیاحت کی وجہ سے ان کا نام نبی سیاح مشہور تھا - یہ تمام شہادتیں اگر اُنکے مرنے کو ثابت نہیں کرتیں تو پھر ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا - سب بجسم عنصری آسمان پر جا بیٹھے ہیں کیونکہ اس قدر شہادتیں ان کی موت پر ہمارے پاس موجود نہیں بلکہ حضرت موسیٰ کی موت خود مشتبہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ انکی زندگی پر یہ آیت

قرآنی گواہ ہے یعنے یہ کہ فلا تکن فی مریۃ من لقائہٖ اور ایک حدیث بھی گواہ ہے کہ موسیٰ ہر سال دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ خانہ کعبہ کے حج کرنے کو آتا ہے - اے بزرگو! اب اس ماتم سے کچھ فائدہ نہیں - اب تو حضرت مسیح پر انا للہ پڑھو وہ تو بے شک فوت ہو گئے وہ حدیث صحیح نکلی کہ مسیح کی عمر ایک سو بیس برس ہو گی نہ ہزاروں برس اب خدا سے ڈرنے کا وقت ہے کج بحثی کا وقت نہیں کیونکہ ثبوت انتہا تک پہونچ گیا ہے اور یہ خیال کہ قرآن شریف میں انکی نسبت بَل رَّفَعَہُ اللہُ الیہ آیا ہے اور بَل دلالت کرتا ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر اٹھائے گئے - یہ خیال نہایت ذلیل خیال اور بچوں کا سا خیال ہے اس قسم کا رفع تو بلعم کی نسبت بھی مذکور ہے یعنے لکھا ہے کہ ہم نے ارادہ کیا تھا کہ بلعم کا رفع کریں مگر وہ زمین کی طرف جھک گیا - ظاہر ہے کہ مسیح کے لئے جو لفظ رفع میں استعمال کئے گئے وہی لفظ بلعم کی نسبت استعمال کئے گئے - مگر کیا خدا کا ارادہ تھا کہ بلعم کو مع جسم آسمان پر پہونچادے بلکہ صرف اسکی روح کا رفع مراد تھا - اے حضرات! خدا سے خوف کرو رفع جسمانی تو یہودیوں کے الزام میں معرض بحث میں ہی نہیں تمام جھگڑا تو رفع روحانی کے متعلق ہے کیونکہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچکر بموجب نص توریت کے یہ خیال کرلیا تھا کہ اب اس کا رفع روحانی نہیں ہوگا اور وہ نعوذ باللہ خدا کی طرف نہیں جائے گا بلکہ ملعون ہوکر شیطان کی طرف جائیگا یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے کہ جو شخص خدا کی طرف بلایا جاتا ہے اس کو مرفوع کہتے ہیں اور جو شیطان کی طرف دھکیل دیا جاتا ہے اسکو ملعون کہتے ہیں سو یہی وہ یہودیوں کی غلطی تہی جس کا قرآن شریف نے بحیثیت حَکَم ہونے کے فیصلہ کیا اور فرمایا کہ مسیح صلیب پر قتل نہیں کیا گیا اور فعل صلیب پایہ تکمیل کو نہیں پہونچا اس لئے مسیح رفع روحانی سے محروم نہیں ہو سکتا - علاوہ اس کے صاف ظاہر ہے کہ علم طبعی کے رو سے جس کے مسائل مشہودہ محسوسہ ہیں ہمیشہ جسم معرض تحلیل و تبدیل میں ہے ہر آن اور ہر سیکنڈ میں ذرات جسم بدلتے رہتے ہیں جو اِسوقت ہیں وہ ایک منٹ کے بعد نہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ جس جسم کے رفع کا آیت رافعک الی میں وعدہ ہوا تھا وہی جسم زمانہ آیت فلما توفیتنی تک موجود تھا - پس لازم آیا کہ جو وعدہ رافعک الیّ میں ایک خاص جسم کی نسبت دیا گیا تھا وہ پورا نہیں ہوا کیونکہ ایفاء وعدہ کے وقت تو اور جسم تھا اور پہلا جسم تحلیل پا چکا تھا - اور خود یہ خیال غلط ہے کہ جب کسی کو مخاطب کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یا ابراہیم اور یا عیسیٰ اور یا موسیٰ اور یا محمد (علیہم السلام) تو اس کے ساتھ معیت جسم شرط ہوتی ہے اور کچھ حصہ خطاب کا جسم کے ساتھ ہی متعلق ہوتا ہے - کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اگر مثلاً ایک نبی کا ہاتھ کٹ جائے یا پیر کٹ جائے تو پہر اس لائق نہ رہے کہ یا عیسیٰ یا یاموسیٰ اس کو کہا جائے کیونکہ ایک حصہ جسم کا جسکو خطاب کیا گیا ہے اس کے ساتھ نہیں ہے خدا تعالےٰ نے مردہ انبیا کا قرآن شریف میں ذکر اسی طرح کیا ہے جیسے اس حالت میں ذکر کیا تھا جبکہ وہ جسم کے ساتھ زندہ تھے پس اگر ایسے خطاب کے لئے جسم کی شرط ہے تو مثلاً یہ کہنا کیونکر جائز ہے کہ ان ابراہیم لاوّاہ منیب - غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا بخوبی فیصلہ ہو چکا ہے اور اب ایسے لیسے بیہودہ عذر کرنا اس غرق ہونے والے کی مانند ہے جو موت سے بچنے کے لئے گھاس پات کو ہاتھ مارتا ہے - افسوس کہ یہ لوگ نیک نیتی سے سیدھی راہ کو نہیں سوچتے - اس بحث میں

سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ حضرت مسیح کچھ انوکھے رسول نہیں تھے انکے قتل کے بارے میں اسقدر جھگڑا کیوں برپا کیا گیا اور کیوں بار بار اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ خدا نے انکو اپنی طرف اٹھالیا نہ شیطان کی طرف اگر اس جھگڑے سے صرف اس قدر غرض تھی کہ یہودیوں پر ظاہر کیا جائے کہ وہ قتل نہیں ہوئے تو یہ تو ایک بیہودہ اور سراسر لغو غرض ہے اس غرض کو اس رفع اعتراض سے کیا تعلق کہ خدا نے مسیح کو اپنی طرف جو مقام اعزاز ہے اٹھالیا شیطان کیطرف رد نہیں کیا جو مقام ذلت ہے۔ ظاہر ہے کہ محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا میں یہ بات داخل ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں تو پھر یہ بات قبول کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے یہ دعا نہ کرتے تو پھر اس قدر حضرت مسیح کی نسبت الزام قتل کا دفع اور ذب اور یہ کہنا کہ وہ قتل نہیں ہوا اور ہرگز صلیب سے قتل نہیں ہوا بلکہ ہم نے اپنی طرف اٹھالیا اس سے مطلب کیا نکلا اگر مسیح قتل نہیں ہوا تو کیا یحیی نبی بھی قتل نہیں ہوا اس کو خدا نے کیوں اپنی طرف مع جسم عنصری نہ اٹھایا۔ کیا وجہ کہ اِس جگہ غیرت الٰہی نے جوش نہ مارا اور اُس جگہ جوش مارا اور اگر خدا نے کسی کو جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھانا ہے تو اس کے لئے تو یہ الفاظ چاہییں کہ جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا نہ یہ کہ خدا کی طرف اٹھایا گیا۔ یاد رہے کہ قرآن شریف بلکہ تمام آسمانی کتابوں نے دو طرفیں مقرر کی ہیں ایک خدا کی طرف اور اس کی نسبت یہ محاورہ ہے کہ فلاں شخص خدا کی طرف اٹھایا گیا اور دوسری طرف بمقابل خدا کی طرف کے شیطان کی طرف ہے اس کی نسبت قرآن میں اخلد الی الارض کا محاورہ ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہے کہ رفع الی اللہ جو ایک روحانی امر اخلاد الی الشیطان کے مقابل پر تھا اس سے آسمان پر مع جسم جانا سمجھا گیا اور خیال کیا گیا کہ خدا نے مسیح کو مع جسم کے آسمان پر اٹھا لیا بھلا اس کارروائی سے حاصل کیا ہوا اور اس سے کونسا الزام یہودیوں پر آیا اور آسمان پر مع جسم کیوں پہونچایا گیا کس ضرورت نے حکیم مطلق سے یہ فعل کرایا اگر قتل سے بچانا تھا تو خدا تعالےٰ زمین پر بھی بچا سکتا تھا+ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار ثور میں کفار کے قتل سے بچا لیا۔ اب اگر آہستگی اور تحمل سے سنو تو ہم بتلاتے ہیں کہ اس تمام جھگڑے کی اصلیت کیا ہے۔ بزرگو! خدا تم پر رحم کرے یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کو غور سے دیکھنے اور اُنکے تاریخی واقعات پر نظر ڈالنے سے جو تواتر کے اعلیٰ درجہ پر پہونچے ہوئے ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں ہو سکتا یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اوائل حال میں تو بے شک یہودی ایک مسیح کے منتظر تھے تا وہ انکو غیر قوموں کی حکومت سے نجات بخشے اور جیسا کہ انکی کتابوں کی پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے داؤد کے تخت کو اپنی بادشاہی سے پھر قائم کرے چنانچہ اس انتظار کے زمانہ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے دعوی کیا کہ وہ مسیح میں ہوں اور میں ہی داؤد کے تخت کو دوبارہ قائم کرونگا۔ سو یہودی اس کلمہ سے اوائل حال میں بہت خوش ہوئے اور صدہا عوام الناس بادشاہت کی امید سے آپ کے معتقد ہو گئے اور بڑے بڑے تاجر اور رئیس بیعت میں داخل ہوئے لیکن کچھ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عیسی علیہ السلام نے ظاہر کر دیا

+ اگر آسمان پر پہونچانے سے یہ غرض تھی کہ وہ بہشت میں پہونچ جائیں اور لذات اُخروی سے حظ اُٹھاویں تو وہ غرض ہی تو پوری نہیں ہوئی کیونکہ اُخروی لذات سے حظ اٹھانے کے لئے اوّل مرنا ضروری ہے تو گویا اس جہان کے اغراض سے بھی جسکے لئے بھیجے گئے تھے ناکام رہے اور وہ اصلاح جو اصل مقصود تھی وہ نہ کر سکے اور قوم ضلالت سے بھر گئی اور آسمان پر جا کر بھی کچھ لذت اور راحت نہ اُٹھائی آپ آسمان پر بے فائدہ بیٹھے ہیں نہ اُس مقام پر ڈیرہ لگانے سے اپنے نفس کو کچھ فائدہ اور نہ امت کو کچھ نفع کیا انبیاء علیہ السلام کی طرف جو دنیا کی اصلاح کرکے پھر خدا کو جا [illegible]

کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے اور میری بادشاہت آسمان کی ہے ۔ تب انکی وہ سب امیدیں
خاک میں مل گئیں اور انکو یقین ہوگیا کہ یہ شخص دوبارہ تخت داؤد کو قائم نہیں کرے گا بلکہ وہ کوئی اور
ہوگا پس اسی دن سے بغض اور کینہ ترقی ہونا شروع ہوا اور ایک جماعت کثیر مرتد ہوگئی پس ایک تو یہی
وجہ یہودیوں کے ہاتھ میں تھی کہ یہ شخص نبیوں کی پیشگوئی کے موافق بادشاہ ہوکر نہیں آیا ۔ پھر کتابوں پر
غور کرنے سے ایک اور وجہ یہ بھی پیدا ہوئی کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا تھا کہ مسیح بادشاہ جس کی یہودیوں
کو انتظار تھی وہ نہیں آئے گا جب تک ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں نہ آئے چنانچہ انھوں نے یہ عذر حضرت
مسیح کے سامنے پیش بھی کیا لیکن آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اس جگہ ایلیا سے مراد مثیل ایلیا ہے یعنی یحییٰ افسوس کہ
اگر جیسا کہ انکی نسبت احیاء موتے' کا گمان باطل کیا جاتا ہے وہ حضرت ایلیا کو زندہ کرکے دکھلا دیتے تو
اس قدر جھگڑا نہ پڑتا اور نص کے ظاہری الفاظ کے رو سے حجت پوری ہو جاتی ۔ غرض یہودی انکے بادشاہ نہ ہونے
کی وجہ سے انکی نسبت شک میں پڑ گئے تھے اور ملاکی نبی کی کتاب کے رو سے یہ دوسرا شک پیدا ہوا پھر
کیا تھا سب کے سب تکفیر اور گالیوں پر آگئے اور یہودیوں کے علماء نے انکے لئے ایک کفر کا فتویٰ طیار
کیا اور ملک کے تمام علماء کرام اور صوفیہ عظام نے اس فتوے پر اتفاق کرلیا اور مہریں لگادیں مگر پھر بھی
بعض عوام الناس میں سے جو تھوڑے ہی آدمی تھے حضرت مسیح کے ساتھ رہ گئے ان میں سے بھی یہودیوں
نے ایک کو کچھ رشوت دیکر اپنی طرف پھیر لیا اور دن رات یہ مشورے ہونے لگے کہ توریت کے نصوص
صریحہ سے اس شخص کو کافر ٹھہرانا چاہیے تا عوام بھی یکدفعہ بیزار ہو جائیں اور اسکے بعض نشانوں کو دیکھکر دھوکہ
نہ کھاویں ۔ چنانچہ یہ بات قرار پائی کہ کسی طرح اسکو صلیب دی جائے پھر کام بنجائے گا کیونکہ توریت میں
لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے یعنے وہ شیطان کی طرف جاتا ہے نہ خدا کی طرف ۔ سو یہودی
لوگ اس تدبیر میں لگے رہے اور جو شخص اس ملک کا حاکم قیصر روم کی طرف سے تھا اور بادشاہ کی
طرح قائم مقام قیصر تھا اس کے حضور میں جھوٹی مخبریاں کرتے رہے کہ یہ شخص درپردہ گورنمنٹ کا بدخواہ ہے
آخر گورنمنٹ نے مذہبی فتنہ اندازی کے بہانہ سے پکڑ ہی لیا مگر چاہا کہ کچھ تنبیہہ کرکے چھوڑ دیں مگر یہود صرف
اسقدر پر کب راضی تھے انھوں نے شور مچایا کہ اس نے سخت کفر بکا ہے قوم میں بلوا ہو جائے گا مفسدہ
کا اندیشہ ہے اسکو ضرور صلیب ملنی چاہیے ۔ سو رومی گورنمنٹ نے یہودیوں کے بلوہ سے اندیشہ کرکے
اور کچھ مصلحت ملکی کو سوچکر حضرت مسیح کو انکے حوالہ کردیا کہ اپنے مذہب کے رو سے جو چاہو کرو اور
پیلاطوس گورنر قیصر جس کے ہاتھ میں یہ سب کارروائی تھی اسکی بیوی کو خواب آئی کہ اگر یہ شخص مرگیا
تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے اس لئے اُسنے اندرونی طور پر پوشیدہ کوشش کرکے مسیح کو صلیبی موت سے بچالیا
مگر یہود اپنی حماقت سے یہی سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مرگیا حالانکہ حضرت مسیح خدا تعالےٰ کا حکم
پاکر جیسا کہ کنز العمال کی حدیث میں ہے اس ملک سے نکل گئے اور وہ تاریخی ثبوت جو ہمیں ملے ہیں انسے
معلوم ہوتا ہے کہ نصیبین سے ہوتے ہوئے پشاور کی راہ سے پنجاب میں پہونچے اور چونکہ سرد ملک
کے باشندے تھے اس لئے اس ملک کی شدت گرمی کا تحمل نہ کرسکے لہذا کشمیر میں پہونچ گئے اور سرینگر

کو اپنے وجود باجود سے شرف بخشا اور کیا تعجب کہ انہی کے زمانہ میں یہ شہر آباد بھی ہوا ہو۔ بہرحال سرینگر کی زمین مسیح کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔ غرض حضرت مسیح تو سیاحت کرتے کرتے کشمیر پہونچ گئے + لیکن یہودی اسی زعم باطل میں گرفتار رہے کہ گویا حضرت مسیح بذریعہ صلیب قتل کئے گئے کیونکہ جس طرز سے حضرت مسیح صلیب سے بچائے گئے تھے اور پھر مرہم عیسے سے زخم اچھے کئے گئے تھے اور پھر پوشیدہ طور پر سفر کیا گیا تھا یہ تمام امور یہودیوں کی نظر سے پوشیدہ تھے۔ ہاں حواریوں کو اس راز کی خبر تھی اور گلیل کی راہ میں حواری حضرت مسیح سے ایک گاؤں میں اکٹھے ہی رات رہے تھے اور مچھلی بھی کھائی تھی با ایں ہمہ جیسا کہ انجیل سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے حواریوں کو حضرت مسیح نے تاکید سے منع کر دیا تھا کہ میرے اس سفر کا حال کسی کے پاس مت کہو سو حضرت مسیح کی یہی وصیت تھی کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اور کیا مجال تھی کہ وہ اس خبر کو افشا کرکے نبی کے راز اور امانت میں خیانت کرتے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و سلم نے جو حضرت مسیح کا نام سیاحت کرنے والا نبی رکھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی حدیث سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے اکثر حصہ دنیا کا سیر کیا ہے اور یہ حدیث کتاب کنز العمال میں موجود ہے اور اسی بنا پر لغت عرب کی کتابوں میں مسیح کی وجہ تسمیہ بہت سیاحت کرنے والا ہی لکھا ہے + غرض یہ قول نبوی کہ مسیح سیاح نبی ہے تمام سربستہ راز کی کنجی تھی اور اسی ایک لفظ سے آسمان پر جانا اور ابتک زندہ ہونا سب باطل ہوتا تھا مگر اسپر غور نہیں کیگئی اور اس بات پر غور کرنیسے واضح ہوگا کہ جبکہ عیسیٰ مسیح نے زمانہ نبوت میں یہودیوں کے ملک سے ہجرت کرکے ایک زمانہ دراز اپنی عمر کا سیاحت میں گذارا تو آسمان پر کس زمانہ میں اٹھائے گئے اور پھر اتنی مدت کے بعد ضرورت کیا پیش آئی تھی۔ عجیب بات ہے یہ لوگ کیسے پیچ میں پھنس گئے ایک طرف یہ اعتقاد ہے کہ صلیبی فتنہ کے وقت کوئی اور شخص سولی ملگیا اور حضرت مسیح بلا توقف دوسرے آسمان پر جا بیٹھے اور دوسری طرف یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ صلیبی حادثہ کے بعد وہ اسی دنیا میں سیاحت کرتے رہے اور بہت سا حصہ عمر کا سیاحت میں گذارا۔ عجب اندھیر ہے کوئی

+ ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے اور مسیح نے بھی اپنی ہجرت کی طرف انجیل میں اشارہ فرمایا ہے اور کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں مگر افسوس کہ ہمارے مخالفین اس بات پر بھی غور نہیں کرتے کہ حضرت مسیح نے کب اور کس ملک کی طرف ہجرت کی بلکہ زیادہ تر تعجب اس بات سے ہے کہ وہ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح نے مختلف ملکوں کی بہت سیاحت کی ہے بلکہ ایک وجہ تسمیہ اسم مسیح کی یہ بھی لکھتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ وہ کشمیر میں بھی گئے تھے تو اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ جس حالت میں انھوں نے مان لیا کہ حضرت مسیح نے اپنے نبوت کے ہی زمانہ میں بہت سے ملکوں کی سیاحت بھی کی تو کیا وجہ کہ کشمیر جانا انپر حرام تھا کیا ممکن نہیں کہ کشمیر میں بھی گئے ہوں اور وہیں وفات پائی ہو اور پھر جب صلیبی واقعہ کے بعد ہمیشہ زمین پر سیاحت کرتے رہے تو آسمان پر کب گئے۔ اس کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔ منہ

+ دیکھو لسان العرب مسیح کے لفظ میں۔ منہ

سوچا نہیں کہ پیلاطوس کے ملک میں رہنے کو زمانہ تو بالاتفاق صرف ساڑھے تین برس تھا۔ اور دور دراز ملکوں کے یہودیوں کو بھی دعوت کرنا مسیح کا ایک فرض تھا پھر وہ اس فرض کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلے گئے کیوں ہجرت کرکے بطور سیاحت اس فرض کو پورا نہ کیا۔ عجیب تر امر یہ ہے کہ حدیثوں میں جو کنزالعمال میں ہیں اسی بات کی تصریح موجود ہے کہ یہ سیر و سیاحت اکثر ملکوں کا حضرت مسیح نے صلیبی فتنہ کے بعد ہی کیا ہے اور یہی معقول بھی ہے کیونکہ ہجرت انبیاء علیہم السلام میں سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ جب تک نکالے نہ جائیں ہرگز نہیں نکلتے اور بالاتفاق مانا گیا ہے کہ نکالنے یا قتل کرنے کا وقت صرف فتنہ صلیب کا وقت تھا۔ غرض یہودیوں نے بوجہ صلیبی موت کے جو انکے خیال میں تھی حضرت مسیح کی نسبت یہ نتیجہ نکالا کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہوکر شیطان کی طرف گئے نہ خدا کی طرف اور انکا رفع خدا کی طرف نہیں ہوا بلکہ شیطان کی طرف ہوا کیونکہ شریعت نے دو طرفوں کو مانا ہے ایک خدا کی طرف اور وہ اونچی ہے جس کا مقام انتہائے عرش ہے اور دوسری شیطان کی اور وہ بہت نیچی ہے اور اس کا انتہا زمین کا پاتال ہے۔ غرض یہ تینوں شریعتوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ مومن مرکر خدا کی طرف جاتا ہے۔ اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیساکہ آیت ارجعی الی ربک اس کی شاہد ہے اور کافر نیچے کی طرف جو شیطان کی طرف ہے جاتا ہے جیساکہ آیت ولا تفتح لھم ابواب السماء اس کی گواہ ہے۔ خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے اور شیطان کی طرف جانے کا نام لعنت۔ ان دونوں لفظوں میں تقابل اضداد ہے۔ نادان لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر رفع کے معنے مع جسم اٹھانا ہے تو اس کے مقابل کا لفظ کیا ہوا جیساکہ رفع روحانی کے مقابل پر لعنت ہے۔ یہود نے خوب سمجھا تھا مگر بوجہ صلیب حضرت مسیح کے ملعون ہونے کے قائل ہوگئے اور نصاریٰ نے بھی لعنت کو مان لیا مگر یہ تاویل کی کہ ہمارے گناہوں کے لئے مسیح پر لعنت پڑی اور معلوم ہوتا ہے کہ نصارے نے لعنت کے مفہوم پر توجہ نہیں کی کہ کیسا ناپاک مفہوم ہے جو رفع کے مقابل پر پڑا ہے جس سے انسان کی روح پلید ہوکر شیطان کی طرف جاتی ہے اور خدا کی طرف نہیں جاسکتی۔ اسی غلطی سے انھوں نے اس بات کو قبول کرلیا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوگئے ہیں۔ اور کفارہ کے پہلو کو اپنی طرف سے تراش کر یہ پہلو انکی نظر سے چھپ گیا کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ نبی کا دل ملعون ہوکر خدا کو رد کردے اور شیطان کو اختیار کرے مگر حواریوں کے وقت میں یہ غلطی نہیں ہوئی بلکہ ان کے بعد عیسائیت کے بگڑنے کی یہ پہلی اینٹ تھی۔ اور چونکہ حواریوں کو تاکیداً یہ وصیت کی گئی تھی کہ میرے سفر کا حال ہرگز بیان مت کرو اس لئے وہ اصل حقیقت کو ظاہر نہ کرسکے اور ممکن ہے کہ توریہ کے طور پر انھوں نے یہ بھی کہدیا ہو کہ وہ تو آسمان پر چلے گئے تا یہودیوں کا خیال دوسری طرف پھیردیں۔ غرض انہی وجوہ سے حواریوں کے بعد نصاریٰ صلیبی اعتقاد کی سخت غلطی میں مبتلا ہوگئے مگر ایک گروہ اُن میں سے اس بات کا مخالف بھی رہا اور قرائن سے انھوں نے معلوم کرلیا کہ مسیح کسی اور ملک میں چلا گیا صلیب پر نہیں مرا اور نہ آسمان پر گیا+ بہرحال جبکہ یہ مسئلہ نصارے پر مشتبہ ہوگیا اور یہودیوں نے صلیبی موت کی عام شہرت دیدی تو عیسائیوں کو چونکہ اصل حقیقت سے بیخبر تھے وہ بھی اس اعتقاد میں یہودیوں کے پیرو ہوگئے مگر قدر قلیل۔ اس لئے انکا یہی عقیدہ ہوگیا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہوگئے تھے اور اس عقیدہ کی حمایت میں بعض فقرے انجیلوں میں بڑھائے گئے جنکی وجہ سے

+ اس گروہ کا ایک فرقہ ابتک نصاریٰ میں پایا جاتا ہے جو حضرت مسیح کے آسمان پر جانے سے منکر ہیں۔ منہ

انجیلوں کے بیانات میں باہم تناقض پیدا ہوگیا چنانچہ انجیلوں کے بعض فقروں سے تو صاف سمجھا جاتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور بعض میں لکھا ہے کہ مرگیا۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے یہ فقرے پیچھے سے ملا دیے گئے ہیں۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہودیوں نے صلیب کی وجہ سے اس بات پر اصرار شروع کیا کہ عیسیٰ ابن مریم ایماندار اور صادق آدمی نہیں تھا اور نہ نبی تھا اور نہ ایمان داروں کی طرح اس کا خدا کی طرف رفع ہوا بلکہ شیطان کی طرف گیا اور اسپر یہ دلیل پیش کی کہ وہ صلیبی موت سے مرا ہے اس لئے ملعون ہے یعنے اس کا رفع نہیں ہوا۔ اسکے بعد رفتہ رفتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا اور چھ سو برس اس قصہ کو گذر گیا اور چونکہ عیسائیوں میں علم نہیں تھا اور کفارہ کا ایک منصوبہ بنانے کا شوق بھی انکو محرک ہوا لہذا وہ بھی لعنت اور عدم رفع کے قائل ہوگئے اور خیال نہ کیا کہ لعنت کے مفہوم کو یہ بات لازمی ہے کہ انسان خدا کی درگاہ سے بالکل رانده ہوجائے اور پلید دل ہوکر شیطان کی طرف چلا جائے اور محبت اور وفا کے تمام تعلق ٹوٹ جائیں اور دل پلید اور سیاہ اور خدا کا دشمن ہو جائے جیسا کہ شیطان کا دل ہے اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ خدا کا ایسا مقبول بندہ جیسا کہ مسیح ہے اس کا دل لعنت کی کیفیت کے نیچے آسکے اور نعوذباللہ شیطانی مناسبت سے شیطان کی طرف کھینچا جائے۔ غرض یہ دونوں قومیں بھول گئیں یہودیوں نے ایک پاک نبی کو ملعون کہہ کر خدا کے غضب کی راہ اختیار کی* اور عیسائیوں نے اپنے پاک نبی اور مرشد اور ہادی کے دل کو بوجہ لعنت کے مفہوم کے ناپاک اور خدا سے پھرا ہوا قرار دیکر ضلالت کی راہ اختیار کی اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن بحیثیت حکم*

---

* اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سورہ فاتحہ میں جو آیا ہے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین وہ اسی معرکہ کی طرف اشارہ ہے یعنے یہود نے خدا کے پاک اور مقدس نبی کو عمداً محض شرارت سے لعنتی ٹھہرا کر خدا تعالےٰ کا غضب اپنے پر نازل کیا اور مغضوب علیہم ٹھہرے حالانکہ انکو پتہ بھی لگ گیا تھا کہ حضرت مسیح قبر میں نہیں رہے اور وہ پیشگوئی انکی پوری ہوئی کہ یونس کی طرح میرا حال ہوگا یعنے زندہ ہی قبر میں جاؤنگا اور زندہ ہی نکلونگا اور نصاریٰ گو حضرت مسیح سے محبت کرتے تھے مگر محض اپنی جہالت سے انھوں نے بھی لعنت کا داغ حضرت مسیح کے دل کی نسبت قبول کرلیا اور یہ نہ سمجھا کہ لعنت کا مفہوم دل کی ناپاکی سے تعلق رکھتا ہے اور نبی کا دل کسی حالت میں ناپاک اور خدا کا دشمن اور اس سے بیزار نہیں ہو سکتا پس اس سورتیں بلاشبہ مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے کہ یہود کی طرح آنیوالے مسیح موعود کی تکذیب میں جلدی نہ کریں اور حیلہ بازی کے فتوے طیار نہ کریں اور اس کا نام لعنتی نہ رکھیں۔ ورنہ وہی لعنت الٹ کر انپر پڑے گی ایسا ہی عیسائیوں کیطرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں پس بلاشبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرایہ میں میری نسبت یہ ایک پیشگوئی ہے اور اس رنگ میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ ایسا زمانہ تم پر بھی آئے گا اور تم بھی حیلہ جوئی سے مسیح موعود کو لعنتی ٹھہراؤ گے کیونکہ یہ بھی حدیث ہے کہ اگر یہودی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے ہیں تو مسلمان بھی داخل ہوں گے۔ یہ عجیب خدا تعالےٰ کی رحمت ہے کہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ میں ہی جس کو ہر ایک مسلمان پنجوقت پڑھتا ہے میرے آنے کی نسبت پیشگوئی کردی والحمد للہ علیٰ ذالک۔ منہ

* حکم اور حاکم میں یہ فرق ہے کہ حکم کا فیصلہ ناطق ہوتا ہے اس کے بعد کوئی اپیل نہیں مگر مجرد لفظ حاکم اس مضمون پر حاوی نہیں۔ منہ

ہونے کے اس امر کا فیصلہ کرے پس یہ آیات بطور فیصلہ ہیں کہ ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم ۔ بل رفعہ اللہ الیہ ۔ یعنے یہ سرے سے بات غلط ہے کہ یہودیوں نے بذریعہ صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کردیا ہے اس لئے اس کا نتیجہ بھی غلط ہے کہ حضرت مسیح کا خدا تعالےٰ کی طرف رفع نہیں ہوا اور نعوذ باللہ شیطان کی طرف گیا ہے بلکہ خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہود اور نصاریٰ میں رفع جسمانی کا کوئی جھگڑا نہ تھا اور نہ یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ جس کا رفع جسمانی نہ ہو وہ مومن نہیں ہوتا اور ملعون ہوتا ہے اور خدا کی طرف نہیں جاتا بلکہ شیطان کی طرف جاتا ہے ۔ خود یہود قائل ہیں کہ حضرت موسیٰ کا رفع جسمانی نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرت موسیٰ کو تمام اسرائیلی نبیوں سے افضل اور صاحب الشریعت سمجھتے ہیں ابتک یہود زندہ موجود ہیں انکو پوچھکر دیکھ لو کہ انھوں نے حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے کیا نتیجہ نکالا تھا کیا یہ کہ اُن کا رفع جسمانی نہیں ہوا یا یہ کہ انکا رفع روحانی نہیں ہوا اور وہ نعوذ باللہ اوپر کو خدا کی طرف نہیں گئے بلکہ نیچے کو شیطان کی طرف گئے ۔ بڑی حماقت انسان کی یہ ہے کہ وہ ایسی بحث شروع کردے جسکو اصل تنازع سے کچھ بھی تعلق نہیں ۔ بمبئی کلکتہ میں صدہا یہودی رہتے ہیں بعض اہل علم اور اپنے مذہب کے فاضل ہیں ان سے بذریعہ خط دریافت کرکے پوچھ لو کہ انھوں نے حضرت مسیح پر کیا الزام لگایا تھا اور صلیبی موت کا کیا نتیجہ نکالا تھا کیا عدم رفع جسمانی یا عدم رفع روحانی ۔ غرض حضرت مسیح کے رفع کا مسئلہ ہی قرآن شریف میں بے فائدہ اور بغیر کسی محرک کے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں یہود کے ان خیالات کا ذبّ اور دفع مقصود ہے جن میں وہ حضرت مسیح کے رفع روحانی کے منکر ہیں ۔ بھلا اگر تنزل کے طور پر ہم مان ہی لیں کہ یہ لغو حرکت نعوذ باللہ خدا تعالےٰ نے اپنے لئے پسند کی کہ مسیح کو مع جسم اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنے نفس پر جسم اور جسمانی ہونے کا اعتراض بھی وارد کرلیا کیونکہ جسم جسم کی طرف کھینچا جاتا ہے ۔ پھر بھی طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن شریف یہود اور نصاریٰ کی غلطیوں کی اصلاح کرنے آیا ہے اور یہود نے یہ ایک بڑی غلطی اختیار کی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ملعون قرار دیا اور اُنکی روحانی رفع سے انکار کیا ۔ اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مرکر خدا کی طرف نہیں گیا ہے بلکہ شیطان کی طرف گیا تو اس الزام کا دفع اور ذبّ قرآن میں کہاں ہے جو اصل منصب قرآن کا تھا کیونکہ جس حالت میں آیت رافعک الیّ اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ جسمانی رفع کے لئے خاص ہو گئیں تو روحانی رفع کا بیان کسی اور آیت میں ہونا چاہیے اور یہود اور نصاریٰ کی غلطی دور کرنے کے لئے کہ جو عقیدہ لعنت کے متعلق ہے ایسی آیت کی ضرورت ہے کیونکہ جسمانی رفع لعنت کے مقابل پر نہیں بلکہ جیسا کہ لعنت بھی ایک روحانی امر ہے ایسا ہی رفع بھی ایک امر روحانی ہونا چاہیے ۔ پس وہی مقصود بالذات امر تھا ۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ جو امر تصفیہ کے متعلق تھا وہ اعتراض تو بدستور گلے پڑا رہا اور خدا نے خواہ نخواہ ایک غیر متعلق بات جو یہود کے عقیدہ اور باطل استنباط سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتی یعنے رفع جسمانی اس کا قصہ بار بار قرآن شریف میں لکھ مارا گویا سوال دیگر اور جواب دگر ۔ ظاہر ہے کہ رفع جسمانی یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام تینوں فرقوں کے عقائد کے رو سے مدار نجات نہیں+ بلکہ کچھ بھی نجات اسپر موقوف نہیں تو پھر کیوں خدا نے اسکو بار بار ذکر

+ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُس رفع سے منکر تھے جو ہر یک مومن کے لئے مدار نجات ہے کیونکہ مسلمانوں کی طرح انکا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جان نکلنے بعد ہر یک مومن کی روح کو آسمان کیطرف لے جاتے ہیں اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں مگر کافر پر آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں اس لئے اُسکی روح نیچے شیطان کیطرف پھینک دیجاتی ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں بھی شیطان کیطرف ہی جاتا تھا لیکن مومن اپنی زندگی میں اوپر کی طرف جاتا ہے اس لئے مرنے کے بعد بھی خدا کیطرف رفع ہوتا ہے اور اسی رفع الی اللہ کی طرف آیت میں اشارہ ہے منہ

کرنا شروع کردیا - یہود کا یہہ کب مذہب ہے کہ بغیر جسمانی رفع کے نجات نہیں ہو سکتی اور نہ سچا نبی ٹھہر سکتا ہے پھر اس لغو ذکر سے فائدہ کیا ہوا کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جو تصفیہ کے لائق امر تھا جس کے عدم تصفیہ سے ایک سچا نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے بلکہ نعوذ باللہ کافر بنتا ہے اور لعنتی کہلاتا ہے اُس کا تو قرآن نے کچھہ ذکر نکیا اور ایک بیہودہ قصہ رفع جسمانی کا جس سے کچھہ بھی فائدہ نہیں شروع کردیا+ غرض حضرت مسیح کی موت اور رفع جسمانی پر یہ دلائل ہیں جو ہم نے بہت بسط سے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں اور ابتک ہمارے مخالف عدم جواب کی وجہ سے ہمارے مدیون ہیں - پھر اس میں اب ہم پیر مہر علی شاہ یا کسی اور پیر صاحب یا مولوی صاحب سے کیا بحث کریں - ہم تو باطل کو ذبح کرچکے اب ذبح کے بعد کیوں اپنے ذبیحہ پر بیفائدہ چھری پھیریں - اے حضرات ان امور میں اب بحثوں کا وقت نہیں اب تو ہمارے مخالفوں کے لیئے ڈرنے اور توبہ کرنے کا وقت ہے کیونکہ جہاں تک اس دنیا میں ثبوت ممکن ہے اور جہاں تک حقائق اور دعاوی کو ثابت کیا جاتا ہے اسی طرح ہم نے حضرت مسیح کی موت اور اُنکی رفع روحانی کو ثابت کردیا ہے وماذا بعد الحق الا الضلال -

اب موت مسیح کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا اسی امت میں سے آنا کن نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ اور دیگر قرائن سے ثابت ہے سو وہ دلائل ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں غور سے سنو شاید خدائے رحیم ہدایت کرے -

منجملہ ان دلائل کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو آنے والا مسیح جس کا اس امت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا بخاری اور مسلم کی وہ حدیث ہے جس میں امامکم منکم اور امکم منکم لکھا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم ہی میں سے ہوگا - چونکہ یہہ حدیث آنے والے عیسیٰ کی نسبت ہے اور اسی کی تعریف میں اس حدیث میں حکم اور عدل کا لفظ بطور صفت موجود ہے جو اس فقرہ سے پہلے ہے اس لئے امام کا لفظ بھی اسی کے حق میں ہے اور اس میں کچھہ شک نہیں کہ اس جگہ منکم کے لفظ سے صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے - لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں کیا اس لئے منکم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو خدا تعالے کے علم میں قائم مقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جس کو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائم مقام صحابہ کیا گیا ہے یعنے یہ کہ و آخرین منہم لما یلحقو بہم - کیونکہ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ وہ رسول کریم کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہے اور اسی معنے کے رو سے صحابہ میں داخل ہے اور اس آیت کی تشریح میں یہ حدیث ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس اور چونکہ اس فارسی شخص کی طرف وہ صفت منسوب کی گئی ہے جو مسیح موعود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنے زمین جو ایمان اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اسکو عدل سے پر کرنا لہذا یہی شخص مہدی اور مسیح موعود ہے اور وہ میں ہوں اور جس طرح کسی دوسرے مدعی مہدویت کے وقت میں کسوف خسوف رمضان میں آسمان پر نہیں ہوا ایسا ہی تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسی نے خدا تعالے کے الہام سے علم پاکر یہ دعوی

+ رفع جسمانی کا خیال اُسوقت نصاریٰ کے دل میں پیدا ہوا جبکہ اُن کا ارادہ ہوا کہ حضرت مسیح کو خدا بناویں اور دنیا کا منجی قرار دیں ورنہ نصاریٰ بھی خود اسبات کے قائل ہیں کہ نجات کے لئے تو صرف روحانی رفع کافی ہے پس افسوس کہ جس امر کو نصاریٰ حضرت مسیح کی خدائی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور انکی ایک خصوصیت ٹھہراتے ہیں وہی امر مسلمانوں نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کرلیا ہے اگر مسلمان یہ جواب دیں کہ ہم تو ادریس کو بھی مسیح کیطرح آسمان پر عقیدہ رکھتے ہیں یہ دوسرا جھوٹ ہے کیونکہ جیسا کہ

نہیں کیا کہ اس پیشگوئی لنالہ رجل من فارس کا مصداق میں ہوں اور پیشگوئی اپنے الفاظ سے بتلارہی ہے
کہ یہ شخص آخری زمانہ میں ہوگا جبکہ لوگوں کے ایمانوں میں بہت ضعف آجائے گا اور فارسی الاصل ہوگا اور
اس کے ذریعہ سے زمین پر دوبارہ ایمان قائم کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ صلیبی زمانہ سے زیادہ تر ایمان کو
صدمہ پہونچانے والا اور کوئی زمانہ نہیں۔ یہی زمانہ ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا ایمان زمین پر سے اُٹھ
گیا جیساکہ اسوقت لوگوں کی عملی حالتیں اور انقلاب عظیم جو بدی کی طرف ہوا ہے اور قیامت کے علامات
صغرا جو مدت سے ظہور میں آچکی ہیں صاف بتلا رہی ہیں اور نیز آیت و آخرین منہم میں اشارہ پایا جاتا ہے
کہ جیسے صحابہ کے زمانہ میں زمین پر شرک پھیلا ہوا تھا ایسا ہی اُس زمانہ میں بھی ہوگا اور اس میں کچھ شک
نہیں کہ اس حدیث اور اس آیت کو باہم ملانے سے یقینی طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پیشگوئی مہدی آخرالزمان
اور مسیح آخرالزمان کی نسبت ہے کیونکہ مہدی کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ وہ زمین کو عدل سے بھردے گا
جیساکہ وہ ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی اور مسیح آخرالزمان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دوبارہ ایمان اور امن
کو دنیا میں قائم کردے گا اور شرک کو محو کرے گا اور ملل باطلہ کو ہلاک کردے گا۔ پس ان حدیثوں کا مآل
بھی یہی ہے کہ مہدی اور مسیح کے زمانہ میں وہ ایمان جو زمین پر سے اٹھ گیا اور ثریا تک پہونچ گیا تھا پھر
دوبارہ قائم کیا جائے گا اور ضرور ہے کہ اول زمین ظلم سے پر ہو جائے اور ایمان اٹھ جائے کیونکہ جبکہ
لکھا ہے کہ تمام زمین ظلم سے بھرجائے گی تو ظاہر ہے کہ ظلم اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ناچار ایمان
اپنے اصلی مقر کی طرف جو آسمان ہے چلا جائے گا۔ غرض تمام زمین کا ظلم سے بھرنا اور ایمان کا زمین
پر سے اٹھ جانا اس قسم کی مصیبتوں کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایک ہی زمانہ
ہے جسکو مسیح کا زمانہ یا مہدی کا زمانہ کہتے ہیں اور احادیث نے اس زمانہ کو تین پیرایوں میں بیان کیا ہے
رجل فارسی کا زمانہ۔ مہدی کا زمانہ۔ مسیح کا زمانہ۔ اور اکثر لوگوں نے قلت تدبر سے ان تین ناموں کی
وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں اور تین قومیں انکے لئے مقرر کی ہیں۔ ایک فارسیوں کی قوم۔ دوسری
بنی اسرائیل کی قوم۔ تیسری بنی فاطمہ کی قوم۔ مگر یہ تمام غلطیاں ہیں۔ حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو
تھوڑے تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کردیا گیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث سے جو کنزالعمال
میں موجود ہے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنے بنی فارس بنی اسحاق میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے
والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ انتہائی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیساکہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی
ہوا پس گویا وہ نصف اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی ہوا جیساکہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہاں میرے پاس فارسی ہونیکے
لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں لیکن یہ الہام اس زمانہ کا ہے کہ جب اِس دعوے کا نام و نشان
بھی نہیں تھا یعنے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے خذوا التوحید
التوحید یا ابناء الفارس یعنے توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اور پھر دوسری جگہ یہ الہام
ہے ان الذین صدّوا عن سبیل اللہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ۔ یعنے جو لوگ خدا
کی راہ سے روکتے تھے ایک شخص فارسی الاصل نے ان کا رد لکھا خدا نے اسکی کوشش کا شکریہ کیا۔ ایسا ہی

ایک اور جگہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس یعنے اگر ایمان ثریا پر اٹھایا جاتا اور زمین سراسر بے ایمانی سے بھر جاتی تب بھی یہ آدمی جو فارسی الاصل ہی اس کو آسمان پر سے لے آتا۔ اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے الحمد للہ الذی جعل لکم الصہر* والنسب۔ اشکر نعمتی رئیت خدیجتی یعنے تمام حمد اور تعریف اس خدا کے لئے ہے جسنے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علو نسب جو دونوں حمائل و شمائل ہیں عطا فرمایا یعنی تمہیں سادات کا داماد ہونیکی فضیلت عطا کی اور نیز بنی فاطمہ امہات میں سے پیدا کر کے تمہاری نسب کو عزت بخشی اور میری نعمت کا شکر کر کہ تونے میری خدیجہ کو پایا+۔ یعنے بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزت تھی اور دوسری بنی فاطمہ ہونے کی عزت اس کے ساتھ ملحق ہوئی اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہی جو سیدہ سندی سادات دہلی میں سے ہیں میر درد کے خاندان سے تعلق رکھنے والے۔ اسی فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ ہے جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شایع کیا گیا جس میں دیکھا تھا کہ حضرات پنج تن سید الکونین حسنین فاطمہ الزہراء اور علی رضی اللہ عنہ عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غمگین صورت بناکر بیٹھے رہے۔ اسی روز سے مجھکو اس خونی آمیزش کے تعلق پر یقین کلی ہوا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ غرض میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی۔ اور میں دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں اور احادیث اور آثار کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آنے والے مہدی آخرالزمان کی نسبت یہی لکھا ہے کہ وہ مرکب الوجود ہوگا۔ ایک حصہ بدن کا اسرائیلی اور ایک حصہ محمدی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ جیساکہ آنے والے مسیح کے منصبی کاموں میں بیرونی اور اندرونی اصلاح کی ترکیب ہے یعنے یہ کہ وہ کچھ مسیحی رنگ میں ہے اور کچھ محمدی رنگ میں کام کریگا

+ یہ الہام براہین میں درج ہے اس میں بطور پیشگوئی اشارۃً یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ تمہاری شادی جو سادات میں مقدر ہے ضروری طور پر ہونے والی ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو خدیجہ کے نام سے یاد کیا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ایک بڑے خاندان کی ماں ہوجائے گی۔ اس جگہ یہ عجیب لطیفہ ہے کہ خدا نے ابتدائے سلسلہ سادات میں سادات کی ماں ایک فارسی عورت مقرر کی جس کا نام شہربانو تھا اور دوسری مرتبہ ایک فارسی خاندان کی بنیاد ڈالنے کے لئے ایک سیدہ عورت مقرر کی جس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے گویا فارسیوں کے ساتھ یہ عوض معاوضہ کیا کہ پہلے ایک بیوی فارسی الاصل سید کے گھر میں آئی اور پھر آخری زمانہ میں ایک بیوی سیدہ فارسی مرد کے ساتھ بیاہی گئی اور عجیب تر یہ کہ دونوں کے نام بھی باہم ملتے ہیں اور جس طرح سادات کا خاندان پھیلانے کے لئے وعدہ الٰہی تھا اس جگہ بھی براہین احمدیہ کے الہام میں اس خاندان کے پھیلانے کا وعدہ ہے اور وہ یہ ہے:۔

سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک ینقطع آباءک ویبدء منک۔

فالحمد للہ علی ذالک۔ منہ

+ چونکہ تیرہ سو برس تک خدا کے الہام کے امر سے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا اور ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جھوٹی ہو اس لئے جس شخص نے یہ دعویٰ کیا اور دعویٰ بھی قبل اعتراض پیش آمدہ اس کا رد کرنا گویا پیشگوئی کی تکذیب ہے۔ منہ

* الہام الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب سے ایک لطیف استدلال میرے بنی فاطمہ ہونے پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ صہر اور نسب کو اس الہام میں ایک ہی جعل کے نیچے رکھے گئے ہیں اور ۲ ۲ ان دونوں کو قریباً ایک ہی درجہ کا امر قابل حمد ٹھہرایا گیا ہے اور یہ صریح دلیل اس بات پر ہے کہ جسطرح صہر یعنی دامادی کو بنی فاطمہ سے تعلق ہے اسی طرح نسب میں بھی فاطمیت کی آمیزش والدات کی طرف سے ہے اور صہر کو نسب پر مقدم رکھنا اسی فرق کے دکھلانے کے لئے ہے کہ صہر میں خالص فاطمیت ہے اور نسب میں اُسکی آمیزش۔ منہ

ایسا ہی اس کی سرشت میں ہی ترکیب ہے ۔ غرض اس حدیث اماکم منکم سے ثابت ہے کہ آنیوالا مسیح ہرگز اسرائیلی نبی نہیں ہے بلکہ اسی امت میں سے ہے جیساکہ ظاہر نص کیننے اماکم منکم اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس تکلف اور تاویل کے لئے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آکر امتی بنجائیں گے اور نبی نہیں رہیں گے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اور عبارت کا حق ہے کہ قبل وجود قرینہ اس کو ظاہر پر حمل کیا جائے ورنہ یہودیوں کی طرح ایک تحریف ہوگی ۔ غرض یہ کہنا کہ حضرت عیسی نبی اسرائیلی دنیا میں آکر مسلمانوں کا جامہ پہن لیگا اور امتی کہلائے گا یہ ایک غیر معقول تاویل ہے جو قوی دلائل چاہتی ہے ۔ تمام نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ کا یہ حق ہے کہ انکے معنے ظاہر عبارت کے رو سے کئے جائیں اور ظاہر پر حکم کیا جائے جب تک کہ کوئی قرینہ صارفہ پیدا نہ ہو اور بغیر قرینہ قویہ صارفہ ہرگز خلاف ظاہر معنے نہ کئے جائیں اور اماکم منکم کے ظاہری معنے یہی ہیں جو وہ امام اسی امت محمدیہ میں پیدا ہوگا اب اس کے برخلاف اگر یہ دعوی کیا جائے کہ حضرت عیسی نبی اسرائیلی جسپر انجیل نازل ہوئی تھی وہی دنیا میں دوبارہ آکر امتی بنجائیں گے تو یہ ایک نیا دعوی ہے جو ظاہر نص کے برخلاف ہے اس لئے قوی ثبوت کو چاہتا ہے کیونکہ دعویٰ بغیر دلیل کے قابل پذیرائی نہیں اور ایک دوسرا قرینہ اسپر یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے حضرت عیسی علیہ السلام کا حلیہ سرخ رنگ لکھا ہے جیساکہ عام طور پر شامی لوگوں کا ہوتا ہے ایسا ہی انکے بال بھی خمدار لکھے ہیں ۔ مگر آنے والے مسیح کا رنگ ہرایک حدیث میں گندم گون لکھا ہے اور بال سیدھے لکھے ہیں اور تمام کتاب میں یہی التزام کیا ہے کہ جہاں کہیں حضرت عیسی نبی علیہ السلام کے حلیہ لکھنے کا اتفاق ہوا ہے تو ضرور بالالتزام اس کو احمر یعنے سرخ رنگ لکھا ہے اور اس احمر کے لفظ کو کسی جگہ چھوڑا نہیں اور جہاں کہیں آنے والے مسیح کا حلیہ لکھنا پڑا ہے تو ہرایک جگہ بالالتزام اس کو آدم یعنے گندم گون لکھا ہے یعنے امام بخاری نے جو لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھے ہیں جس میں ان دونوں مسیحوں کا ذکر ہے وہ ہمیشہ اس قاعدہ پر قائم رہے ہیں جو حضرت عیسیٰ نبی اسرائیلی کے لئے احمر کا لفظ اختیار کیا ہے اور آنے والے مسیح کی نسبت آدم یعنے گندم گون کا لفظ اختیار کیا ہے پس اس التزام سے جسکو کسی جگہ صحیح بخاری کی حدیثوں میں ترک نہیں کیا گیا بجز اس کے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عیسی ابن مریم نبی اسرائیلی اور تھا اور آنے والا مسیح جو اسی امت میں سے ہوگا اور ہے ورنہ اس بات کا کیا جواب ہے کہ تفریق حلیتین کا پورا التزام کیوں کیا گیا ۔ ہم اس بات کی ذمہ وار نہیں ہیں اگر کسی اور محدث نے اپنی ناواقفی کی وجہ سے احمر کی جگہ آدم اور آدم کی جگہ احمر لکھدیا ہو مگر امام بخاری جو حافظ حدیث اور اول درجہ کا نقاد ہے اس نے اس بارے میں کوئی ایسی حدیث نہیں لی جس میں مسیح نبی اسرائیلی کو آدم لکھا گیا ہو یا آنے والے مسیح کو احمر لکھا گیا ہو بلکہ امام بخاری نے نقل حدیث کے وقت اس شرط کو عمداً لیا ہے اور برابر اول سے آخر تک اسکو ملحوظ رکھا ہے پس جو حدیث امام بخاری کی شرط کے مخالف ہو وہ قبول کے لائق نہیں ۔

اور منجملہ ان دلائل کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا قرآن شریف

کی یہ آیت ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم بہترین امت ہو جو اس لئے نکالی گئی ہو کہ تا تم تمام دجالوں اور دجال معہود کا فتنہ فرو کرکے اور ان کے شر کو دفع کرکے مخلوق خدا کو فائدہ پہونچاؤ واضح رہے کہ قرآن شریف میں الناس کا لفظ بمعنی دجال معہود بھی آتا ہے اور جس جگہ ان معنوں کو قرینہ قویہ متعین کرے تو پھر اور معنے کرنا معصیت ہے چنانچہ قرآن شریف کے ایک اور مقام میں الناس کے معنے دجال ہی لکھا ہے اور وہ یہ ہے خلق السموات والارض اکبر من خلق الناس یعنے جو کچھ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اسرار اور عجائبات پر ہیں دجال معہود کی طبائع کی بناوٹ اس کے برابر نہیں یعنے گو وہ لوگ اسرارِ زمین و آسمان کے معلوم کرنے میں کتنی ہی جانکاہی کریں اور کیسی ہی طبع وقاد لاویں پھر بھی انکی طبیعتیں ان اسرار کے انتہا تک پہونچ نہیں سکتیں ۔ یاد رہے کہ اس جگہ بھی مفسرین نے الناس سے مراد دجال معہود ہی لیا ہے دیکھو تفسیر معالم وغیرہ اور قرینہ قویہ اسپر یہ ہے کہ لکھا ہے کہ دجال معہود اپنی ایجادوں اور صنعتوں سے خدا تعالیٰ کے کاموں پر ہاتھ ڈالے گا اور اس طرح پر خدائی کا دعوی کرے گا اور اس بات کا سخت حریص ہوگا کہ خدائی باتیں جیسے بارش برسانا اور پھل لگانا اور انسان وغیرہ حیوانات کی نسل جاری رکھنا اور سفر اور حضر اور صحت کے سامان فوق العادۃ طور پر انسان کے لئے مہیا کرنا ان تمام باتوں میں قادر مطلق کی طرح کارروائیاں کرے اور سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہو جائے اور کوئی بات اس کے آگے ان ہونی نہ رہے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور خلاصہ مطلب آیت یہ ہے کہ زمین آسمان میں جس قدر اسرار رکھے گئے ہیں جنکو دجال بذریعہ علم طبعی اپنی قدرت میں کرنا چاہتا ہے وہ اسرار اس کے اندازہ جودت طبع اور مبلغ علم سے بڑھکر ہیں ۔ اور جیسا کہ آیت ممدوحہ میں الناس کے لفظ سے دجال مراد ہے ایسا ہی آیت اخرجت للناس میں بھی الناس کے لفظ سے دجال ہی مراد ہے کیونکہ تقابل کے قرینہ سے اس آیت کے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ کنتم خیر الناس اخرجت لشر الناس اور شر الناس سے بلا شبہ گروہ دجال مراد ہے کیونکہ حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ آدم سے قیامت تک شر انگیزی میں دجال کی مانند نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا اور یہ ایک ایسی محکم اور قطعی دلیل ہے کہ جس کے دونوں حصے یقینی اور قطعی اور عقائد مسلمہ میں سے ہیں ۔ یعنے جیسا کہ کسی مسلمان کو اس بات سے انکار نہیں کہ یہ امت خیر الامم ہے اسی طرح اس بات سے بھی انکار نہیں کہ گروہ دجال شر الناس ہے اور اس تقسیم پر یہ دو آیتیں بھی دلالت کرتی ہیں جو سورۃ لم یکن میں ہیں اور وہ یہ ہیں ان الذین کفروا من اہل الکتاب والمشرکین فی نار جہنم خالدین فیہا اولئک ہم شر البریہ ۔ ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریہ ۔ دیکھو اس آیت کے رو سے ایک ایسے گروہ کو شر البریہ کہا گیا ہے جس میں سے گروہ دجال ہے اور ایسے گروہ کو خیر البریہ کہا گیا ہے جو امت محمدیہ ہے بہر حال آیت خیر امت کا لفظ الناس کے ساتھ مقابلہ ہو کر قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ الناس سے مراد دجال ہے اور یہی ثابت کرنا تھا ۔ اور اس مقصد پر ایک یہ بھی بزرگ قرینہ ہے کہ خدا کی عادت حکیمانہ یہی چاہتی ہے کہ جس نبی کے عہد نبوت میں دجال پیدا ہو اسی نبی کی امت کے بعض افراد اس فتنہ کے فرو کرنے والے ہوں نہ یہ کہ فتنہ تو پیدا ہووے عہد نبوت محمدیہ میں اور کوئی گذشتہ نبی اس کے فرو کرنے کے لئے نازل

ہو اور یہی قدیم سے اور جب سے کہ شریعتوں کی بنیاد پڑی سنت اللہ ہے کہ جس کسی نبی کے عہد نبوت میں کوئی مفسد فرقہ پیدا ہوا اسی نبی کے بعض جلیل الشان وارثوں کو اس فساد کے فرو کرنے کے لئے حکم دیا گیا ہاں اگر یہ فتنہ دجال کا حضرت مسیح کے عہد نبوت میں ہوتا تو ان کا حق تھا کہ خود وہ یا کوئی انکے حواریوں اور خلیفوں میں سے اس فتنہ کو فرو کرتا مگر یہ کیا اندھیر کی بات ہے کہ یہ امت کہلاوے تو خیر الامم مگر خدا تعالے کی نظر میں اس قدر نالایق اور نکمی ہو کہ جب کسی فتنہ کے دور کرنے کا موقع آوے تو اس کے دور کرنے کے لئے کوئی شخص باہر سے مامور ہو اور اس امت میں کوئی ایسا لائق نہ ہو کہ اس فتنہ کو دور کر سکے گویا اس امت کی اس صورت میں وہ مثال ہوگی کہ مثلاً کوئی گورنمنٹ ایک نیا ملک فتح کرے جس کے باشندے جاہل اور نیم وحشی ہوں تو آخر اس گورنمنٹ کو مجبوری سے یہ کرنا پڑے کہ اس ملک کے مالی اور دیوانی اور فوجداری کے انتظام کے لئے باہر سے لائق آدمی طلب کرکے معزز عہدوں پر ممتاز کرے ۔ سو ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کرسکتی کہ جس امت کے ربانی علماء کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری امت کے علماء اسرائیلی پیغمبروں کی طرح ہیں اخیر پر انکی یہ ذلت ظاہر کرے کہ دجال جو خدائے عظیم القدرت کی نظر میں کچھ بھی چیز نہیں اس کے فتنہ کے فرو کرنے کے لئے انمیں مادہ لیاقت نہ پایا جائے اس لئے ہم اسی طرح پر جیسا کہ آفتاب کو دیکھکر پہچان لیتے ہیں کہ یہ آفتاب ہے اس آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کو پہچانتے ہیں اور اس کے یہی معنے کرتے ہیں کہ کنتم خیر امۃ اخرجت لشر الناس الذی ھو الدجال المعھود ۔ یاد رہے کہ ہر ایک امت سے ایک خدمت دینی لی جاتی ہے اور ایک قسم کے دشمن کے ساتھ اس کا مقابلہ پڑتا ہے سو مقدر تہا کہ اس امت کا دجال کے ساتھ مقابلہ پڑے گا جیسا کہ حدیث نافع بن عتبہ سے مسلم میں صاف لکھا ہے کہ تم دجال کے ساتھ لڑو گے اور فتح پاؤ گے ۔ اگرچہ صحابہ دجال کے ساتھ نہیں لڑے مگر حسب منطوق آخرین منہم مسیح موعود اور اس کے گروہ کو صحابہ قرار دیا+ اب دیکھو اس حدیث میں ہی لڑنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جو امت ہیں قرار دیا ۔ اور یہ نہ کہا کہ مسیح نبی اسرائیلی لڑے گا اور نزول کا لفظ محض اجلال اور اکرام کے لئے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ اس پر فساد زمانہ میں ایمان ثریا پر چلا جائے گا اور تمام پیری مریدی اور شاگردی استادی اور افادہ استفادہ معرض زوال میں آجائے گا اس لئے آسمان کا خدا ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے تربیت دیکر بغیر توسط زمینی سلسلوں کے زمین پر بھیجے گا جیسے کہ بارش آسمان سے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے نازل ہوتی ہے ۔

اور منجملہ دلائل قویہ قطعیہ کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو مسیح موعود اسی امت محمدیہ میں سے ہو

+ عن نافع بن عتبہ قال قال رسول اللہ صلعم تغزون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم فارس فیفتحھا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحھا اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحہ اللہ رواہ مسلم ۔ مشکوۃ شریف باب الملاحم صفحہ ۴۶۶ مطبع مجتبائی دہلی ۔ منہ

ہوگا قرآن شریف کی یہ آیت ہے - وعد اللہ الذین آمنوا و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض
کما استخلف الذین من قبلھم الخ - یعنے خدا تعالےٰ نے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں اور نیک کام
کرتے ہیں وعدہ فرمایا ہے جو انکو زمین پر انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں خلیفے مقرر فرمائے گا
اس آیت میں پہلے خلیفوں سے مراد حضرت موسیٰ کی امت میں سے خلیفے ہیں جنکو خدا تعالےٰ نے حضرت
موسیٰ کی شریعت کو قائم کرنے کے لئے پے درپے بھیجا تھا اور خاصکر کسی صدی کو ایسے خلیفوں سے جو دین
موسوی کے مجدد تھے خالی نہیں جانے دیا تھا اور قرآن شریف نے ایسے خلیفوں کا شمار کر کے ظاہر فرمایا ہے کہ
وہ باراں[۱۲] ہیں اور تیرھواں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو موسوی شریعت کا مسیح موعود ہے اور اس مماثلت
کے لحاظ سے جو آیت ممدوحہ میں کَمَا کے لفظ سے مستنبط ہوتی ہے ضروری تھا کہ محمدی خلیفوں کو موسوی خلیفو
سے مشابہت و مماثلت ہو سو اسی مشابہت کے ثابت اور متحقق کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف
میں بارہ موسوی خلیفوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ہر ایک حضرت موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور تیرھواں حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جو موسیٰ کی قوم کا خاتم الانبیاء تھا مگر درحقیقت موسیٰ کی قوم میں سے نہیں تھا اور
پھر خدا نے محمدی سلسلہ کے خلیفوں کو موسوی سلسلہ کے خلیفوں سے مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا
دیا کہ اس سلسلہ کے آخر میں بھی ایک مسیح ہے اور درمیان میں باراں خلیفے ہیں تا موسوی سلسلہ کے مقابل
پر اس جگہ بھی چوداں کا عدد پورا ہو ایسا ہی سلسلہ محمدی خلافت کے مسیح موعود کو چودھویں صدی کے سر پر
پیدا کیا کیونکہ موسوی سلسلہ کا مسیح موعود بھی ظاہر نہیں ہوا تھا جب تک کہ سن موسوی کے حساب سے چودہویں
صدی نے ظہور نہیں کیا تھا ایسا کیا گیا تا دونوں مسیحوں کا مبدء سلسلہ سے فاصلہ باہم مشابہ ہو اور سلسلہ کے آخری
خلیفہ مجدد کو چودھویں صدی کے سر پر ظاہر کرنا تکمیل نور کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مسیح موعود اسلام کے قمر کا
متمم نور ہے اس لئے اس کی تجدید چاند کی چودھویں رات سے مشابہت رکھتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے اس
آیت میں کہ لیظھرہ علی الدین کلہ کیونکہ اظہار تام اور اتمام نور ایک ہی چیز ہے اور یہ قول کہ لیظھرہ علی
الادیان کل الاظہار مساوی اس قول سے ہے کہ لیتم نورہ کل الاتمام - اور پھر دوسری آیت میں اس کی اور
بھی تصریح ہے اور وہ یہ ہے یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون - اس
آیت میں تصریح سے سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا کیونکہ اتمام نور کے لئے چودھویں رات
مقرر ہے - غرض جیساکہ قرآن شریف میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے درمیان باراں خلیفوں کا ذکر فرمایا
گیا اور ان کا عدد بارہ ظاہر کیا گیا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ تمام بارہ کے بارہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم
میں سے تھے مگر تیرھواں خلیفہ جو اخیری خلیفہ ہے یعنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ کے رو سے اس قوم
میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کا کوئی باپ نہ تھا جس کی وجہ سے وہ حضرت موسیٰ سے اپنی شاخ ملا سکتا - یہی
تمام باتیں سلسلہ خلافت محمدیہ میں پائی جاتی ہیں یعنے حدیث متفق علیہ سے ثابت ہے کہ اس سلسلہ میں بھی
درمیانی خلیفے باراں ہیں اور تیرھواں جو خاتم ولایت محمدیہ ہے وہ محمدی قوم میں سے نہیں ہے یعنے قریش میں
سے نہیں اور یہی چاہیے تھا کہ باراں خلیفے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے ہوتے اور

آخری خلیفہ اپنے آباء و اجداد کے رو سے اس قوم میں سے نہ ہوتا تا تحقق مشابہت اکمل اور اتم طور پر ہو جاتا سو الحمدللہ و المنہ کہ ایسا ہی ظہور میں آیا کیونکہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے جو جابر بن سمرہ سے ہے اور وہ یہ ہے لایزال الاسلام عزیزا الی اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش یعنے بارہ خلیفوں کے ہوتے تک اسلام خوب قوت اور زور میں رہے گا مگر تیرہواں خلیفہ جو مسیح موعود ہے اسوقت آئیگا جبکہ اسلام غلبہ صلیب اور غلبہ دجالیت سے کمزور ہو جائے گا اور وہ بارہ خلیفے جو غلبہ اسلام کیوقت آتے رہیں گے وہ سب کے سب قریش میں سے ہونگے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے ہوں گے+ مگر مسیح موعود جو اسلام کے ضعف کے وقت آئے گا وہ قریش کی قوم میں سے نہیں ہو گا کیونکہ ضرور تہا کہ جیسا کہ موسوی سلسلہ کا خاتم الانبیاء اپنے باپ کے رو سے حضرت موسیٰ کی قوم میں سے نہیں ہے ایسا ہی محمدی سلسلہ کا خاتم الاولیاء قریش میں سے نہ ہو اور اسی جگہ سے قطعی طور پر اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ اسلام کا مسیح موعود اسی امت میں سے آنا چاہیئے کیونکہ جبکہ نص قطعی قرآنی یعنی کما کے لفظ سے ثابت ہوگیا کہ سلسلہ استخلاف محمدی کا سلسلہ استخلاف موسوی سے مماثلت رکھتا ہے جیسا کہ اسی کما کے لفظ سے ان دو نبیوں یعنے حضرت موسیٰ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت ثابت ہے جو آیت کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے سمجھی جاتی ہے تو یہ مماثلت اسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے جبکہ محمدی سلسلہ کے آنیوالے خلیفے گزشتہ خلیفوں کا عین نہ ہوں بلکہ غیر ہوں وؔجہ یہ کہ مشابہت اور مماثلت میں من وجہٍ مغایرت

+ الفاظ حدیث یہ ہیں عن جابر بن سمرہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی خلیفۃ کلھم من قریش متفق علیہ مشکوٰۃ شریف باب مناقب قریش۔ یعنے اسلام باراں خلیفوں کے ظہور تک غالب رہے گا اور وہ تمام خلیفے قریش میں سے ہوں گے۔ اس جگہ یہ دعویٰ نہیں ہوسکتا کہ مسیح موعود بھی انہی باراں میں داخل ہے کیونکہ متفق علیہ یہ امر ہے کہ مسیح موعود اسلام کے قوت کے وقت نہیں آئے گا بلکہ اسوقت آئے گا جبکہ زمین پر نصرانیت کا غلبہ ہو گا جیسا کہ یکسر الصلیب کے فقرہ سے مستنبط ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ مسیح کے ظہور سے پہلے اسلام کی قوت جاتی رہے اور مسلمانوں کی حالت پر ضعف طاری ہو جائے اور اکثر اُنکے دوسری طاقتوں کے نیچے اسی طرح محکوم ہوں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت یہودیوں کی حالت ہو رہی تہی چونکہ حدیثوں میں مسیح موعود کا خاص طور پر تذکرہ تہا اس لئے باراں خلیفوں سے اس کو الگ رکھا گیا کیونکہ مقدر ہی کہ وہ نزول شدائد و مصائب کے بعد آوے اور اسوقت آوے جبکہ اسلام کی حالت میں ایک صریح انقلاب پیدا ہو جائے اور اسی طرز سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے تہے یعنے ایسی وقت میں جبکہ یہودیوں میں ایک صریح زوال کی علامت پیدا ہو گئی تہی پس اس طریق سے حضرت موسیٰ کے خلیفے بھی تیرہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے بھی تیرہ اور جیسا کہ حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودھویں جگہ تہے ایسا ہی ضرور تہا کہ اسلام کا مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چودھویں جگہ پر ہو اسی مشابہت سے مسیح موعود کا چودھویں صدی میں ظاہر ہونا ضروری تھا منہ

+ جبکہ بوجہ کما کے لفظ کے جو آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں موجود ہے محمدی سلسلہ کے خلیفوں کی نسبت وجوباً و قطعاً مان لیا گیا ہے کہ وہ وہی خلیفے نہیں ہیں جو موسوی سلسلہ کے خلیفے تہے ہاں اُن خلیفوں سے مشابہ ہیں اور نیز ساتہہ اسکے واقعات نے بھی ظاہر کر دیا ہے کہ وہ لوگ پہلے خلیفوں کے عین نہیں ہیں بلکہ غیر ہیں تو پھر آخری خلیفہ اس سلسلہ محمدیہ کی نسبت جو مسیح موعود ہے کیوں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے مسیح کا عین ہے کیا وہ کما کے لفظ کے نیچے نہیں ہے کیا یہ سچ نہیں کہ حسب منشاء کما کے لفظ کے محمدی سلسلہ کا مسیح اسرائیلی مسیح کا غیر ہونا چاہیئے نہ عین سمجھنا تو قرآن کے منطوق نص پر صریح حملہ ہے بلکہ قرآن شریف سے صریح تکذیب ہے۔ اور نیز ایک بیجا تحکم کہ باراں خلیفوں کو تو حسب منشاء کما کے لفظ کے اسرائیلی خلیفوں کا غیر سمجھنا اور پھر مسیح موعود کو جو سلسلہ موسویہ کے مقابل پر سلسلہ محمدیہ کا آخری خلیفہ ہے پہلے مسیح کا عین قرار دینا ام من وجہ ہو نکتۃ مبتکرۃ و حجۃ باھرۃ و دُرّ ثمین [illegible] فخذوھا بقوۃ و اشکروا اللہ [illegible] ولا تکونوا من [illegible] منہ

ضروری ہے اور کوئی چیز اپنے نفس کے مشابہ نہیں کہلا سکتی۔ پس اگر فرض کرلیں کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا جو تقابل کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابل پر واقع ہوا ہے جس کی نسبت یہ ماننا ضروری ہے کہ وہ اس امت کا خاتم الاولیاء ہے+ جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسیٰ خاتم الانبیاء ہے اگر درحقیقت وہی عیسیٰ علیہ السلام ہے جو دوبارہ آنے والا ہے تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن جیسا کہ کما کے لفظ سے مستنبط ہوتا ہے دونوں سلسلوں کے تمام خلیفوں کو من وجہ مغایر قرار دیتا ہے اور یہ ایک نص قطعی ہے کہ اگر ایک دنیا اس کے مخالف اکٹھی ہو جائے تب بھی وہ اس نص واضح کو رد نہیں کر سکتے کیونکہ جب پہلے سلسلہ کا عین ہی نازل ہوگیا تو وہ مغایرت فوت ہوگئی اور لفظ کما کا مفہوم باطل ہوگیا۔ پس اس صورت میں تکذیب قرآن شریف لازم ہوئی وھذا باطل و کلّما یستلزم الباطل فھو باطل۔ یاد رہے کہ قرآن شریف نے آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں وہی کما استعمال کیا ہے جو آیت کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولًا میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہو کر نہیں آئے بلکہ یہ خود موسیٰ بطور تناسخ آگیا ہے یا یہ دعویٰ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ توریت کی اس پیشگوئی کا میں مصداق ہوں بلکہ اس پیشگوئی کے معنے یہ ہیں کہ خود موسیٰ ہی آجائے گا جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہے تو کیا اس فضول دعوے کا یہ جواب نہیں دیا جائے گا کہ قرآن شریف میں ہرگز بیان نہیں فرمایا گیا کہ خود موسیٰ آئے گا بلکہ کما کے لفظ سے مثیل موسیٰ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پس یہی جواب ہماری طرف سے ہے کہ اس جگہ بھی سلسلہ خلفاء محمدی کے لئے کما کا لفظ موجود ہے اور یہ نص قطعی کلام الٰہی کے آفتاب کی طرح چمک کر ہمیں بتلا رہی ہے کہ سلسلہ خلافت محمدی کے تمام خلیفے خلفاء موسوی کے مثیل ہیں اسی طرح آخری خلیفہ جو خاتم ولایت محمدیہ ہے جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے وہ حضرت عیسیٰ سے جو خاتم سلسلہ نبوت موسویہ ہے مماثلت اور مشابہت رکھتا ہے مثلاً دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت یوشع بن نون سے کیسی مشابہت ہے کہ انھوں نے ایسا ایک ناتمام کام لشکر اسامہ اور انبیاء کاذبین کے مقابلہ کا پورا کیا جیسا کہ حضرت یوشع بن نون نے پورا کیا اور آخری خلیفہ سلسلہ موسوی کا یعنے حضرت عیسیٰ جیسا کہ اسوقت آیا جبکہ گلیل اور پلاطوس کے علاقہ سے سلطنت یہود کی جاتی رہی تھی ایسا ہی سلسلہ محمدیہ کا مسیح ایسے وقت میں آیا کہ جب ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکی۔

تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ آیا یہ امر ثابت ہے یا نہیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی زمانہ میں آنا چاہیئے جس میں ہم ہیں سو دلائل مفصلہ ذیل سے صاف طور پر کھل گیا ہے کہ ضرور ہے کہ وہ اسی زمانہ میں آوے۔

(۱) اول دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے لکھا ہے کہ مسیح موعود کسر صلیب کے لئے آئے گا اور ایسے وقت میں آئے گا کہ جب ملک میں ہر ایک پہلو سے بے اعتدالیاں قول اور فعل میں پھیلی ہوئی ہونگی۔ سو اب اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے غور سے دیکھنے کی ہی حاجت نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ عیسائیت کا اثر لاکھوں انسانوں کے دلوں پر پڑ گیا ہے اور ملک اباحت کی تعلیموں کا

+ شیخ محی الدین ابن العربی اپنی کتاب فصوص میں مہدی خاتم الاولیاء کی ایک علامت لکھتے ہیں کہ اس کا خاندان چینی حدود میں سے ہوگا اور اس کی پیدائش میں یہ ندرت ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک لڑکی بطور توام پیدا ہوگی یعنے اس طرح پر خدا اناث کا حصہ اس سے الگ کردے گا۔ سو اسی کشف کے مطابق اس عاجز کی ولادت ہوئی ہے اور اسی کشف کے مطابق میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں۔ منہ

متاثر ہوتا جاتا ہے۔ صدہا آدمی ہر ایک خاندان میں سے نہ صرف دین اسلام سے ہی مرتد ہو گئے ہیں بلکہ جناب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن بھی ہو گئے ہیں اور ابتک صدہا کتابیں دین اسلام کے رد میں تالیف بھی ہو چکی ہیں اور اکثر وہ کتابیں توہین اور گالیوں سے پر ہیں اور اس مصیبت کیوقت جب ہم گذشتہ زمانہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک قطعی فیصلہ کے طور پر یہ رائے ظاہر کرنی پڑتی ہے کہ تیرہ سو برس کی بارہ صدیوں میں سے کوئی بھی ایسی صدی اسلام کے مفتر نہیں گذری کہ جیسے تیرھویں صدی گذری ہے اور یا جو اب گذر رہی ہے لہذا عقل سلیم اس بات کی ضرورت کو مانتی ہے کہ ایسے پر خطر زمانہ کے لئے جس میں عام طور پر زمین میں بہت جوش مخالفت کا پھوٹ پڑا ہے اور مسلمانوں کی اندرونی زندگی بھی ناگفتہ بہ حالت تک پہونچ گئی ہے کوئی مصلح صلیبی فتنوں کا فرو کرنے والا اور اندرونی حالت کو پاک کرنے والا پیدا ہو۔ اور تیرھویں صدی کے پورے سو برس کے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ ان زہریلی ہواؤں کی اصلاح جو بڑے زور شور سے چل رہی ہیں اور عام وبا کی طرح ہر ایک شہر اور گانو سے کچھ کچھ اپنے قبضہ میں لا رہی ہیں ہر ایک معمولی طاقت کا کام نہیں کیونکہ یہ مخالفانہ تاثیرات اور ذخیرہ اعتراضات خود ایک معمولی طاقت نہیں بلکہ زمین نے اپنے وقت پر ایک جوش مارا ہے اور اپنے تمام زہروں کو بڑی قوت کے ساتھ اگلا ہے اس لئے اس زہر کی مدافعت کے لئے آسمانی طاقت کی ضرورت ہے کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے سو اس دلیل سے روشن ہو گیا کہ یہی زمانہ مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ ہے۔ یہ بات بڑی سریع الفہم ہے جسکو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جس حالت میں علت غائی مسیح کے آنے کی کسر صلیب ہے اور آج کل مذہب صلیب اُس جوانی کے جوشوں میں ہے جس سے بڑھکر اس کی قوتوں کا نشوونما اور اس کے حملوں کا طریق ہیئت نماہونا ممکن نہیں+ تو پھر اگر اسوقت میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدافعت نہ ہوتی تو پھر اس کے بعد کس وقت کی انتظار تھی اور نیز جبکہ مسیح موعود کا صدی کے سر پر ہی آنا ضروری ہے اور چودھویں صدی میں سے سترہ برس گذر گئے تو اس صورت میں اگر ابتک مسیح نہیں آیا تو ماننا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے کہ اور سو برس تک یا اس سے بھی زیادہ اسلام کو نشانہ توہین و تحقیر رکھے۔ لیکن اس کسر صلیب سے میری مراد وہ طریق جہاد اور کشت و خون نہیں جو حال کے اکثر علماء کا مد نظر ہے کیونکہ وہ لوگ تمام خوبیوں کو جہاد اور لڑائی پر ہی ختم کر بیٹھے ہیں اور میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ مسیح یا اور کوئی دین کے لئے لڑائیاں کرے۔ ✤

(۲) دوسری دلیل وہ بعض احادیث اور کشوف اولیاء کرام و علماء عظام ہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو گا چنانچہ حدیث الآیات بعد المائتین کی تشریح بہت سے متقدمین اور متاخرین نے یہی کی ہے جو مائتین کے لفظ سے وہ مائتین مراد ہیں جو الف کے بعد ہیں یعنے ہزار کے بعد اس طرح پر معنے اس حدیث کے یہ ہوئے کہ مہدی اور مسیح کی پیدائش جو آیات کبریٰ میں سے ہے تیرھویں صدی میں ہو گی اور چودھویں صدی میں اس کا ظہور ہو گا۔ یہی معنے محققین علماء نے کئے ہیں اور انہی قرائن سے انہوں نے حکم کیا ہے کہ مہدی معہود کا تیرھویں صدی میں پیدا ہو جانا ضروری ہے تا چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو سکے چنانچہ اسی بنا پر اور نیز کئی اور قرائن کے رو سے ہی مولوی نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم اپنی

+ اس وجہ سے اس سے زیادہ سختی ممکن نہیں کہ جس قدر اسلام پر ابتلا آنا تھا آ گیا اب اس سے زیادہ اس اُمّت مرحومہ پر ابتلا نہیں آسکتا کیونکہ اگر اس سے زیادہ مخالفت کی کامیابی ہو جائے تو قرائن تو یہ صاف گواہی دے رہے ہیں کہ اسلام کا بکلی استیصال ہو جائے لہذا ضروری تھا کہ اس درجہ کے ابتلا پر مسیح کاسر الصلیب آ جاتا اور اس سے زیادہ اسلام کو خفت نہ اٹھانی پڑتی۔ منہ

✤ اگر کسی کمزور یا نابینا کے کپڑے پر کوئی پلیدی لگ جائے یا وہ شخص خود کیچڑ میں پھنس جائے تو ہماری انسانی ہمدردی کا یہ تقاضا نہیں ہو سکتا کہ ان مکروہ اسباب کی وجہ سے اُس کمزور یا نابینا کو قتل کر دیں بلکہ ہمارے رحم کا یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم خود اُٹھ کر محبت کی راہ سے اُس کیچڑ سے اس عاجز کے پیر باہر نکالیں۔ اور کپڑے کو دھو دیں۔ منہ

کتاب حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں کہ میں بلحاظ قرائن قویہ گمان کرتا ہوں کہ چودھویں صدی کے سر پر مہدی معہود کا ظہور ہوگا۔ اور ان قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ تیرھویں صدی میں بہت سے دجالی فتنے ظہور میں آگئے ہیں۔ اب دیکھو کہ اس نامی مولوی نے جو بہت سی کتابوں کا مولف ہی ہے کیسی صاف گواہی دیدی کہ چودھویں صدی ہی مہدی اور مسیح کے ظاہر ہونے کا وقت ہے اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنی کتاب میں اپنی اولاد کو وصیت بھی کرتا ہے کہ اگر میں مسیح موعود کا زمانہ نہ پاؤں تو تم میری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا السلام علیکم مسیح موعود کو پہونچا دو+۔ مگر افسوس کہ یہ تمام باتیں صرف زبان سے تھیں اور دل انکار سے خالی نہ تھا اگر وہ میرے دعوی مسیح موعود ہونے کا زمانہ پاتے تو ظاہر قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں علماء سے لعن وطعن اور تکفیر وتکذیب اور تفسیق میں شریک ہو جاتے کیا ان مولویوں نے چودھویں صدی کے آنے پر کچھ غور بھی کی کچھ خوف خدا اور تقویٰ سے بھی کام لیا کونسا حملہ ہے جو نہیں کیا اور کونسی تکذیب اور توہین ہے جو اُن سے ظہور میں نہیں آئی اور کونسی گالی ہے جس سے زبان کو روک رکھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک کسی دل کو خدا نہ کھولے کھل نہیں سکتا۔ اور جب تک وہ قادر کریم خود اپنے فضل سے بصیرت عنایت نہ کرے تب تک کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ اور پھر ایک ثبوت چودھویں صدی کے متعلق یہ ہے کہ ایک بزرگ نے مدت دراز سے ایک شعر اپنے کشف کے متعلق شایع کیا ہوا ہے جس کو لاکھوں انسان جانتے ہیں۔ اُس کشف میں بھی یہی لکھا ہے کہ مہدی معہود یعنے مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ شعر یہ ہے ~ در سن غاشی ہجری دو قِراں خواہد بود۔ از پئے مہدی و دجال نشاں خواہد بود۔ اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ جب چودھویں صدی میں سے گیارہ برس گذریں گے تو آسمان پر خسوف کسوف چاند اور سورج کا ہوگا اور وہ مہدی اور دجال کے ظاہر ہوجانے کا نشان ہوگا۔ اس شعر میں مولف نے دجال کے مقابل پر مسیح نہیں لکھا بلکہ مہدی لکھا۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہدی اور مسیح دونوں ایک ہی ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوگئی اور میرے دعوے کے وقت رمضان کے مہینہ میں اسی صدی میں یعنے چودھویں صدی ۱۳۱۱ھ میں خسوف کسوف ہوگیا فالحمد للہ علی ذالک۔ ایسا ہی دارقطنی کی ایک حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا وہ حدیث یہ ہے کہ ان لمھدینا آیتین الخ ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین و آسمان کی بنیاد ڈالی گئی وہ نشان کسی مامور اور مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ چاند کا اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج کا اپنے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں رمضان کے مہینہ میں گرہن ہوگا یعنے انہی دنوں میں جبکہ مہدی اپنا دعوی دنیا کے سامنے پیش کرے گا اور دنیا اس کو قبول نہیں کریگی آسمان پر اس کی تصدیق کے لئے ایک نشان ظاہر ہوگا اور وہ یہ کہ مقررہ تاریخوں میں جیسا کہ حدیث مذکورہ میں درج ہیں سورج چاند کا رمضان کے مہینہ میں جو نزول کلام الٰہی کا مہینہ ہے گرہن ہوگا اور ظلمت کے دکھلانے سے خداتعالےٰ کی طرف سے یہ اشارہ ہوگا کہ زمین پر ظلم کیا گیا اور جو خدا کی طرف سے تھا اس کو مفتری سمجھا گیا۔ اب اس حدیث سے

+ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود کو السلام علیکم پہونچایا یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک پیشگوئی ہے نہ عوام کی طرح معمولی سلام اور پیشگوئی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بشارت دیتے ہیں کہ جسقدر مخالفین کی طرف سے فتنے اٹھیں گے اور کافر اور دجال کہیں گے اور عزت اور جان کا ارادہ کریں گے اور قتل کے لئے فتوے لکھیں گے خدا ان سب باتوں میں انکو نامراد رکھے گا اور تمہارے شامل حال سلامتی رہے گی اور ہمیشہ کے لئے عزت اور بزرگی اور قبولیت اور ہر ایک ناکامی سے سلامتی صفحہ دنیا میں محفوظ رہیگی جیسا کہ السلام علیکم کا مفہوم ہے۔ منہ

صاف طور پر چودھویں صدی متعین ہوتی ہے کیونکہ کسوف خسوف جو مہدی کا زمانہ بتلاتا ہے اور مکذبین کے سامنے نشان پیش کرتا ہے وہ چودھویں صدی میں ہی ہوا ہے۔ اب اس سے زیادہ صاف اور صریح دلیل کونسی ہوگی کہ کسوف خسوف کے زمانہ کو مہدی معہود کا زمانہ حدیث نے مقرر کیا ہے اور یہ امر مشہود محسوس ہے کہ یہ کسوف خسوف چودھویں صدی ہجری میں ہی ہوا اور اسی صدی میں مہدی ہونے کے مدعی کی سخت تکذیب ہوئی۔ پس ان قطعی اور یقینی مقدمات سے یہ قطعی اور یقینی نتیجہ نکلا کہ مہدی معہود کا زمانہ چودھویں صدی ہے اور اس سے انکار کرنا امور مشہودہ محسوسہ بدیہیہ کا انکار ہے۔ ہمارے مخالف اس باتکو تو مانتے ہیں کہ چاند اور سورج کا گرہن رمضان میں واقع ہو گیا اور چودھویں صدی میں واقع ہوا مگر نہایت ظلم اور حق پوشی کی راہ سے تین عذر پیش کرتے ہیں ناظرین خود سوچ لیں کہ کیا یہ عذر صحیح ہیں (۱) اول یہ عذر ہے کہ بعض راوی اس حدیث کے ثقاۃ میں سے نہیں ہیں اس کا یہ جواب ہے کہ اگر درحقیقت بعض راوی مرتبہ اعتبار سے گرے ہوئے تھے تو یہ اعتراض دارقطنی پر ہو گا کہ اس نے ایسی حدیث کو لکھکر مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیا۔ یعنے یہ حدیث اگر قابل اعتبار نہیں تھی تو دارقطنی نے اپنی صحیح میں کیوں اس کو درج کیا حالانکہ وہ اس مرتبہ کا آدمی ہے جو صحیح بخاری پر بھی تعاقب کرتا ہے اور اس کی تنقید میں کسی کو کلام نہیں اور اسکی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ گذر گیا مگر ابتک کسی عالم نے اس حدیث کو زیر بحث لاکر اُس کو موضوع قرار نہیں دیا نہ یہ کہا کہ اس کے ثبوت کی تائید میں کسی دوسرے طریق سے مدد نہیں ملی بلکہ اسوقت سے جو یہ کتاب ممالک اسلامیہ میں شایع ہوئی تمام علماء و فضلاء متقدمین و متاخرین میں سے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے۔ بھلا اگر کسی نے اکابر محدثین میں سے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے تو ان میں سے کسی محدث کا فعل یا قول پیش تو کرو جس نے لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اگر کسی جلیل الشان محدث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر سکو تو ہم فی الفور **ایک سو روپیہ** بطور انعام تمہاری نذر کریں گے جس جگہ چاہو امانتاً پہلے جمع کرا لو ورنہ خدا سے ڈرو جو میرے بغض کے لئے صحیح حدیثوں کو جو علماء ربانی نے لکھی ہیں موضوع ٹھہراتے ہو حالانکہ امام بخاری نے تو بعض روافض اور خوارج سے بھی روایت لی ہے ان تمام حدیثوں کو کیوں صحیح جانتے ہو۔ غرض ناظرین کے لئے یہ فیصلہ کھلا کھلا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حدیث کو موضوع قرار دیتا ہے تو وہ اکابر محدثین کی شہادت سے ثبوت پیش کرے۔ ہم حتمی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اسکو **ایکسو روپیہ** بطور انعام دیدیں گے۔ خواہ یہ روپیہ بھی مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب کے پاس اپنی تسلی کے لئے بشرائط مذکورہ بالا جمع کرا لو اور اگر یہ حدیث موضوع نہیں اور افترا کی تہمت سے اس کا دامن پاک ہے تو تقوی اور ایمانداری کا یہی تقاضا ہونا چاہیے کہ اس کو قبول کر لو۔ محدثین کا ہرگز یہ قاعدہ نہیں ہے کہ کسی راوی کی نسبت ادنیٰ جرح سے بھی فی الفور حدیث کو موضوع قرار دیا جائے۔ بھلا جن حدیثوں کے رو سے مہدی خونی کو مانا جاتا ہے وہ کس مرتبہ کی ہیں آیا انکے تمام راوی جرح سے خالی ہیں بلکہ جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے تمام اہل حدیث جانتے ہیں کہ مہدی کی حدیثوں میں سے ایک حدیث بھی جرح سے خالی نہیں

پھر ان مہدی کی حدیثوں کو ایسا قبول کر لینا کہ گویا انکا انکار کفر ہے حالانکہ وہ سب کی سب جرح سے بھری ہوئی ہیں اور ایک ایسی حدیث سے انکار کرنا جو اور طریقوں سے بھی ثابت ہے اور جو خود قرآن آیت جمع الشمس والقمر میں اس کے مضمون کا مصدق ہے۔ کیا یہی ایمانداری ہے۔ حدیثوں کے جمع کرنے والے ہر ایک جرح سے حدیث کو نہیں پھینک دیتے تھے ورنہ ان کے لئے مشکل ہو جاتا کہ اس التزام سے تمام اخبار و آثار کو اکٹھا کر سکتے۔ یہ باتیں سب کو معلوم ہیں مگر اب بُخل جوش مار رہا ہے۔ ماسوا اس کے جبکہ مضمون اس حدیث کا جو غیب کی خبر پر مشتمل ہے پورا ہو گیا تو بموجب آیت کریمہ لا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول قطعی اور یقینی طور پر ماننا پڑا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اس کا راوی بھی عظیم الشان ائمہ میں سے ہے یعنے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تو اب بعد شہادت قرآن شریف کے جو آیت لا یظھر علی غیبہ احداً سے اس حدیث کے منجانب رسول ہونے پر مل گئی ہے پھر بھی اس کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھنا کیا یہ دیانت کا طریق ہے اور کیا آپ لوگوں کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی پر بجز خدا کے رسولوں کے کوئی اور بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر نہیں ہو سکتا تو کیوں اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ قرآنی شہادت کے رو سے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے+ اور اگر آپ لوگوں کے نزدیک ایسی پیشگوئی پر کوئی دوسرا بھی قادر ہو سکتا ہے تو پھر آپ اس کی نظیر پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ کسی مفتری یا رسول کے سوا کسی اور نے کبھی یہ پیشگوئی کی ہو کہ ایک زمانہ آتا ہے جس میں فلاں مہینے میں چاند اور سورج کا خسوف کسوف ہوگا اور فلاں فلاں تاریخوں میں ہو گا اور یہ نشان کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لئے ہو گا جس کی تکذیب کی گئی ہو گی اور اس صورت کا نشان اول سے آخر تک کبھی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا ہوگا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ ہرگز اس کی نظیر پیش نہیں کر سکیں گے۔ درحقیقت آدم سے لیکر اسوقت تک کبھی اس قسم کی پیشگوئی کسی نے نہیں کی اور یہ پیشگوئی چار پہلو رکھتی ہے۔ (۱) یعنے چاند کا گرہن اس کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں ہونا۔ (۲) سورج کا گرہن اس کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہونا (۳) تیسرے یہ کہ رمضان کا مہینہ ہونا۔ (۴) چوتھے مدعی کا موجود ہونا جس کی تکذیب کی گئی ہو۔ پس اگر اس پیشگوئی کی عظمت کا انکار ہے تو دنیا کی تاریخ میں سے اسکی نظیر پیش کرو اور جب تک نظیر نہ مل سکے تب تک یہ پیشگوئی ان تمام پیشگوئیوں سے اول درجہ پر ہے جنکی نسبت آیت لا یظھر علی غیبہ احداً کا مضمون صادق آسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدم سے اخیر تک اسکی نظیر نہیں۔ پھر جبکہ ایک حدیث دوسری حدیث سے قوت پاکر پایہ یقین کو پہونچ جاتی ہے تو جس حدیث نے خدا تعالےٰ کے کلام سے قوت پائی ہے اس کی نسبت یہ زبان پر لانا کہ وہ موضوع اور مردود ہے انہی لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالےٰ کا خوف نہیں ہے اگرچہ بباعث کثرت اور کمال شہرت کے اس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک رفع نہیں کیا گیا اور نہ اسکی ضرورت سمجھی گئی مگر خدا نے اپنی دو گواہیوں سے یعنی آیت لا یظھر الخ اور آیت جمع الشمس والقمر سے خود اس حدیث کو مرفوع متصل بنا دیا سو بلاشبہ قرآنی شہادت سے اب یہ حدیث مرفوع

+ یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی گواہی صحت حدیث کسوف خسوف کی نسبت صرف ایک گواہی نہیں ہے بلکہ دو گواہیاں ہیں ایک تو یہ آیت کہ وجمع الشمس والقمر جو پیشگوئی کے طور پر بتلا رہی ہے کہ قیامت کے قریب جو مہدی آخر الزمان کے ظہور کا وقت ہے چاند اور سورج کا ایک ہی مہینہ میں گرہن ہوگا۔ دوسری گواہی اس حدیث کی صحیح اور موضوع متصل ہونے پر آیت لا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول میں ہے کیونکہ یہ آیت علم غیب صحیح اور صاف کا رسولوں پر حصر کرتی ہے جس سے بالضرورت متعین ہوتا ہے کہ ان لمہدینا کی حدیث بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ منہ

متصل ہے کیونکہ قرآن ایسی تمام پیشگوئیوں کا جو کمال صفائی سے پوری ہو جائیں اس تہمت سے تبریہ کرتا ہے کہ بجز خدا کے رسول کے کوئی اور شخص ان کا بیان کرنے والا ہے نعوذ باللہ یہ خدا کی کلام کی تکذیب ہے کہ وہ تو صاف لفظوں میں بیان فرماوے کہ بین صریح اور صاف پیشگوئیوں کے کہنے پر بجز اپنے رسول کے کسی کو قدرت نہیں دیتا لیکن اس کے برخلاف کوئی اور یہ دعوے کرے کہ ایسی پیشگوئیاں کوئی اور بھی کر سکتا ہے جس پر خدا کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوئی اور اس طریق سے آیت لا یظہر علیٰ غیبہ احدا کی تکذیب کر دیوے۔ غرض جبکہ ان تمام طریقوں سے اس حدیث کی صحت ثابت ہو گئی اور نیز اس کی پیشگوئی اپنے پورے پیرایہ میں وقوع میں بھی آگئی تو اے خدا سے ڈرنے والو! اب مجھے کہنے دو کہ ایسی حدیث سے انکار کرنا جو گیارہ سو برس سے علماء اور خواص اور عوام میں شایع ہو رہی ہے اور امام محمد باقر اس کے راوی ہیں اور تیرہ سو برس سے یعنے ابتدا سے آجتک کسی نے اس کو موضوع قرار نہیں دیا اور نہ دار قطنی نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اور قرآن آیت جمع الشمس والقمر میں اس کا مصدق ہے یعنے اسی گرہن سورج اور چاند کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے اور نیز قرآن کے صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کسی پیشگوئی پر جو صاف اور صریح اور فوق العادت طور پر پوری ہو گئی ہو بجز خدا کے رسول کے اور کوئی شخص قادر نہیں ہو سکتا۔ ایسا انکار جو عناداً کیا جائے ہرگز کسی ایماندار کا کام نہیں۔

دوسرا اعتراض مخالفین کا یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اپنے الفاظ کے مفہوم کے مطابق پوری نہیں ہوئی کیونکہ چاند کا گرہن رمضان کی پہلی رات میں نہیں ہوا بلکہ تیرہویں رات میں ہوا اور نیز سورج کا گرہن رمضان کی پندرھویں تاریخ نہیں ہوا بلکہ ۲۸ تاریخ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گرہن کے لئے کوئی نیا قاعدہ اپنی طرف سے نہیں تراشا بلکہ اُسی قانون قدرت کے اندر اندر گرہن کی تاریخوں سے خبر دی ہے جو خدا نے ابتدا سے سورج اور چاند کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ سورج کا کسوف اسکے دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہوگا اور قمر کا خسوف اس کی پہلی راتیں ہوگا یعنے ان تین راتوں میں سے جو خدا نے قمر کے گرہن کے لئے مقرر فرمائے ہیں پہلی رات میں خسوف ہوگا سو ایسا ہی وقوع میں آیا کیونکہ چاند کی تیرھویں راتیں جو قمر کی خسوفی راتوں میں سے پہلی رات ہے خسوف واقع ہو گیا اور حدیث کے مطابق واقع ہوا ورنہ مہینہ کی پہلی رات میں قمر کا گرہن ہونا ایسا ہی بدیہی محال ہے جس میں کسی کو کلام نہیں وجہ یہ کہ عرب کی زبان میں چاند کو اسی حالت میں قمر کہہ سکتے ہیں جبکہ چاند تین دن سے زیادہ کا ہو اور تین دن تک اس کا نام ہلال ہے نہ قمر اور بعض کے نزدیک سات دن تک ہلال ہی کہتے ہیں چنانچہ قمر کے لفظ میں لسان العرب وغیرہ میں یہ عبارت ہے ھو بعد ثلث لیال الی آخر الشہر یعنے چاند کا قمر کے لفظ پر اطلاق تین رات کے بعد ہوتا ہے۔ پھر جبکہ پہلی رات میں جو چاند نکلتا ہے وہ قمر نہیں ہے اور نہ قمر کی وجہ تسمیہ یعنے شدت سپیدی و روشنی اس میں موجود ہے تو پھر کیونکر یہ معنے صحیح ہونگے کہ پہلی رات میں قمر کو گرہن لگے گا یہ تو ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں جوان عورت پہلی رات

میں ہی حاملہ ہو جائے گی اور اِسپر کوئی مولوی صاحب ضد کر کے یہ معنے بتلاویں کہ پہلی رات سے مراد وہ رات ہے جس رات وہ لڑکی پیدا ہوئی ہے تو کیا یہ معنے صحیح ہوں گے اور کیا انکی خدمت میں کوئی عرض نہیں کرے گا کہ حضرت پہلی رات میں تو وہ جوان عورت نہیں کہلاتی بلکہ اُس کو صبیۃ یا بچہ کہیں گے پھر اسکی طرف حمل منسوب کرنا کیا معنے رکھتا ہے اور اس جگہ ہر ایک عقلمند یہی سمجھے گا کہ پہلی رات سے مراد زفاف کی رات ہے جبکہ اول دفعہ ہی کوئی عورت اپنے خاوند کے پاس جائے۔ اب بتلاؤ کہ اس فقرے میں اگر کوئی اس طرح کے معنے کرے تو کیا وہ معنے آپکے نزدیک صحیح ہیں اس بنیاد پر کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور کیا آپ ایسا خیال کرلیں گے کہ وہ جوان عورت پیدا ہوتے ہی اپنے پیدایش کی پہلی رات میں ہی حاملہ ہو جائے گی۔ اے حضرات خدا سے ڈرو جبکہ حدیث میں قمر کا لفظ موجود ہے اور بالاتفاق قمر اس کو کہتے ہیں جو تین دن کے بعد یا سات دن کے بعد کا چاند ہوتا ہے تو اب ہلال کو کیونکر قمر کہا جائے ظلم کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہے پھر ظاہر ہے کہ جبکہ قمر کے گرہن کے لئے تین راتیں خدا کے قانون قدرت میں موجود ہیں اور پہلی رات چاند کے خسوف کی تین راتوں میں سے مہینہ کی تیرھویں رات ہے اور ایسا ہی سورج کے گرہن کے لئے خدا کے قانون قدرت میں تین دن ہیں اور بیچ کا دن سورج کے کسوف کے دنوں میں سے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ ہے تو یہ معنے کیسے صاف اور سیدھے اور سریع الفہم اور قانون قدرت پر مبنی ہیں کہ مہدی کے ظہور کی یہ نشانی ہوگی کہ چاند کو اپنے گرہن کی مقررہ راتوں میں سے جو اس کے لئے خدا نے ابتدا سے مقرر کر رکھے ہیں پہلی رات میں گرہن لگ جائے گا یعنے مہینہ کی تیرھویں رات جو گرہن کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات ہے ایسا ہی سورج کو اپنے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں گرہن لگے گا یعنے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو جو سورج کے گرہن کا ہمیشہ بیچ کا دن ہے کیونکہ خدا کے قانون قدرت کے رو سے ہمیشہ چاند کا گرہن تین راتوں میں سے کسی رات میں ہوتا ہے یعنے ۱۳۔ و ۱۴۔ و ۱۵۔ ایسا ہی سورج کا گرہن اس کے تین مقررہ دنوں میں سے کبھی باہر نہیں جاتا یعنے مہینہ کا ۲۷۔ و ۲۸۔ و ۲۹۔ پس چاند کے گرہن کا پہلا دن ہمیشہ سترھویں تاریخ سمجھا جاتا ہے۔ اور سورج کے گرہن کا بیچ کا دن ہمیشہ مہینہ کی ۲۸۔ تاریخ۔ عقلمند جانتا ہے اب ایسی صاف پیشگوئی میں بحث کرنا اور یہ کہنا کہ قمر کا گرہن مہینہ کی پہلی رات میں ہونا چاہیے تھا یعنے جبکہ کنارہ آسمان پر ہلال نمودار ہوتا ہے یہ کسقدر ظلم ہے۔ کہاں ہیں رونے والے جو اس قسم کی عقلوں کو رو ویں یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ پہلی تاریخ کا چاند جسکو ہلال کہتے ہیں وہ تو خود ہی مشکل سے نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ عیدوں پر جھگڑے ہوتے ہیں پس اس غریب بیچارہ کا گرہن کیا ہوگا کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔ +

تیسرا اعتراض اس نشان کو مٹانے کے لئے یہ پیش کیا گیا ہے کہ کیا ممکن نہیں کہ کسوف خسوف تو اب رمضان میں ہو گیا ہو مگر مہدی جسکی تائید اور شناخت کے لئے خسوف کسوف ہوا ہے وہ پندرھویں صدی میں پیدا ہو یا سولھویں صدی میں یا اس کے بعد کسی اور صدی میں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اے بزرگو!

+ یاد رہے کہ کسی حدیث کی سچائی پر اس سے زیادہ کوئی یقینی اور قطعی گواہی نہیں ہوسکتی کہ وہ حدیث اگر کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے تو وہ پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جائے کیونکہ اور سب طریق اثبات صحت حدیث کے ظنی ہیں مگر یہ حدیث کا ایک چمکتا ہوا زیور ہے کہ اُسکی سچائی کی روشنی پیشگوئی کے پورے ہونے سے ظاہر ہو جائے کیونکہ کسی حدیث کی پیشگوئی کا پورا ہو جانا اس حدیث کو مرتبہ ظن سے یقین کے اعلیٰ درجہ تک پہونچا دیتا ہے اور ایسی حدیث کے ہم رتبہ اور یقینی مرتبہ میں ہم پلہ کوئی حدیث نہیں ہوسکتی گو بخاری کی ہو یا مسلم کی اور ایسی حدیث کے سلسلہ اسناد میں گو بفرض محال ہزار کذاب اور مفتری ہو اُسکی قوت صحت اور مرتبہ یقین کو کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا سکتا کیونکہ وسائل محسوسہ مشہودہ بدیہیہ سے اسکی صحت کھل جاتی ہے اور ایسی کتاب کا یہ امر فخر ہو جاتا ہے اور اُسکی صحت پر ایک دلیل قائم ہو جاتی ہے جس میں ایسی حدیث ہو پس دار قطنی کا فخر ہے جسکی حدیث ایسی صفائی سے پوری ہوگئی۔ منہ

خدا ہی تم پر رحم کرے جب کہ آپ لوگوں کی فہم کی یہانتک نوبت پہونچ گئی ہے تو میرے اختیار میں نہیں کہ میں کچھ سمجھا سکوں - صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نشان اس کے رسولوں اور ماموروں کی تصدیق اور شناخت کے لئے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں ہوتے ہیں جبکہ انکی سخت تکذیب کی جاتی ہے اور انکو مفتری اور کافر اور فاسق قرار دیا جاتا ہے تب خدا کی غیرت ان کے لئے جوش مارتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے نشانوں سے صادق کو صادق کرکے دکھلاوے - غرض ہمیشہ آسمانی نشانوں کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہوتی ہے اور جو لوگ بار بار تکذیب کرتے ہیں وہی محرک ہوتے ہیں - نشانوں کی یہی فلاسفی ہے اور یہ کبھی نہیں ہوتا کہ نشان تو آج ظاہر ہو اور جس کی تصدیق اور اس کے مخالفوں کے ذب اور دفع کے لئے وہ نشان ہے وہ کہیں سو یا دو سو یا تین سو یا ہزار برس کے بعد پیدا ہو اور خود ظاہر ہے کہ ایسے نشانوں سے اس کے دعوے کو کیا مدد پہونچے گی بلکہ ممکن ہے کہ اس عرصہ تک اس نشان پر نظر رکھکر کئی مدعی پیدا ہو جائیں تو اب کون فیصلہ کریگا کہ کس مدعی کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوا تھا - تعجب ہے کہ مدعی کا تو ابھی وجود ہی نہیں اور نہ اس کے دعوے کا وجود ہے اور نہ خدا کی نظر میں کوئی محرک تکذیب کرنے والا موجود ہے بلکہ سو دو سو یا ہزار برس کے بعد انتظار ہے تو قبل از وقت نشان کیا فائدہ دے گا اور کس قوم کے لئے ہوگا - کیونکہ موجودہ زمانہ کے لوگ تو ایسے نشان سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے جس کے ساتھ مدعی نہیں ہے اور جبکہ نشان کے دیکھنے والے بھی سب خاک میں مل جائیں گے اور کوئی زمین پر زندہ نہیں ہوگا جو یہ کہہ سکے کہ میں نے چاند اور سورج کو بچشم خود گرہن ہوتے دیکھا تو ایسے نشان سے کیا فائدہ مرتب ہوگا جو زندہ مدعی کے زمانہ کے وقت صرف ایک مردہ قصہ کے طور پر پیش کیا جائے گا اور خدا کو کیا ایسی جلدی پڑی تھی کہ کئی سو برس پہلے نشان ظاہر کر دیا اور ابھی مدعی کا نام و نشان نہیں نہ اس کے باپ دادے کا کچھ نام و نشان - یہ بھی یاد رکھو کہ یہ عقیدہ اہل سنت اور شیعہ کا مسلم ہے کہ مہدی جب ظاہر ہوگا تو صدی کے سر پر ہی ظاہر ہوگا - پس جبکہ مہدی کے ظہور کے لئے صدی کے سر کی شرط ہے تو اس صدی میں تو مہدی کے پیدا ہونے سے ہاتھ دھو رکھنا چاہیئے کیونکہ صدی کا سر گذر گیا اور اب بات دوسری صدی پر جا پڑی اور اس کی نسبت بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیونکہ جبکہ چودھویں صدی جو حدیث نبوی کا مصداق تھی اور نیز اہل کشف کے کشفوں سے لدی ہوئی تھی خالی گذر گئی تو پندرھویں صدی پر کیا اعتبار رہا - پھر جبکہ آنے والے مہدی کے ظہور کے کوئی لچھن نظر نہیں آتے اور کم سے کم سو برس پر بات جا پڑی تو اس بیہودہ نشان خسوف کسوف سے فائدہ کیا ہوا جب اس صدی کے سب لوگ مر جائیں گے اور کوئی خسوف کسوف کا دیکھنے والا زندہ نہ رہے گا تو اسوقت تو یہ کسوف خسوف کا نشان محض ایک قصہ کے رنگ میں ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اسوقت علماء کرام اس کو ایک موضوع حدیث کے طور پر سمجھکر داخل دفتر کر دیں - غرض اگر مہدی اور اس کے نشان میں جدائی ڈال دی جائے تو یہ ایک مکروہ بدفالی ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالے کا ہرگز ارادہ ہی نہیں ہے کہ اس کی مہدویت کو آسمانی نشانوں سے ثابت کرے - پھر جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ نشان اسوقت ظاہر ہوتے ہیں جبکہ خدا کے رسولوں کی تکذیب ہوتی ہے

اور اُن کو مفتری خیال کیا جاتا ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ مدعی تو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور نہ اس کی تکذیب ہوئی مگر نشان پہلے ہی سے ظاہر ہوگیا اور جب دو تین سو برس کے بعد کوئی پیدا ہوگا اور تکذیب ہوگی تب یہ باسی قصہ کس کام آسکتا ہے کیونکہ خبر معاینہ کے برابر نہیں ہوسکتی اور نہ ایسے مدعی کی نسبت قطع کر سکتے ہیں کہ درحقیقت فلاں صدی میں خسوف کسوف اسی کی تصدیق میں ہوا تھا۔ خدا کی ہرگز یہ عادت نہیں کہ مدعی اور اس کے تائیدی نشانوں میں اس قدر لمبا فاصلہ ڈال دے جس سے امر مشتبہ ہو جائے۔ کیا یہ چند لفظ ثبوت کا کام دے سکتے ہیں کہ فلاں صدی میں جو خسوف کسوف ہوا تھا وہ اسی مدعی کی تائید میں ہوا تھا۔ یہ خوب ثبوت ہے جو خود ایک دوسرے ثبوت کو چاہتا ہے۔ غرض یہہ دارقطنی کی حدیث مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے اس نے ایک تو قطعی طور پر مہدی معہود کے لئے چودہویں صدی زمانہ مقرر کردیا ہے اور دوسرے اس مہدی کی تائید میں اس نے ایسا آسمانی نشان پیش کیا ہے جس کی تیرہ سو برس سے کل اہل اسلام منتظر تھے۔ سچ کہو کہ کیا آپ لوگوں کی طبیعتیں چاہتی تھیں کہ میرے مہدویت کے دعوے کے وقت آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف ہو جائے۔ ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعوی کیا مگر کسی کے لئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہوا بادشاہوں کو بھی جنکو مہدی بننے کا شوق تہا یہ طاقت نہ ہوئی کہ کسی حیلہ سے اپنے لئے رمضان کے مہینے میں خسوف کسوف کرا لیتے۔ بیشک وہ لوگ کروڑہا روپیہ دینے کو طیار تھے اگر کسی کی طاقت میں بجز خدا تعالے کے ہوتا کہ اُنکے دعوے کے ایام میں رمضان میں خسوف کسوف کر دیتا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے اور اس وقت ظاہر کیا ہے جبکہ مولویوں نے میرا نام دجال اور کذاب اور کافر بلکہ اکفر رکھا تہا یہ وہی نشان ہے جس کی نسبت آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی وعدہ دیا گیا تہا اور وہ یہ ہے قل عندی شهادة من الله فهل انتم مومنون۔ قل عندی شهادة من الله فهل انتم مسلمون۔ یعنے انکو کہدے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو مانوگے یا نہیں۔ پھر انکو کہدے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو قبول کرو گے یا نہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ میری تصدیق کے لئے خدا تعالی کی طرف سے بہت گواہیاں ہیں اور ایک سو سے زیادہ وہ پیشگوئی ہے جو پوری ہوچکی جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں مگر اس الہام میں اس پیشگوئی کا ذکر محض تخصیص کے لئے ہے یعنے مجھے ایسا نشان دیا گیا ہے جو آدم سے لیکر اسوقت تک کسی کو نہیں دیا گیا۔ غرض میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہوکر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کے لئے ہے نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق کے لئے جس کی ابھی تکذیب نہیں ہوئی اور جسپر یہ شور تکفیر اور تکذیب اور تفسیق نہیں پڑا اور ایسا ہی میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہوکر حلفا کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہوگئی ہے کیونکہ جبکہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کے لئے ظہور میں آیا تو متعین ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے ظہور کے لئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی کیونکہ جس صدی کے

سر پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہی صدی مہدی کے ظہور کے لئے ماننی پڑی تا دعوی اور دلیل میں تفریق اور بُعد پیدا نہ ہو۔ اور پھر اس بات پر ایک اور دلیل ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ علماء اسلام کا یقینی طور پر یہی عقیدہ تھا کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ یہ ہے کہ انواع حافظ برخوردار سکنہ موضع چیٹی شیخاں ضلع سیالکوٹ ہیں جس کی پنجاب میں بڑی قبولیت ہے ایک ہندی شعر ہے جسمیں صاف اور صریح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مسیح موعود چودہویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ یہ ہے کہ پچھے اک ہزار دے گذرے تری سے سال۔ عیسی ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سن ہجری سے تیرہ سو برس گذر جائیں گے تو چودھویں صدی کے سر پر عیسی ظاہر ہو جائے گا جو کامل عدالت کرے گا یعنے دکھا دیگا کہ صراط مستقیم یہ ہے۔ اب دیکھو کہ حافظ صاحب مرحوم نے جو عالم حدیث اور فقہ ہیں اور تمام پنجاب میں بڑی شہرت رکھتے ہیں اور پنجاب میں اپنے زمانہ میں اول درجہ کے فقیہ مانے گئے ہیں اور لوگ انکو اہل اللہ میں سے شمار کرتے ہیں اور متقی اور راست گو سمجھتے ہیں بلکہ علماء میں وہ ایک خاص عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں کیسے انھوں نے صاف طور پر فرمادیا کہ چودھویں صدی کے سر پر عیسی ظاہر ہوگا اور منصفین کے لئے کافی ثبوت اس بات کا دیدیا ہے کہ حدیث اور اقوال علماء سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے ظاہر ہونے کا وقت چودھویں صدی کا سر ہے دیکھو یہ کیسی صاف گواہیاں ہیں جن کو آپ لوگ قبول نہیں کرتے۔ کیا ممکن تھا کہ حافظ برخوردار صاحب باوجود اس قدر وقعت اور شان اپنی کے جھوٹ بولتے اور اگر جھوٹ بولتے اور اس قول کا کوئی حدیث ماخذ ثابت نہ کرتے، تو کیوں علماء امت انکا پیچھا چھوڑ دیتے۔ پیرایک اور مشہور بزرگ جو اسی زمانہ میں گذرے ہیں جو کوٹھہ والے کر کے مشہور ہیں انکے بعض مرید ابتک زندہ موجود ہیں انھوں نے عام طور پر بیان کیا ہے کہ میاں صاحب کوٹھہ والے نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مہدی پیدا ہو گیا ہے اور اب اس کا زمانہ ہے اور ہمارا زمانہ جاتا رہا اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی زبان پنجابی ہے تب عرض کیا گیا کہ آپ نام بتلا دیں جس نام سے وہ شخص مشہور ہے اور جگہ سے مطلع فرمادیں۔ جواب دیا کہ میں نام نہیں بتلاؤں گا+ اب جس قدر میں نے اس بات کا ثبوت دیا ہے

+ ان راویوں میں سے ایک صاحب مرزا صاحب کر کے مشہور ہیں جن کا نام محمد اسماعیل ہے اور پشاور محلہ گل بادشاہ صاحب کے رہنے والے ہیں سابق انسپکٹر مدارس تھے ایک معزز اور ثقہ آدمی ہیں۔ مجھ سے کوئی تعلق بیعت نہیں ہے ایک مدت دراز تک میاں صاحب کوٹھہ والے کی صحبت میں رہے ہیں انھوں نے مولوی سید سرور شاہ صاحب کے پاس بیان کیا کہ میں نے حضرت کوٹھہ والے صاحب سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے ابھی اس کا ظہور نہیں ہوا اور جب پوچھا گیا کہ نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤں گا مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ زبان اسکی پنجابی ہے۔ دوسرے صاحب جو وہ اپنا بلا واسطہ سننا بیان کرتے ہیں وہ ایک بزرگ معمر حضرت کوٹھہ والے صاحب کے

وہ بدیہی طور پر اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی کے سر پر ہونا ضروری تھا

بقیہ حاشیہ ۔ بیعت کرنے والوں میں سے اور انکے خاص رفیقوں میں سے ہیں جن کا نام حافظ نور محمد ہے اور وہ متوطن موضع گڑہی امازئی ہیں اور ان دنوں میں کوٹھہ میں رہا کرتے ہیں ۔ اور تیسرے صاحب جو اپنا سننا بلا واسطہ بیان کرتے ہیں ایک اور بزرگ معمر سفید ریش ہیں جن کا نام گلزار خاں ہے یہ بہی حضرت کوٹھہ والے صاحب سے بیعت کرنے والے اور متقی پرہیزگار خدا ترس نرم دل اور مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے پیر بھائی ہیں ان دونوں بزرگوں کی چشم دید روایت بذریعہ مجھی مولوی حکیم محمد یحیٰ صاحب دیپگرانی مجھے پہونچی ہے ۔ مولوی صاحب موصوف ایک ثقہ اور متقی آدمی ہیں اور حضرت کوٹھ والے صاحب کے خلیفہ کے خلف الرشید ہیں انھوں نے ۲۳ ۔ جنوری سنہ ۱۹۰۱ کو میری طرف ایک خط لکھا تھا جس میں ان دونوں بزرگوں کے بیانات اپنے کانوں سے سنکر مجھے اس سے اطلاع دی ہے خدا تعالے اُنکو جزاء خیر دے آمین ۔ اور وہ خط یہ ہے :۔

بخدمت شریف حضرت امام الزمان بعد از السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ معروض کہ میں موضع کوٹھہ علاقہ یوسف زئی کو گیا تہا اور چونکہ سنا ہوا تہا کہ حضرت صاحب مرحوم کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہوگیا ہے مگر ظہور ابہی نہیں ہوا تو اس بات کا مجھکو بہت خیال تہا کہ اس امر میں تحقیق کروں کہ فی الواقع کس طرح ہے ۔ جب میں اس دفعہ کوٹھہ کو گیا تو انکے مریدوں میں سے جو کوئی باقیماندہ ہیں ہر ایک سے میں نے استفسار کیا ہر ایک یہی کہتا تہا کہ یہ بات مشہور ہے ہم نے فلاں سے سنا فلاں آدمی نے یوں کہا کہ حضرت صاحب یوں فرماتے تھے مگر دو آدمی ثقہ متدین نے اس طرح کہا کہ ہم نے خود اپنے کانوں سے حضرت کی زبان مبارک سے سنا ہے اور ہمکو خوب یاد ہے ایک حرف بہی نہیں بھولا ۔ اب میں ہر ایک کا بیان بعینہٖ عرض خدمت کرتا ہوں ۔ (۱) ایک صاحب حافظ قرآن نور محمد نام اصل متوطن گڑھی امازئی حال مقیم کوٹھہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت (کوٹھہ والے) ایک دن وضو کرتے تھے اور میں روبرو بیٹھا تہا فرمانے لگے کہ "ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں"۔ میں اس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں حضرت اس قدر معمر ہوگئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا ابہی آپ کے ہم عمر لوگ بہت تندرست ہیں اپنے دنیوی کام کرتے ہیں ۔ فرمانے لگے کہ تو میری بات کو نہ سمجھا ۔ میرا مطلب تو کچھ اور ہے پھر فرمانے لگے کہ جو خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا ہے وہ پیدا ہوگیا ہے ہماری باری چلی گئی ۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہم کسی غیر کے زمانہ میں ہیں ۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ ایسا ہوگا کہ مجھکو تو کچھ تعلق مخلوق سے بہی ہے اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہوگا اور اسپر اسقدر شدائد مصائب آئیں گے جن کی نظیر زمانہ گذشتہ میں نہ ہوگی مگر اس کو کچھ پروا نہ ہوگی اور سب طرح کے تکالیف اور فساد اسوقت ہوں گے اس کو پروا نہ ہوگی ۔ زمین آسمان مل جائیں گے اور الٹ پلٹ ہو جائیں گے اس کو پروا نہ ہوگی ۔ پھر میں نے عرض کی کہ نام و نشان یا جگہ بتاؤ ۔ فرمانے لگے نہیں بتاؤنگا ۔

چوتھا امر اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا چودھویں صدی کے سر پر

بقیہ حاشیہ۔ فقط۔ یہ اس کا بیان ہے۔ اس میں میں نے ایک حرف زیر بالا نہیں کیا ہاں اس کی تقریر افغانی ہے یہ اس کا ترجمہ ہے۔ دوسرے صاحب جن کا نام گلزار خاں ہے جو ساکن موضع بڈا بیر علاقہ پشاور ہیں اور حال میں ایک موضع میں کوٹھہ شریف کے قریب رہتے ہیں اور اس موضع کا نام ٹوپی ہے یہ بزرگ بہت مدت تک حضرت صاحب کی خدمت میں رہے ہیں انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ایک دن حضرت صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اسوقت بہت خوش و خرم تھی۔ فرمانے لگے کہ میرے بعض آشنا مہدی آخر الزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے (اشارہ یہ تھا کہ اسی ملک کے قریب مہدی ہوگا جسکو دیکھ سکیں گے) اور پھر فرمایا کہ اُس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں گے فقط۔ اس بزرگ کو جبکہ میں نے اس راز سے مطلع کیا کہ آپ کے حضرت کی یہ پیشگوئی سچی نکلی اور ایسا ہی وقوع میں آگیا ہے (یعنے پیشگوئی کی منشاء کے موافق مہدی پنجاب میں پیدا ہوگیا ہے) تو وہ بزرگ بہت رویا اور کہنے لگا کہ کہاں ہیں مجھکو کسی طرح اُنکے قدموں تک پہونچاؤ اور میں بہ سبب ضعف بصارت کے جا نہیں سکتا کیا کروں پھر کہنے لگا کہ میرا سلام ان کو پہونچانا اور دعا کرانی۔ پھر میں نے اس سے وعدہ کیا کہ ضرور تمہارا سلام پہونچادونگا اور دعا کا سوال بھی کرونگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ضرور اس کے واسطے دعا کی جائے گی و السلام خیر ختام و اللہ ثم تاللہ کہ ان دونوں شخصوں نے اسی طرح گواہی دی ہے۔ محمد یحیی از دیپگراں

ایسا ہی ایک اور خط مولوی حمید اللہ صاحب ملّاء صُوات کی طرف سے مجھے پہونچا ہے جس میں یہی گواہی بزبان فارسی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں لکھتا ہوں۔ بخدمت شریف کاشف رموز نہانی واقف علوم ربانی جناب مرزا صاحب عرضداشت یہ ہے کہ فضیلت پناہ جناب مولوی محمد یحیٰ صاحب اخوان زادہ جو آپ کی خدمت میں ہو گئے ہیں ان سے کئی دفعہ آپ کا ذکر جمیل درمیان آیا آخر ایک روز باتیں کرتے کرتے مہدی اور عیسیٰ اور مجدد کا ذکر درمیان آگیا تب میں نے اسی تقریب پر ذکر کیا کہ ایک روز ہمارے مرشد حضرت صاحب کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی موعود پیدا ہوگیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ اس بات کو سنکر فضیلت پناہ مولوی محمد یحیی اخوان زادہ اس بات پر مصر ہوئے کہ اس بیان کو خدا تعالے کی قسم کھا کر تحریر کردیں۔ پس میں بحکم آیت ولا تکتموا الشھادہ و من یکتمھا فانہ آثم قلبہ خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ حضرت صاحب کوٹھہ والے ایک دو سال اپنی وفات سے پہلے یعنے ۱۲۹۲ھ یا ۱۲۹۳ھ میں اپنے چند خواص میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک باب سے معارف اور اسرار میں گفتگو شروع تھی ناگاہ مہدی معہود کا تذکرہ درمیان آگیا فرمانے لگے کہ مہدی معہود پیدا ہوگیا ہے مگر ابھی ظاہر نہیں ہوا ہے۔ اور قسم بخدا کہ یہی انکے کلمات تھے اور میں نے سچ سچ بیان کیا ہے نہ ہواء نفس سے اور بجز اظہار حق اور کوئی غرض درمیان نہیں ان کے مونہہ سے یہہ الفاظ افغانی زبان میں نکلے تھے:۔ "چہ مہدی پیدا شوی دی او وقت و ظہور ندی"۔ یعنے مہدی موعود پیدا ہوگیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا بعد اس کے حضرت موصوف نے سلخ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ ہجری میں وفات پائی۔

مقدر تھا وہ میں ہی ہوں ۔ سو اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ میرے ہی دعوے کے وقت میں آسمان پر خسوف کسوف ہوا ہے اور میرے ہی دعوے کے وقت میں صلیبی فتنے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی ہاتھ پر خدا نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ مسیح موعود اس امت میں سے ہونا چاہیئے اور مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈال دیا ہے کہ انکو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابلہ پر آسکیں ۔ چونکہ خدا نے مجھے روح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اس لئے کوئی پادری میرے مقابل پر آ ہی نہیں سکتا یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی اور اب بلائے جاتے ہیں پر نہیں آتے اس کا یہی سبب ہے کہ ان کے دلوں میں خدا نے ڈال دیا ہے کہ اس شخص کے مقابل پر ہمیں بجز شکست کے اور کچھ نہیں دیکھو ایسے وقت میں کہ جب حضرت مسیح کے خدا بنانے پر سخت غلو کیا جاتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو روح القدس کی تائید سے خالی خیال کرتے تھے اور معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار تھا ایسے وقت میں پادریوں کے مقابل پر کون کھڑا ہوا کس کی تائید میں خدا نے بڑے بڑے معجزے دکھلائے کتاب تریاق القلوب کو پڑھو اور پھر انصاف سے کہو کہ اگرچہ صدہا

بقیہ حاشیہ۔ ایسا ہی ایک اور بزرگ گلاب شاہ نامی موضع جمال پور ضلع لودیانہ میں گذرے ہیں جن کے خوارق اس طرف بہت مشہور ہیں انھوں نے چند لوگوں کے پاس اپنا یہ کشف بیان کیا جن میں سے ایک بزرگ کریم بخش نامی (خدا انکو غریق رحمت کرے) پرہیزگار موحد معمر سفید ریش کو میں نے دیکھا ہے+ اور انھوں نے نہایت رقت سے چشم پر آب ہو کر کئی جلسوں میں میرے روبرو اس زمانہ میں جبکہ چودھویں صدی میں سے ابھی آٹھ برس گذرے تھے یہ گواہی دی کہ مجذوب گلاب شاہ صاحب نے آج سے تیس برس پہلے یعنے اس زمانہ میں جبکہ یہ عاجز قریباً بیس سال کی عمر کا تھا خبر دی تھی کہ عیسیٰ جو آنے والا تھا وہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ قادیاں میں ہے میاں کریم بخش صاحب کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ تو آسمان سے اتریں گے وہ کہاں پیدا ہو گیا۔ تب اس نے جواب دیا کہ جو آسمان پر بلائے جاتے ہیں وہ واپس نہیں آیا کرتے انکو آسمانی بادشاہت ملجاتی ہے وہ اس کو چھوڑ کر واپس نہیں آتے بلکہ آنے والا عیسیٰ قادیاں میں پیدا ہوا ہے جب وہ ظاہر ہو گا تب وہ قرآن کی غلطیاں نکالے گا ۔ میں دل میں ناراض ہوا اور کہا کہ کیا قرآن میں غلطیاں ہیں تب اس نے کہا کہ تو میری بات نہیں سمجھا قرآن کے ساتھ جھوٹے حاشیے ملائے گئے ہیں وہ دور کر دے گا یعنے جب وہ ظاہر ہو گا جھوٹی تفسیریں جو قرآن کی کی گئی ہیں انکا جھوٹ ثابت کر دے گا تب اس عیسیٰ پر بڑا شور ہو گا اور تو دیکھے گا کہ مولوی کیسا شور مچائیں گے یاد رکھ کہ تو دیکھے گا کہ مولوی کیسا شور مچائیں گے ۔تب میں نے کہا کہ قادیاں تو ہمارے گاؤں سے قریب ڈیڑھ سو کوس کے فاصلہ پر ہے اس میں عیسیٰ کہاں ہے اس کا اس نے جواب نہ دیا (وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس کو اس سے زیادہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ عیسیٰ قادیاں میں پیدا ہو گا اور اس کو خبر نہیں تھی کہ ایک قادیاں ضلع گورداسپور میں بھی ہے اس لئے اس نے اس اعتراض میں دخل

+ - میاں کریم بخش ساکن جمال پور ضلع لدہیانہ نے میاں گلاب شاہ مجذوب کی اس پیشگوئی کو بڑے بڑے مسلمانوں کے جلسہ میں بیان کیا تھا چنانچہ ایکدفعہ قریباً سات سو آدمی کے جلسہ میں قادیاں میں بیان کیا اور میرے خیال میں انہوں نے لدہیانہ میں کم سے کم دس ہزار آدمی کو اس سے اطلاع دی ہوگی مجھے کئی مہینوں تک لدہیانہ میں رہنے کا اتفاق ہوا میاں کریم بخش موضع جمال پور سے چند روز کے بعد ضرور آتے تھے اور بسا اوقات پچاس پچاس آدمی کے روبرو رو کر یہ پیشگوئی بیان

باتیں قصوں کے رنگ میں بیان کی جاتی ہیں مگر یہ نشان اور پیشگوئیاں جو رویت کی شہادت سے ثابت ہیں جنکے بچشم خود دیکھنے والے ابتک لاکھوں انسان دنیا میں موجود ہیں یہ کس سے ظہور میں آئے کون ہے جو ہرایک نئی صبح کو مخالفین کو ملزم کر رہا ہے کہ آؤ اگر تم میں روح القدس سے کچھ قوت ہے تو میرا مقابلہ کرو ؟ عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں میں سے کون ہے جو اس وقت میرے سامنے کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا ؟ سو یہ خدا کی حجت ہے جو پوری ہوئی ۔ سچائی سے انکار کرنا طریق دیانت اور ایمان نہیں ہے ۔ بلاشبہ ہرایک قوم پر اللہ کی حجت پوری ہوگئی ہے آسمان کے نیچے اب کوئی نہیں کہ جو روح القدس کی تائید میں میرا مقابلہ کر سکے ۔ میں انکار کرنے والوں کو کس سے مشابہت دوں وہ اس نادان سے مشابہت رکھتے ہیں جس کے سامنے ایک ڈبہ جواہرات کا پیش کیا گیا جس میں کچھ بڑے دانے اور کچھ چھوٹے تھے اور بہت سے اُن میں سے صفا کیٔے گئے تھے مگر ایک دو دانے اعلیٰ قسم کے تو تھے مگر ابھی جوہری نے نادانوں کے امتحان کے لئے انکو جلا نہیں دی تھی ۔ تب یہ نادان غصہ میں آیا اور تمام پاک اور چمکیلے جواہرات دامن سے پھینک دیئے اس خیال سے کہ ایک دو دانے ان جواہرات میں سے اسکے نزدیک بہت روشن نہیں ہیں ۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ باوجودیکہ خدا تعالیٰ کی اکثر پیشگوئیاں کمال صفائی سے پوری ہوگئیں ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے جو سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں ۔ لیکن ایک دو ایسی پیشگوئیاں جن کی حقیقت کم بصیرتی سے انکو سمجھ نہیں آئی ان کا بار بار ذکر کر رہے ہیں ہرایک مجلس میں انکو پیش کرتے ہیں ۔ اے مسلمانوں کی ذریت! تمہیں راستی سے بغض کرنا کس نے سکھایا جبکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے خدا نے وہ عجیب کام بکثرت دکھلائے جن کا دکھلانا انسان کی قدرت میں نہیں اور جو تمہارے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے تو کیا ان نشانوں کو بھلا دینا اور دو تین پیشگوئیوں کی نسبت بیہودہ نکتہ چینیاں کرنا جائز تھا ۔ کیا تمہیں معلوم نہیں جو میری تصدیق کے لئے کیسا عظیم الشان نشان آسمان پر ظاہر ہوا اور تیرہ سو برس کی انتظار کے بعد میرے ہی زمانہ میں میرے ہی دعوے کے عہد میں میری ہی تکذیب کے وقت خدا نے اپنے دو روشن نیّروں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں بے نور کر دیا یہ موجودہ علماء کے سلب نور اور ظلم پر ایک ماتمی نشان تھا اور مقرر تھا کہ وہ مہدی کی تکذیب کے وقت ظاہر ہوگا ۔ خدا کے پاک نبی ابتدا سے خبر دیتے آئے تھے کہ مہدی کے انکار کی وجہ سے یہ ماتمی نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور رمضان میں اس لئے کہ دین میں ظلمت اور ظلم روا رکھا گیا جیسا کہ آثار میں بھی آچکا ہے کہ مہدی پر کفر کا فتویٰ لکھا جائے گا ۔ اور اس کا نام وقت کے علماء دجال اور کذاب اور مفتری اور بے ایمان رکھیں گے اور اس کے قتل کے منصوبے ہوں گے تب خدا جو آسمان کا خدا ہے جس کا قوی ہاتھ اس کے گروہ کو ہمیشہ بچاتا ہے آسمان پر مہدی کی تائید

بقیہ حاشیہ ۔ نہ دیا یا فقیرانہ کبریائی سے اس کی طرف التفات نہ کی ۔ پھر کریم بخش صاحب مرحوم کہتے ہیں کہ ایک دوسرے وقت میں پھر اس نے یہی ذکر کیا اور کہا کہ اس عیسیٰ کا نام غلام احمد ہے اور وہ قادیاں میں ہے ۔ اب دیکھو کس قدر اہل کشف ایک زبان ہو کر چودھویں صدی میں عیسیٰ کے ظاہر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں منہ

کے لئے یہ نشان ظاہر کرے گا اور قرآن اس کی گواہی دیگا+ مگر چونکہ نشانوں کے نیچے ہمیشہ ایک اشارہ ہوتا ہے گویا انکے اندر ایک تصویری تفہیم منقوش ہوتی ہے اس لئے خدا نے اس کسوف خسوف کے نشان میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ علماء مہدی جو چاند اور سورج کے مشابہ ہونے چاہیئے تھے اسوقت انکا نور فراست جاتا رہے گا اور مہدی کو شناخت نہیں کریں گے اور تعصب کے گرہن نے انکے دل کو سیاہ کر دیا ہوگا۔ اس لئے اس امر کے اظہار کے لئے ماتمی نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ پھر اسی نشان پر خدا نے بس نہیں کی بڑی بڑی فوق العادت پیشگوئیاں ظہور میں آئیں جیساکہ لیکھرام والی پیشگوئی جس کی ساری برٹش انڈیا گواہ ہے کیسے شان اور شوکت سے ظہور میں آگئی اور باوجود ہزاروں طرح کی حفاظتوں اور ہشیاریوں کے کس طرح خدا کے ارادہ نے روز روشن میں اپنا کام کر دیا۔ ایسا ہی رسالہ انجام آتھم کی یہ پیشگوئی کہ عبد الحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک کہ اس عاجز کا پسر چہارم پیدا نہ ہولے کس صفائی اور روشنی سے عبد الحق کی زندگی میں پوری ہوگئی اور ایسا ہی یہ پیشگوئی کہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا بعد ان لڑکوں کے جو سب مرگئے اور اس لڑکے کا تمام بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا ہوگا چنانچہ ان پیشگوئیوں میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جس طور سے اور جس تاریخ میں لیکھرام کا قتل ہونا بیان کیا گیا تھا اسی طرح سے لیکھرام قتل ہوا اور کئی سو لوگوں نے گواہی دی کہ وہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوگئی چنانچہ ابتک وہ محضر نامہ میرے پاس موجود ہے جسپر ہندوؤں کی گواہیاں بھی ثبت ہیں۔ ایسا ہی پیشگوئی کے مطابق میرے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوئے اور پسر چہارم کی پیدایش تک پیشگوئی کے مطابق عبد الحق غزنوی زندہ رہا اس میں کیسی قدرت الہی پائی جاتی ہے۔ ایسا ہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا بدن پھوڑوں سے بھرا ہوا تھا اور وہ پھوڑے ایک سال سے بھی کچھ زیادہ دنوں تک اس لڑکے کے بدن پر رہے جو بڑے بڑے اور خطرناک اور بدنما اور موٹے اور ناقابل علاج معلوم ہوتے تھے جن کے ابتک داغ موجود ہیں۔ کیا یہ طاقتیں بجز خدا کے کسی اور میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں۔ پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے اس کی ایسی ہی مثال ہے

+ حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ مسیح اپنے دعاوی اور معارف کو قرآن سے استنباط کرے گا یعنے قرآن اس کی سچائی کی گواہی دیگا اور علماء وقت بعض حدیثوں کو پیش نظر رکھکر اس کی تکذیب کرینگے۔ اور مکتوبات امام ربانی میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو علماء وقت بمقابلہ اس کے آمادہ مخالفت ہو جائیں گے کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہونگی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب اور سنت کے برخلاف نظر آئیں گی حالانکہ حقیقت میں برخلاف نہیں ہوں گی۔ دیکھو صفحہ ۱۰۷ مکتوبات امام ربانی مطبع احمدی دہلی۔ منہ

کہ مثلاً کوئی شریر النفس اُن تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی یا مثلاً حضرت مسیح کی صاف اور صریح پیشگوئیوں کا کبھی کسی کے پاس نام تک نہ لے اور بار بار ہنسی ٹھٹھے کے طور پر لوگوں کو یہ کہے کہ کیوں صاحب کیا وہ وعدہ پورا ہوگیا جو حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ ابھی تم میں سے کئی لوگ زندہ ہوں گے جو میں پھر واپس آؤنگا یا مثلاً شرارت کے طور پر داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرنے کی پیشگوئی کو بیان کرکے پھر ٹھٹھے سے کہے کہ کیوں صاحب کیا یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح بادشاہ بھی ہو گئے تھے اور داؤد کا تخت انکو مل گیا تھا۔ شیخ سعدی بخیل کی نسبت سچ فرماتے ہیں ؎ ندارد بصد نکتۂ نغز گوش۔ چو زحفے بہ بیند بر آرد خروش۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ پیشگوئی ایک علم ہے اور خدا کی وحی ہے اس میں بعض وقت تشابہات بھی ہوتے ہیں اور بعض وقت ملہم تعبیر کرنے میں خطا کرتا ہے جیسا کہ حدیث ذهب وهلی اسپر شاہد ہے پھر احمد بیگ کے داماد کا اعتراض کرنا اور احمد بیگ کی وفات کو بھول جانا کیا یہی ایمانداری ہے۔ اس جگہ تو پیشگوئی کی دو ٹانگ میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور ایک حصہ پیشگوئی کا یعنے احمد بیگ کا میعاد کے اندر فوت ہو جانا جب منشاء پیشگوئی صفائی سے پورا ہوگیا اور دوسرے کی انتظار ہے۔ مگر یونس نبی کی قطعی پیشگوئی میں سے کونسا حصہ پورا ہوگیا اگر شرم ہے تو اس کا کچھ جواب دو۔ آپ لوگ اگر بہت ہی کم فرصت ہوں اور اُن تمام نشانوں کو جو سو سے زیادہ ہیں غور سے نہ دیکھ سکیں تو نمونہ کے طور پر ایک نشان آسمان کا لے لیں یعنے مہینہ رمضان کا خسوف کسوف اور ایک نشان زمین کا یعنے لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مارا جانا۔ اور پھر سوچ لیں کہ نشان نمائیں درحقیقت یہ دو گواہیاں طالب صادق کے لئے کافی ہیں ہاں اگر طالب صادق نہیں تو اس کے لئے تو ہزار معجزہ بھی کافی نہیں ہوگا۔ دیکھنا چاہیئے کہ چاند اور سورج کا رمضان شریف میں گرہن ہونا کس قدر ایک مشہور پیشگوئی تھی یہاں تک کہ جب ہندوستان میں یہ نشان ظاہر ہوا تو مکہ معظمہ کی ہر ایک گلی اور کوچہ میں اس کا تذکرہ تھا کہ مہدی موعود پیدا ہوگیا۔ ایک دوست نے جو ان دنوں میں مکہ میں تھا خط میں لکھا کہ جب مکہ والوں کو سورج اور چاند گرہن کی خبر ہوئی کہ رمضان میں حدیث کے الفاظ کے مطابق گرہن ہوگیا تو وہ سب خوشی سے اچھلنے لگے کہ اب اسلام کی ترقی کا وقت آگیا اور مہدی پیدا ہوگیا اور بعض نے قدیم جہادی غلطیوں کی وجہ سے اپنے ہتھیار صاف کرنے شروع کر دیئے کہ اب کافروں سے لڑائیاں ہوں گی۔ غرض متواتر سنا گیا ہے کہ نہ صرف مکہ میں بلکہ تمام بلاد اسلام میں اس کسوف خسوف کی خبر پاکر بڑا شور اٹھا تھا اور بڑی خوشیاں ہوئی تھیں اور منجمین نے یہ بھی گواہی دی ہے کہ اس کسوف خسوف میں ایک خاص ندرت تھی یعنے ایک بے مثل اعجوبہ جس کی نظیر نہیں دیکھی گئی اور اسی ندرت کے دیکھنے کے لئے ہمارے اس ملک کے ایک حصہ میں انگریزی فلاسفروں کی طرف سے ایک رصدگاہ بنایا گیا تھا اور امریکہ اور یوروپ کے دور دور کے ملکوں سے انگریزی منجم کسوف خسوف کی اس طرز عجیب کے دیکھنے کے لئے آئے تھے جیسا کہ اس خسوف کسوف کے ندرت کے حالات ان دنوں میں پرچہ سول ملٹری گزٹ اور ایسا ہی اور کئی انگریزی اخباروں میں اور نیز بعض اردو اخباروں میں بھی مفصل چھپے تھے۔ اور لیکھرام کے مارے جانے کا نشان بھی ایک ہیبت ناک نشان تھا جس میں پانچ برس پہلے اس واقعہ کی خبر دی گئی تھی اور پیشگوئی میں ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دوسرے دن مارا جائے گا اور اس طرح پر قتل کا دن بھی متعین ہوگیا تھا اور اس کے ساتھ کسی قسم کی شرط نہ تھی اور ہزار

سے زیادہ لوگ بول اٹھے تھے کہ یہ پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی ۔ غرض ان دونوں نشانوں کی عظمت نے دلوں کو ہلا دیا تھا ۔ نہ معلوم منکر خدا تعالے کو کیا جواب دیں گے جنھوں نے ان چمکتے ہوئے نشانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ناحق ظلم سے اپنے پیروں کے نیچے کچل دیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ ہائے یہ لوگ کیوں نہیں دیکھتے کہ کیسے متواتر نشان ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور خدا تعالے کی تائیدیں کیسی نازل ہو رہی ہیں اور ایک خدائی قوت زمین پر کام کر رہی ہے ۔ ہائے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس قدر نقلی اور عقلی اور کشفی طور پر ثبوت کے مواد ہرگز اس میں جمع نہ ہو سکتے ۔

آسماں بارد نشاں الوقت می گوید زمیں — باز بغض و کینہ و انکار ایناں را بہ بیں
اے ملامت گر خدا را بر زباں کن یک نظر — چوں خدا خاموش ماندے درچنیں وقتِ خطر
خستگانِ دیں مرا از آسماں طلبیدہ اند — آمدم وقتے کہ دلہا خوں ز غم گردیدہ اند
دعوئے ما را فروغ از صد نشانہا دادہ اند — مہر و مہ ہم از پئے تصدیق ما استادہ اند

کچھ ایسے عقل پر پردے پڑ گئے ہیں کہ بار بار یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ حدیثوں کے مطابق اس شخص کا دعوی نہیں ۔ اے قابل رحم قوم میں کب تک تمھیں سمجھاؤں گا ۔ خدا تمھیں ضایع ہونے سے بچاوے آپ لوگ کیوں نہیں سمجھتے اور میں کیونکر دلوں کو چاک کر کے سچائی کا نور ان میں ڈالدوں ۔ کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح حَکَم ہو کر آتا ۔ اور کیا مسیح پر یہ فرض تھا کہ باوجود اس کے کہ خدا نے اس کو وسیع علم دیا پھر بھی وہ تمھاری ساری حدیثیں کو مان لیتا کیا اس کو ادنی سے ادنی محدث کا درجہ بھی نہیں دیا گیا اور اس کی تنقید جو علم لدنی پر مبنی ہے اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں اور کیا اسپر واجب ہے کہ پہلے ناقدین حدیث کی شہادت کو ہر جگہ اور ہر مقام اور ہر موقعہ اور ہر تاویل میں قبول کرلے اور ایک ذرہ انکے قدم گاہ سے انحراف نہ کرے ۔ اگر ایسا ہی ہونا چاہیے تھا تو پھر اس کا نام حَکَم کیوں رکھا گیا ۔ وہ تو تمیز المحدثین ہوا اور انکی رہنمائی کا محتاج ۔ اور جبکہ بہرحال محدثین کی لکیر پر ہی اس نے چلنا ہے تو یہ ایک بڑا دھوکہ ہے کہ اس کا نام یہ رکھا گیا کہ قومی تنازع کا فیصلہ کرنے والا ۔ بلکہ اس صورت میں وہ نہ عدل رہا نہ حکم رہا صرف بخاری اور مسلم اور ابن ماجہ اور ابن داؤد وغیرہ کا ایک مقلد ہوا ۔ گویا محمد حسین بٹالوی اور نذیر حسین دہلوی اور رشید احمد گنگوہی وغیرہ کا ایک چھوٹا بھائی ہوا ۔ بس یہی ایک غلطی ہے جس نے آسمانی دولت سے ان لوگوں کو محروم رکھا ہے ۔ کیا یہ اندھیر کی بات نہیں کہ محدثین کی تنقید اور توثیق اور تصحیح کو عظمت کی نگہ سے دیکھا جائے گویا ان کا سب لکھا ہوا نوشتہ تقدیر ہے لیکن وہ جس کا خدا نے فیصلہ کرنے والا نام رکھا اور امت کے اندرونی نزاعوں کے تصفیہ کرنے کے لئے ٹھہرایا وہ ایسا بے دست و پا آیا کہ کسی حدیث کے ردّ یا قبول کا اسکو اختیار نہیں گویا اس سے وہ لوگ بھی اچھے ٹھہرے جن کی نسبت اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ وہ تصحیح حدیث بطور کشف براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے اور اس ذریعہ سے کبھی صحیح حدیث کو موضوع کہدیتے تھے اور کبھی موضوع کا نام صحیح رکھتے تھے ۔ پس سوچو اور سمجھو کہ جس شخص کے ذمہ اسلام کے ۷۳ فرقوں کی نزاعوں کا فیصلہ کرنا ہے کیا وہ محض مقلد کے طور پر دنیا میں آسکتا ہے ۔ پس یقیناً سمجھو کہ یہ ضروری تھا کہ وہ ایسے طور سے آتا کہ

بعض نادان اس کو یہ سمجھتے کہ گویا وہ اُنکی بعض حدیثوں کو زیر و زبر کر رہا ہے یا بعض کو نہیں مانتا اسی لیئے تو آثار میں پہلے سے آچکا ہے کہ وہ کافر ٹھہرایا جائے گا اور علماء اسلام اس کو دائرہ اسلام سے خارج کریں گے اور اس کی نسبت قتل کے فتوے جاری ہوں گے۔ کیا تمہارا مسیح بھی میری طرح کافر اور دجال ہی کہلائے گا اور کیا علماء میں اس کی یہی عزت ہوگی؟ خدا سے خوف کر کے بتلاؤ کہ ابھی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ جبکہ مسیح اور مہدی کی تکفیر تک نوبت پہونچے گی اور علماء کرام اور صوفیہ عظام انکا نام کافر اور دجال اور بے ایمان اور دائرہ اسلام سے خارج رکھیں گے تو کیا کسی ادنے سے ادنے اختلاف پر یہ شور قیامت برپا ہوگا یہاں تک کہ بجز چند افراد کے تمام علماء اسلام جو زمین پر رہتے ہیں سب اتفاق کر لیں گے کہ یہ شخص کافر ہے یہ پیشگوئی بڑے غور کے لائق ہے کیونکہ بڑے زور سے آپ لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو پورا کر دیا ہے۔ یاد رہے کہ یہ شبہات کہ کیوں صحاح ستہ کی وہ تمام حدیثیں جو مہدی اور مسیح موعود کے بارہ میں لکھی ہیں اس جگہ صادق نہیں آتیں اس سوال سے حل ہو جاتی ہیں کہ کیوں اخبار و آثار میں یہانتک کہ مکتوبات مجدد صاحب سرہندی اور فتوحات مکیہ اور حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ مہدی اور مسیح کی علماء وقت سخت مخالفت کریں گے اور انکا نام گمراہ اور ملحد اور کافر اور دجال رکھیں گے اور کہیں گے کہ انھوں نے دین کو بگاڑ دیا اور احادیث کو چھوڑ دیا اس لئے وہ واجب القتل ہیں کیونکہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ آنیوالے مسیح اور مہدی بعض حدیثوں کو جو علماء کے نزدیک صحیح ہیں چھوڑ دیں گے بلکہ اکثر کو چھوڑیں گے تبھی تو یہ شور قیامت برپا ہوگا اور کافر کہلائیں گے۔ غرض ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہدی اور مسیح علماء وقت کی امیدوں کے برخلاف ظاہر ہوں گے اور جس طور سے انھوں نے حدیثوں میں پڑی جما رکھی ہے اس پڑی کے برخلاف انکا قول اور فعل ہوگا+ اسی وجہ سے انکو کافر کہا جائے گا۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ علماء مخالفین کا میری نسبت درحقیقت اور کوئی بھی عذر نہیں بجز اس بیہودہ عذر کے کہ جو ایک ذخیرہ رطب یابس حدیثوں کا انھوں نے جمع کر رکھا ہے اُنکے ساتھ مجھے ناپنا چاہتے ہیں حالانکہ اُن حدیثوں کو میرے ساتھ ناپنا چاہیے تھا۔ یہ ایک ابتلاء ہے جو کم عقل اور بد قسمت لوگوں کے لئے مقدر تھا۔ اور اس ابتلا میں نادان لوگ پھنس جاتے ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے دلوں میں پہلے ہی ٹھہرا لیتے ہیں کہ جو کچھ مہدی اور مسیح کی نسبت حدیثیں لکھی ہیں اور جس طرح انکے معنے کئے گئے ہیں وہ سب صحیح اور واجب الاعتقاد ہیں اس لئے جب وہ لوگ اس فرضی نقشہ سے جو قرآن شریف سے بھی مخالف ہے مجھے مطابق نہیں پاتے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کاذب ہے۔ مثلاً وہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح موعود ایک ایسی قوم یاجوج ماجوج کے وقت آنا چاہیے جن کے لمبے درختوں کی طرح قد ہوں گے اور اس قدر لمبے کان ہوں گے کہ انکو بستر کی طرح بچھا کر انپر سو رہیں گے اور نیز مسیح آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اترنا چاہیے بیت المقدس کے منارہ کے پاس مشرقی طرف اور دجال عجیب الخلقت اس سے پہلے موجود چاہیے جس کے قبضۂ قدرت میں سب خدائی کی باتیں

+ مہدی کو کافر اور گمراہ اور دجال اور ملحد ٹھہرانے کے بارے میں دیکھو حجج الکرامہ نواب مولوی صدیق حسن خاں اور دراسات اللبیب اور فتوحات مکیہ۔ منہ

ہوں مینہ برسانے اور کھیتیاں اگانے اور مردوں کے زندہ کرنے پر قادر ہو ایک آنکھ سے کانا ہو۔ اور اسکے گدھے کا سر اتنا بڑا موٹا ہو کہ دونوں کانوں کا فاصلہ تین سو ہاتھ کے قریب ہو اور دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہو۔ اور مہدی ایسا چاہیے جس کی تصدیق کے لئے آسمان سے زور زور سے آواز آوے کہ یہ خلیفۃ اللہ مہدی ہے اور وہ آواز تمام مشرق و مغرب تک پہونچ جائے اور مکہ سے اس کے لئے ایک خزانہ نکلے اور وہ عیسائیوں سے لڑے اور عیسائی بادشاہ اس کے پاس پکڑے آویں اور تمام زمین کو کفار کے خون سے پر کر دیوے اور اُنکی تمام دولت لوٹ لے اور اس قدر قاتل اور خون ریز ہو کہ جب سے دنیا کی بنیاد پڑی ہے ایسا خونی آدمی کوئی نہ گذرا ہو اور اس قدر اپنے تابعوں میں مال تقسیم کرے کہ لوگوں کو مال رکھنے کے لئے جگہ نہ رہے اور پھر اتنی خونریزیوں کے بعد چالیس برس تک موت کا حکم دنیا پر سے قطعاً موقوف کر دیا جائے اور تمام ایشیا اور یورپ اور امریکہ میں بجائے اس کے کہ ایک طرفۃ العین میں لاکھ آدمی مرتا تھا چالیس برس تک کوئی کیڑا بھی نہ مرے نہ وہ بچہ جو پیٹ میں ہے اور نہ وہ بڈھا جو اکسو برس کا ہے۔ اور شیر اور بھیڑیے اور چرگ اور باز گوشت کھانا چھوڑ دیں یعنے چالیس برس تک درندے بھی اپنے شکار کو مارنا چھوڑ دیں۔ یہانتک کہ وہ جوئیں جو بالوں میں پڑتی ہیں اور وہ کیڑے جو پانی میں ہوتے ہیں کسی کو موت نہ آوے اور لوگ اگرچہ روپیہ بہت پاویں مگر چالیس برس تک صرف دال پر ہی گذارہ کریں اور جین مت کے مذہب کی طرح کوئی شخص کوئی جانور نہ مارے عید کی قربانیاں اور حج کے ذبیحے سب بند ہو جائیں + لوگ سانپوں کو نہ ماریں اور نہ سانپ لوگوں کو ڈسیں۔ پس اگر کسی مہدویت کے مدعی کے وقت یہ سب باتیں ہوں تب اس کو سچا مہدی مانا جائے ورنہ نہیں تو اب بتلاؤ کہ ان علامتوں اور نشانوں کیساتھ جو لوگ سچے مہدی اور سچے مسیح کو پرکھنا چاہتے ہیں وہ مجھکو کیونکر قبول کرلیں۔ لیکن اس جگہ تعجب یہ ہے کہ آثار میں لکھا ہے کہ وہ مسیح موعود جوانکے زعم میں آسمان پر سے اترے گا اور وہ مہدی جس کے لئے آسمان پر سے آواز آئے گی اس کو بھی میری طرح کافر اور دجال کہا جائے گا۔ اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ مسیح حدیثوں کے مطابق آسمان سے اترے گا اور اس مہدی کے لئے سچ مچ آسمان سے آواز آئے گی جو یہ خلیفۃ اللہ ہے تو اتنے بڑے معجزات دیکھنے کے بعد یہانتک کہ آسمانی فرشتے اترتے دیکھکر پھر کیا وجہ کہ انکو کافر ٹھہرائیں گے۔ بالخصوص جبکہ وہ آسمان سے اترکر ان لوگوں کی تمام حدیثیں قبول کرلیں گے تو پھر تو کوئی وجہ

+ یہ تمام امور اُن پیشگوئیوں سے لازم آتے ہیں جن کے ظاہر الفاظ پر علماء حال زور دے رہے ہیں۔ کیونکہ جبکہ یہ حکم صادر ہوگیا کہ چالیس برس تک کوئی زندہ نہیں مرے گا اور اسی بنا پر شیر نے بکری کے ساتھ ایک گھاٹ میں پانی پیا اور اپنا شکار پاکر پھر بھی اس کو نہ مارا اور بھیڑیے نے بھی گوشت خواری سے توبہ کی اور باز بھی چڑیوں کے مارنے سے باز آیا اور سب نے بھوکھ سے اذیت اٹھانا قبول کیا مگر کسی جاندار پر حملہ نہ کیا یہانتک کہ بلی نے بھی چوہے کی جان بخشی کی اور سب درندوں نے جانوں کی حفاظت کے لئے اپنی موت کو قبول کرلیا تو پھر کیا انسان ہی نالائق اور نافرمان رہے گا کہ ایسے امن کے زمانہ میں اپنے پیٹ کے لئے خون کرکے درندوں سے بھی بدتر ہو جائیگا۔ منہ

تحقیر کی نہیں معلوم ہوتی اس سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ میری نسبت بہت زیادہ ان لوگوںکی حدیثوں کا انکار کریں گے ورنہ کیا وجہ کہ باوجود اتنے معجزات دیکھنے کے پھر بھی انکو کافر کہا جائے گا۔ پس ماننا پڑا کہ سچے مسیح اور مہدی کی نشانی ہی یہی ہے کہ وہ ان لوگوں کی بہت سی حدیثوں سے منکر ہو ورنہ یوں تو علماء کا سر پھرا ہوا نہ ہوگا کہ بے وجہ کافر کہدیں گے اور انکی نسبت کفر کا فتوی دیں گے۔ اب اس سوال کا جواب دینا ان مولوی صاحبوں کا حق ہے کہ جبکہ مہدی اور مسیح انکے قرارداده نشانوں کے موافق آئیں گے یعنے ایک تو دیکھتے دیکھتے آسمان سے مع فرشتوں کے اترے گا اور دوسرے کے لئے آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ خلیفۃ اللہ مہدی ہے اور ایکدم میں مشرق مغرب میں وہ آواز پھر جائے گی گویا دونوں آسمان ہی سے اترے تو پھر اس قدر بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد جو گویا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ظہور میں نہیں آیا کیوں ان دونوں معجز نما بزرگوں کو کافر کہیں گے حالانکہ وہ آتے ہی علماء کرام کے سامنے اطاعت کیساتھ جھک جائیں گے اور چوں نہیں کریں گے اور بخاری اور مسلم اور ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور موطاء غرض تمام ذخیرہ حدیثوں کو جس طرح پر حضرات موحدین مانتے ہیں سر جھکا کر سب کو مان لینگے اور اگر کوئی عرض کرے گا کہ حضرت آپ تو حَکم ہو کر آئے ہیں کچھ تو ان علماء سے اختلاف کیجیے تو نہایت عاجزی اور مسکینی سے کہیں گے کہ حَکم کیسے ہماری کیا مجال کہ ہم صحاح ستہ کی کچھ مخالفت کریں یا حضرت مولانا شیخ الکل نذیر حسین اور حضرت مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اور یا حضرت مولانا امام المقلدین رشید احمد گنگوہی کے اجتہادات اور انکے اکابر کی تشریحات کی مخالفت کریں۔ یہ حضرات جو کچھ فرما چکے سب ٹھیک اور بجا ہے ہم کیا اور ہمارا وجود کیا۔ ظاہر ہے کہ جبکہ مہدی اس طرح پر تسلیم محض ہو کر آئیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ علماء انکو کافر کہیں یا اُن کا نام دجال رکھیں۔ اکثر یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں عوام کالانعام کے آگے محض دھوکہ دہی کے طور پر یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ دیکھو مسلم میں یہ کیسی واضح حدیث ہے کہ مسیح موعود دمشق کے شرقی منارہ کے نزدیک آسمان پر سے اترے گا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا اور اس پیشگوئی کے ظاہر الفاظ میں دمشق اور اس کے شرقی طرف ایک منارہ کا بیان ہے جس کے نزدیک مسیح موعود کا آسمان سے اترنا ضروری ہے پس اگر ان تمام الفاظ کی تاویل کی جائے گی تو پھر پیشگوئی تو کچھ بھی نہ رہے گی بلکہ مخالف کے نزدیک ایک باعث تمسخر ہوگا کیونکہ پیشگوئی کی تمام شوکت اور اس کا اثر اپنے ظاہر الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے اور پیشگوئی کرنے والے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان علامتوں کو یاد رکھیں اور اُنہی کو مدعی صادق کا معیار ٹھہرائیں مگر تاویل میں تو وہ سارے نشان مقرر کردہ گم ہو جاتے ہیں اور یہ امر مقبول اور مسلم ہے کہ نصوص کو ہمیشہ ان کے ظاہر پر حمل کرنا چاہیئے اور ہر ایک لفظ کی تاویل مخالف کو تسکین نہیں دے سکتی کیونکہ اس طرح تو کوئی مقدمہ فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اگر ایک شخص تاویل کے طور پر اپنے مطلب کے موافق کسی حدیث کے معنے کر لیتا ہے اور الفاظ کے معنے کو تاویل کے طور پر اپنے مطلب کی طرف پھیر لیتا ہے تو اس طرح پر تو مخالف کا بھی حق ہے کہ وہ بھی تاویل سے کام لے تو پھر فیصلہ قیامت تک غیر ممکن۔ یہ اعتراض ہے جو ہمارے مخالف کرتے ہیں اور نیز اپنے نادان چیلوں کو سکھاتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ وہ خود اس

اعتراض کے نیچے ہیں ہم تو کسی حدیث کے ظاہر الفاظ کو نہیں چھوڑتے جبتک قرآن اپنے نصوص صریحہ سے مع دوسری حدیثوں کے اس کو نہ چھوڑاوے اور تاویل کے لئے مجبور نہ کرے۔ چنانچہ اس جگہ بھی ایسا ہی ہے۔ اگر یہ لوگ خدا تعالےٰ سے خوف کرکے کچھ سوچتے تو اُنھیں معلوم ہوتا کہ درحقیقت یہ اعتراض تو انہی پر ہوتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کے بارے میں صاف لفظوں میں یہ پیشگوئی موجود تھی کہ یَا عیسیٰ اِنّی مُتوفّیک وَ رَافعک اِلیَّ یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور وفات کے بعد اپنی طرف اٹھانے والا لیکن ہمارے مخالفوں نے اس نص کے ظاہر الفاظ پر عمل نہیں کیا اور نہایت مکروہ اور پر تکلف تاویل سے کام لیا یعنے رافعک کے فقرہ کو متوفیک کے فقرہ پر مقدم کیا اور ایک صریح تحریف کو اختیار کرلیا اور یا بعض نے توفی کے لفظ کے معنے بھر لینا کیا جو نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ علم لغت سے ثابت ہوتا ہے اور جسم کے ساتھ اٹھائے جانا اپنی طرف سے ملالیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کے معنے صریح ممیتک بخاری میں موجود ہیں اُن سے مونہہ پھیر لیا اور علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفے کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اُس جگہ توفّیٰ کے معنے مارنے اور روح قبض کرنے کے آتے ہیں مگر ان لوگوں نے اس قاعدہ کے کچھ بھی پروا نہیں رکھی اور خدا کی تمام کتابوں میں کسی جگہ رفع الی اللہ کے معنے یہ نہیں کئے گئے کہ کوئی جسم کے ساتھ خدا تعالےٰ کی طرف اٹھایا جائے۔ لیکن ان لوگوں نے زبردستی سے بغیر وجود کسی نظیر کے رفع الی اللہ کے اس جگہ یہ معنے کئے کہ جسم کے ساتھ اٹھایا گیا۔ ایسا ہی توفے کے الٹے معنے کرنے کے وقت کوئی نظیر پیش نہ کی اور بھر لینا معنے لے لئے۔ اب بتلاؤ کہ کس نے نصوص کے ظاہر پر عمل کرنا چھوڑدیا؟ یا یوں سمجھ لو کہ اس جگہ دو پیشگوئیاں متناقض ہیں یعنے ایک پیشگوئی دوسرے کی ضد واقع ہے اس طرح پر کہ مسیح موعود کے نزول کی پیشگوئی جو صحیح مسلم میں موجود ہے اس کے یہ معنے محض اپنی طرف سے ہمارے مخالف کررہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا ہے ابھی تک فوت نہیں ہوا اور آخری زمانہ میں دمشقی منارہ کی شرقی طرف اترے گا اور ایسے ایسے کام کرے گا۔ غرض یہ پیشگوئی تو صحیح مسلم کی کتاب میں سے ہے جو بگاڑ کر بیان کی جاتی ہے اور اس کے مقابل پر اور اس کی ضد ایک پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے جو پہلی صدی میں ہی کروڑہا مسلمانوں میں شہرت پاچکی تھی اور یہ شہرت قرآنی پیشگوئی کی مسلم والی پیشگوئی کے وجود سے پہلے ہی تھی یعنے اس زمانہ سے پہلے جبکہ مسلم نے کسی راوی سے سنکر اس مخالفانہ پیشگوئی کو قریبًا پونے دو سو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی کتاب میں لکھا تھا اور مسلم کی پیشگوئی میں صرف یہی نقص نہیں کہ وہ قریبًا پونے دو سو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کی گئی بلکہ ایک یہ بھی نقص ہے کہ مسلم نے اُس اصل راوی کو بھی نہیں دیکھا جس نے یہ حدیث بیان کی تھی اور نہ اس شخص کو دیکھا جس کے پاس یہ روایت بیان کی بلکہ بہت سی زبانوں میں گھومتی ہوئی اور ایسے لوگوں کو چھوتی ہوئی جن کو ہم معصوم نہیں کہہ سکتے مسلم تک پہونچی اور ہمارے پاس کوئی دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں ایسی پیشگوئی کی نسبت جو غیر معصوم زبانوں سے کئی وسائط سے سنی گئی یہ حکم جاری کریں کہ وہ قرآن کی پیشگوئی کے درجہ پر ہے۔ غرض ایسی پیشگوئی جس کا سارا تانا بانا ہی ظنی ہے جب قرآن کی پیشگوئی کی نقیض اور ضد ہو تو اس کو اس کے ظاہر الفاظ کے رو سے

ماننا گویا قرآن شریف سے دست بردار ہونا ہے۔ ہاں اگر کسی تاویل سے مطابق آجاوے اور متناقض نہ رہے تو پھر بسر و چشم منظور۔ یاد رہے کہ کوئی فولادی قلعہ بھی ایسا پختہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کی موت کی آیت ہے پھر آسمان سے زندہ مع جسم اترنے کی پیشگوئی کس قدر موت کی پیشگوئی کی نقیض ہے ذرہ سوچو اور قرآن نے توفی اور رفع کے لفظ کو کئی جگہ ایک ہی معنوں موت اور رفع روح کے معنی میں ذکر کر کے صاف سمجھا دیا ہے کہ توفی کے معنے مارنا اور رفع الی اللہ کے معنے روح کو خدا کی طرف اٹھانا ہے اور پھر توفی کے لفظ کے معنے حدیث کے رو سے بھی خوب صاف ہو گئے ہیں کیونکہ بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ متوفیک ممیتک یعنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لفظ متوفیک کے یہی معنے کئے ہیں کہ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اس بات پر صحابہ کا اجماع بھی ہو چکا کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو گئے اور گذشتہ روحوں میں جا ملے۔ اب بتلاؤ اور خود ہی انصاف کرو کہ دو پیشگوئیاں متناقض ایک ہی مضمون میں جھگڑا کر رہی ہیں۔ ایک قرآنی پیشگوئی ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے موت کا وعدہ ہونا اور پھر بموجب آیت فلما توفیتنی کے اس وعدہ موت کا پورا ہو جانا صاف طور پر اس پیشگوئی سے معلوم ہو رہا ہے اور سارا قرآن اس پیشگوئی کے معنے یہی کر رہا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو گئے اور انکی روح خدا تعالے کی طرف اٹھائی گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کے اتفاق کے ساتھ جو لاکھ سے بھی کچھ زیادہ تھے اس بات پر اجماع ظاہر کر رہے ہیں کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے اور امام مالک بھی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ حضرت عیسی ضرور مر گئے اور امام اعظم اور امام احمد اور امام شافعی انکے قول کو سنکر اور خاموشی اختیار کر کے اسی قول کی تصدیق کر رہے ہیں اور امام ابن حزم بھی حضرت عیسیٰ کی موت کی گواہی دے رہے ہیں اور مسلمانوں میں سے فرقہ معتزلہ بھی انکی موت کا قائل اور ایک صوفیوں کا فرقہ اسی بات کا قائل کہ مسیح فوت ہو گیا ہے اور آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ اور ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی جو حجج الکرامہ میں بھی لکھی گئی ہے حضرت عیسی کی عمر ایکسو بیس برس متعین کر رہی ہے اور کنز العمال کی ایک حدیث فتنہ صلیب کے بعد کے زمانہ کی نسبت بیان کر رہی ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے بلکہ خدا تعالے سے حکم پاکر اپنے وطن سے برطبق سنت جمیع انبیاء علیہم السلام ہجرت کر گئے اور ان ملکوں کی طرف چلے گئے جن میں دوسرے یہودی رہتے تھے جیسے کشمیر جس میں یہودی آکر بخت النصر کے تفرقہ کے وقت آباد ہو گئے تھے اور معراج کی رات میں وفات یافتہ نبیوں کی روحوں میں انکی روح دیکھی گئی۔ یہ تو قرآنی پیشگوئی ہے جو حضرت مسیح کی وفات بیان فرما رہی ہے جس کے ساتھ ایک لشکر دلائل کا ہے اور علاوہ ادلہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے نسخہ مرہم عیسی اور قبر سری نگر جس میں حضرت عیسی علیہ السلام مدفون ہیں اسپر شاہد ہیں اور اس کے مقابل پر وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کی جاتی ہے جسپر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو ظاہری الفاظ کے رو سے صریح قرآن شریف کے متناقض اور اس کی ضد پڑی ہوئی ہے اور طرفہ تر یہ کہ مسلم میں کوئی آسمان کا لفظ موجود نہیں مگر پھر بھی خواہ نخواہ اس حدیث کے یہی معنے کئے جاتے ہیں کہ آسمان سے حضرت عیسی علیہ السلام اتریں گے + حالانکہ قرآن بضرب دہل فرما رہا ہے کہ عیسی بن مریم رسول اللہ زمین میں دفن کیا گیا ہے آسمان

+ مسلم کی حدیث کا یہ لفظ کہ مسیح دمشق کے شرقی منارہ کی طرف اتریگا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ مسیح موعود کا مسکن دمشق ہوگا بلکہ غایت درجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت اسکی کاروائی دمشق تک پہونچیگی سو حدیث کے یہی معنے ہیں کہ مسیح موعود آنے والا دمشق کے شرقی طرف ظاہر ہوگا اور قادیان دمشق سے شرقی طرف ہی۔ حدیث کا منشا یہ ہے کہ جیسے دجال مشرق میں ظاہر ہوگا ایسا ہی مسیح موعود بھی مشرق میں ہی ظاہر ہوگا۔ منہ

پر ان کے جسم کا نام و نشان نہیں - اب بتلاؤ کہ ہم ان دونوں متناقض پیشگوئیوں میں سے کس کو قبول کریں
کیا مسلم کی روایت کے لئے قرآن کو چھوڑ دیں اور ایک ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں کیا کریں - یہ
ہی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لیکر حدیث کو مان لیا ورنہ رفع تناقض کے لئے ہمارا حق تو یہ
تھا کہ اس حدیث کو موضوع ٹھہراتے - لیکن خوب غور سے سوچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ در اصل حدیث موضوع
نہیں ہے ہاں استعارات سے پر ہے اور پیشگوئی میں جہاں کوئی امتحان منظور ہوتا ہے استعارات ہوا کرتے ہیں
ہرایک پیشگوئی کے ظاہر لفظ کے موافق معنے کرنا شرط نہیں اس کی حدیثوں اور کتاب اللہ میں صدہا نظیریں ہیں یوسف
علیہ السلام کے خواب کی پیشگوئی دیکھو کب وہ ظاہری طور پر پوری ہوئی اور کب سورج اور چاند اور ستاروں نے
انکو سجدہ کیا اور دمشق کے شرقی منارہ سے ضروری نہیں کہ وہ حصہ شرقی منارہ دمشق کا جز ہو - چنانچہ اس بات کو
تو تمام علماء مانتے آئے ہیں اور یاد رہے کہ قادیاں ٹھیک دمشق سے شرقی طرف واقع ہے اور دمشق کے
ذکر کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں - ایک اور نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے یعنے یہ کہ جو مسلم کی حدیث میں یہہ
لفظ ہیں کہ مسیح موعود دمشق کے منارہ شرقی کے قریب نازل ہوگا اس لفظ کی تشریح ایک دوسری مسلم کی
حدیث سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ اس شرقی طرف سے مراد کوئی حصہ دمشق کا نہیں ہے - حدیث یہ ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا پتہ دینے کے لئے مشرق کی طرف اشارہ کیا تھا لفظ حدیث کے
یہ ہیں کہ اوما الی المشرق - پس اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ دمشق کسی صورت سے مسیح
کے ظہور کی جگہ نہیں کیونکہ وہ مکہ اور مدینہ سے مشرق کی طرف نہیں ہے بلکہ شمال کی طرف ہے اور مسیح کے
ظہور کی جگہ وہی مشرق ہے جو دجال کے ظہور کی جگہ حسب منشاء حدیث اوما الی المشرق ہے یعنے حدیث سے
ثابت ہے کہ دجال کا ظہور مشرق سے ہوگا اور نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب حجج الکرامہ میں منظور
کر چکے ہیں کہ فتنہ دجالیہ کے لئے جو مشرق مقرر کیا گیا ہے وہ ہندوستان ہے اس لئے ماننا پڑا کہ انوار
مسیحیہ کے ظہور کا مشرق بھی ہندوستان ہی ہے کیونکہ جہاں بیمار ہو وہیں طبیب آنا چاہیئے اور بموجب حدیث
لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ہولاء (ای من فارس) دیکھو بخاری صفحہ ۷۲۷ رجل فارسی کا جائے ظہور بھی یہی مشرق ہے * اور ہم
ثابت کر چکے ہیں کہ وہی رجل فارسی مہدی ہے اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق
میں ہی ظاہر ہوں گے اور وہ ملک ہند ہے -

اب اس سوال کا میں جواب دیتا ہوں کہ اکثر مخالف جوش میں آکر مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ
تمہارے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے - کیا کسی قرآن شریف کی آیت سے تمہارا مسیح موعود ہونا ثابت
ہوتا ہے اور پھر آپ ہی یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اگر صرف کسی سچی خواب یا کسی سچے کشف
سے کوئی مسیح موعود یا مہدی بن سکتا ہے تو دنیا میں ایسے ہزارہا لوگ موجود ہیں جنکو سچی خوابیں آتی ہیں اور
کشف بھی ہوتے ہیں اور ہم بھی انہی میں سے ہیں تو کیا وجہ کہ ہم مسیح موعود نہ کہلاویں ؟

اما الجواب واضح ہو کہ یہ اعتراض صرف میرے پر نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ہے اور کوئی
اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ سچی خوابیں اکثر لوگوں کو آجاتی ہیں اور کشف بھی ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات

* - ایسا ہی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ اصفہان سے ایک لشکر آئیگا جنکی جھنڈیاں کالی ہونگی اور ایک فرشتہ آواز دیگا کہ انمیں خلیفۃ اللہ المہدی ہے اور اصفہان بھی حجاز سے مشرق کی طرف ہے اس سے ثابت ہوا کہ مہدی مشرق میں ہی پیدا ہوگا یا یہ کہ فارسی الاصل ہوگا - منہ

بعض فاسق اور فاجر اور تارک صلوٰۃ بلکہ بدکار اور حرام کار بلکہ کافر اور اللہ اور اس کے رسول سے سخت بغض رکھنے والے اور سخت توہین کرنے والے اور سچ مچ اخوان الشیاطین شاذ ونادر طور پر سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں اور بعض کشفی نظارے بھی ایک سرعت برق کیطرح عمر بھر میں کبھی انکو دکھائے جاتے ہیں+ پس درحقیقت ایک سرسری نظر سے اس قسم کے مشاہدات سے ایک نادان کے دل میں تمام انبیا علیہم السلام کی نسبت اعتراض پیدا ہوگا کہ جبکہ انکی مانند دوسرے لوگوں پر بھی بعض امور غیب کے کھولے جاتے ہیں تو انبیا کی اس میں کونسی فضیلت ہوئی+۔ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کبھی ایک نیک بخت نیک چلن تو کسی امر میں کوئی پیچیدہ خواب دیکھتا ہے یا نہیں دیکھتا مگر اسی رات ایک فاسق بدمعاش نجاست خوار کو صاف اور کھلے کھلے خواب دکھائی دیتی ہے اور وہ سچی بھی نکلتی ہے اور اس راز سربستہ کا حل کرنا عام لوگوں کی طبیعتوں پر مشکل ہو جاتا ہے اور بہتیرے اس سے ٹھوکر کھاتے ہیں سو متوجہ ہوکر سننا چاہیے کہ خواص کے علوم اور کشوف اور عوام کی خوابوں اور کشفی نظاروں میں فرق یہ ہے کہ خواص کا دل تو مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ آفتاب روشنی سے بھرا ہوا ہے وہ علوم اور اسرار غیبیہ سے بھر جاتے ہیں اور جس طرح سمندر اپنے پانیوں کی کثرت کی وجہ سے ناپیدا کنار ہے اسی طرح وہ بھی ناپیدا کنار ہوتے ہیں اور جس طرح جائز نہیں کہ ایک گندے سڑے ہوئے چھپڑ کو محض تھوڑے سے پانی کے اجتماع کی وجہ سے سمندر کے نام سے موسوم کردیں اسی طرح وہ لوگ جو شاذ ونادر کے طور پر کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں انکی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ نعوذ باللہ اُن بحار علوم ربانی سے کچھ نسبت رکھتے ہیں اور ایسا خیال کرنا اسی قسم کا لغو اور بیہودہ ہے کہ جیسے کوئی شخص صرف موںھ اور آنکھ اور ناک اور دانت دیکھکر سؤر کو انسان سمجھ لے یا بندر کو بنی آدم کی طرح شمار کرے تمام مدار کثرت علوم غیب اور استجابت دعا اور باہمی محبت ووفا اور قبولیت اور محبوبیت پر ہے ورنہ کثرت قلت کا فرق درمیان سے اٹھاکر ایک کرم شب تاب کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی سورج کے برابر ہے کیونکہ روشنی اس میں بھی ہے۔ دنیا کی جتنی چیزیں ہیں وہ کسی قدر آپس میں مشابہت ضرور رکھتی ہیں بعض سفید پتھر تبت کے پہاڑوں کی طرف سے ملتے ہیں اور غزنی کے حدود کی طرف سے بھی لاتے ہیں چنانچہ میں نے بھی ایسے پتھر دیکھے ہیں وہ ہیرے سے سخت مشابہت رکھتے اور اسی طرح چمکتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک شخص کابل کی طرف کا رہنے والا چند ٹکڑے پتھر کے قادیاں

+ یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوایف یعنے کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں اور بعض پلید اور فاسق اور حرام خور اور کنجروں سے بدتر اور بد دین اور ملحد جو اباحتیوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی نہیں جاتی۔ اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں اور یہ امر کوتہ بینوں کو سخت حیرت و پریشانی میں ڈالتا ہے اور اس کا وہی جواب ہے جو میں نے متن اور حاشیہ میں لکھا ہے۔ منہ

+ چونکہ ہر یک انسان کے اندر بموجب حدیث کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام ایک کشفی روشنی بھی مخفی ہے تا اگر ایمان یا اعلیٰ مرتبہ ایمان مقدر ہے تو اسوقت وہ روشنی کو بہت کے طور پر اجمالی آثار دکھاوے اس لئے کبھی اتفاق ہو جاتا ہے کہ کفر اور فسق کے زمانہ میں بھی بجلی کی چمک کیطرح کوئی ذرّہ اس روشنی کا ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فطرت میں بوجہ انسانیت کی امانت ہے اور ایک جاہل خیال کرتا ہے کہ گویا مرتبہ ابدال و اقطاب مجھ حاصل ہے اس لئے ہلاک ہو جاتا ہے۔ منہ

میں لایا اور ظاہر کیا کہ وہ ہیرے کے ٹکڑے ہیں کیونکہ وہ پتھر بہت چمکیلے اور آبدار تھے اور ان دنوں میں مدراس سے ایک مخلص دوست جو نہایت درجہ اخلاص رکھتے ہیں یعنے اخویم سیٹھ عبد الرحمٰن صاحب تاجر مدراس قادیاں میں میرے پاس تھے ان کو وہ پسند آگئے اور اُنکی قیمت میں پانسو روپیہ دینے کو طیار ہوگئے اور پچیس ۲۵ یا کچھ کم و بیش انکو دے بھی دیئے اور پھر اتفاقاً مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ میں نے یہ سودہ کیا ہے آپ کی کیا رائے ہے ۔ میں اگرچہ ان ہیروں کی اصلیت اور شناخت سے ناواقف تھا لیکن روحانی ہیرے جو دنیا میں کمیاب ہوتے ہیں یعنے پاک حالت کے اہل اللہ جن کے نام پر کئی جھوٹے پتھر یعنے مُزوّر لوگ اپنی چمک دمک دکھلا کر لوگوں کو تباہ کرتے ہیں اِس جوہر شناسی میں مجھے دخل تھا اس لئے میں نے اُس ہنر کو اسجگہ برتا اور اس دوست کو کہا کہ جو کچھ آپنے دیا وہ تو واپس لینا مشکل ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ قبل دینے پانسو روپیہ کے کسی اچھے جوہری کو یہ پتھر دکھلالیں اگر درحقیقت ہیرے ہوئے تو یہ روپیہ دیدیں ۔ چنانچہ وہ پتھر مدراس میں ایک جوہری کے شناخت کرنے کے لئے بھیجے گئے ۔ اور دریافت کیا گیا کہ انکی قیمت کیا ہے ۔ پھر شاید دو ہفتہ کے اندر ہی وہاں سے جواب آگیا کہ انکی قیمت ہے چند پیسے یعنے یہ پتھر ہیں ہیرے نہیں ہیں ۔ غرض جس طرح اس ظاہری دنیا میں ایک ادنیٰ کو کسی جزئی امر میں اعلیٰ سے مشابہت ہوتی ہے ایسا ہی روحانی امور میں بھی ہو جایا کرتا ہے اور روحانی جوہری ہوں یا ظاہری جوہری وہ جھوٹے پتھروں کو اس طرح پر شناخت کرلیتے ہیں کہ جو سچے جواہرات کے بہت سے صفات ہیں انکے رو سے ان پتھروں کا امتحان کرتے ہیں آخر جھوٹ کھل جاتا ہے اور سچ ظاہر ہو جاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ سچے ہیروں میں صرف ایک چمک ہی تو صفت نہیں ہے اور بھی تو بہت سی صفات ہوتی ہیں ۔ پس جب ایک جوہری وہ کل صفات پیش نظر رکھکر جھوٹے پتھروں کا امتحان کرتا ہے تو فی الفور انکو ہاتھ سے پھینک دیتا ہے اسی طرح مردان خدا جو خدا تعالےٰ سے محبت اور مودت کا تعلق رکھتے ہیں وہ صرف پیشگوئیوں تک اپنے کمالات کو محدود نہیں رکھتے انپر حقائق اور معارف کھلتے ہیں اور دقائق و اسرار شریعت اور دلائل لطیفہ حقانیت ملت انکو عطا ہوتے ہیں اور اعجازی طور پر انکے دلپر دقیق در دقیق علوم قرآنی اور لطائف کتاب ربانی اتارے جاتے ہیں اور وہ ان فوق العادت اسرار الٰہی سماوی علوم کے وارث کئے جاتے ہیں جو بلا واسطہ موہبت کے طور پر محبوبین کو ملتے ہیں اور خاص محبت انکو عطا کی جاتی ہے اور ابراہیمی صدق و صفا انکو دیا جاتا ہے اور روح القدس کا سایہ اُنکے دلوں پر ہوتا ہے ۔ وہ خدا کے ہو جاتے ہیں اور خدا انکا ہو جاتا ہے ۔ انکی دعائیں خارق عادت طور پر آثار دکھاتی ہیں ۔ ان کے لئے خدا غیرت رکھتا ہے وہ ہر میدان میں اپنے مخالفوں پر فتح پاتے ہیں ۔ انکے چہروں پر محبت الٰہی کا نور چمکتا ہے انکے در و دیوار پر خدا کی رحمت برستی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں ہوتے ہیں خدا انکے لئے اُس شیر مادہ سے زیادہ غصہ ظاہر کرتا ہے جس کے بچے کو کوئی لینے کا ارادہ کرے وہ گناہ سے معصوم وہ دشمنوں کے حملوں سے معصوم وہ تعلیم کی غلطیوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں ۔ وہ آسمان کے بادشاہ ہوتے ہیں ۔ خدا عجیب طور پر انکی دعائیں سنتا ہے اور عجیب طور پر انکی قبولیت ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ وقت کے بادشاہ ان کے دروازوں پر آتے ہیں ۔ ذو الجلال کا خیمہ اُنکے دلوں میں ہوتا ہے اور ایک رعب خدائی انکو عطا کیا جاتا ہے اور شاہانہ استغنا ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے وہ دنیا اور اہل دنیا کو ایک مرے ہوئے

کیڑے سے بھی کمتر سمجھتے ہیں فقط ایک کو جانتے ہیں اور اس ایک کے خوف کے نیچے ہردم گداز ہوتے رہتے ہیں - دنیا اُن کے قدموں پر گری جاتی ہے گویا خدا انسان کا جامہ پہن کر ظاہر ہوتا ہے وہ دنیا کا نور اور اس ناپائدار عالم کا ستون ہوتے ہیں وہی سچا امن قائم کرنے کے شہزادے اور ظلمتوں کے دور کرنے کے آفتاب ہوتے ہیں وہ نہاں در نہاں اور غیب الغیب ہوتے ہیں کوئی انکو پہچانتا نہیں مگر خدا - اور کوئی خدا کو پہچانتا نہیں مگر وہ - وہ خدا نہیں ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ خدا سے الگ ہیں - وہ ابدی نہیں ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ کبھی مرتے ہیں - پس کیا ایک ناپاک اور خبیث آدمی جس کا دل گندہ خیالات گندے زندگی گندی ہے ان سے مشابہت پیدا کرسکتا ہے ہرگز نہیں مگر وہی مشابہت جو کبھی ایک چمکیلے پتھر کو ہیرے کے ساتھ ہو جاتی ہے - مردان خدا جب دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں تو انکی عام برکات کی وجہ سے آسمان سے ایک قسم کا انتشار روحانیت ہوتا ہے اور طبایع میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور جن کے دل اور دماغ سچی خوابوں سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں انکو سچی خوابیں آنی شروع ہو جاتی ہیں لیکن درپردہ یہ تمام انہی کے وجود باجود کی تاثیر ہوتی ہے جیساکہ مثلاً جب برسات کے دنوں میں پانی برستا ہے تو کنوؤں کا پانی بھی بڑھ جاتا ہے اور ہر ایک قسم کا سبزہ نکلتا ہے لیکن اگر آسمان کا پانی چند سال تک نہ برسے تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہو جاتا ہے سو وہ لوگ درحقیقت آسمان کا پانی ہوتے ہیں اور انکے آنے سے زمین کے پانی بھی اپنا سیلاب دکھلاتے ہیں - اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو ان زمین کے پانیوں کو نابود کر دیتا لیکن اس امر میں کہ کیوں دوسرے لوگوں کو بھی انکے وقت میں خوابیں سچی آتی ہیں یا کبھی کشفی نظارے ہوتے ہیں بھید یہ ہے کہ اگر عام لوگوں کو باطنی کشوف سے کچھ بھی حصہ نہ ہوتا اور پھر جب اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کو دنیا میں بھیجتا اور وہ بڑے بڑے پوشیدہ واقعات اور عالم مجازات اور غیب کی خبریں دیتے تو لوگوں کے دل میں یہ گمان گذر سکتا تھا کہ شاید وہ جھوٹے ہیں یا بعض امور میں نجوم وغیرہ سے مدد لیتے ہیں یا درمیان کوئی اور فریب ہے پس خدا نے ان شبہات کے دور کرنے کے لئے عام لوگوں میں رسولوں اور نبیوں کی جنس کا ایک مادہ رکھدیا ہے اور نبوت کی بہت چیزوں اور بہت سی صفات لازمہ میں سے ایک صفت میں انکو ایک حد تک شریک کر دیا ہے تا وہ لوگ خدا کے نبیوں اور مامورین اور ملہمین کی تصدیق کے لئے قریب ہو جائیں اور دلوں میں سمجھ لیں کہ یہ امور جائز اور ممکن ہیں تبھی تو ہم بھی کسی حد تک شریک ہیں اور اگر خدا تعالےٰ اسقدر بھی انکو مادہ عطا نہ فرماتا تو عام لوگوں پر نبوت کا مسئلہ سمجھنا مشکل ہو جاتا اور ان کے طبایع بہ نسبت اقرار کے انکار سے زیادہ قریب ہوتیں لیکن اب تمام عام لوگوں میں یہانتک کہ فاسقوں اور فاجروں میں بھی علم غیب کا ایک مادہ ہے اس لئے اگر وہ تعصب کو کام میں نہ لائیں تو نبوت کی حقیقت کو بہت جلد سمجھ سکتے ہیں اور اس بات میں خطرہ بہت کم ہے کہ اگر کوئی ایسا خیال کرے کہ میری فلاں خواب بھی سچی نکلی اور فلاں موقع پر مجھے کشفی نظارہ ہوا وجہ یہ کہ انسان جب جمیع کمالات نبوت اور محدثیت اور انکے مقام محبوبیت پر بخوبی اطلاع پائے گا تو بہت آسانی سے اپنی اس غلطی پر متنبہ ہو جائے گا جیساکہ وہ شخص جس نے کبھی سمندر نہیں دیکھا اور اپنے گانو کے ایک تھوڑےسے پانی کو سمندر کے برابر اور اس کے عجائبات

سے ہم وزن خیال کرتا ہے جب اس کا گذر سمندر پر ہوگا اور اس کی حقیقت سے اطلاع پائے گا تو بغیر نصیحت کسی ناصح کے خود بخود سمجھ جائے گا کہ میں ایک بڑی غلطی کے گرداب میں مبتلا تھا لیکن اگر خدا نخواستہ انسانوں کی یہ صورت ہوتی کہ فیضان امور غیبیہ کا کچھ بھی مادہ ان میں امانت نہ رکھا جاتا اور نہ یہ علم ہوتا کہ کبھی خدا کی طرف سے غیبی علوم اور اخبار کا فیضان بھی ہوا کرتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہوتے جو مادرزاد اندھا اور بہرہ ہو۔ پس اس صورت میں تمام انبیاء کو تبلیغ میں ناکامی ہوتی۔ مثلاً جس اندھے نے کبھی روشنی نہیں دیکھی اس کو کس طرح سمجھا سکتے ہیں کہ روشنی کیا چیز ہے فتدبر ولاتکن من العمین واسئل رحم اللہ لیفتح عینک و ہو ارحم الراحمین۔

ہم تصریح سے لکھ آئے ہیں کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں کیونکہ اس کا ثبوت نہ تو قرآن شریف سے ملتا ہے اور نہ حدیث سے اور نہ عقل اس کو باور کرسکتی ہے بلکہ قرآن اور حدیث اور عقل تینوں اس کے مکذب ہیں کیونکہ قرآن شریف نے کھولکر بیان فرما دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور معراج کی حدیث نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء علیہم السلام کی روحوں میں جاملے ہیں اور اس عالم سے بکلی انقطاع کر گئے اور عقل ہمیں بتلا رہی ہے کہ اس جسم فانی کے لئے یہ سنت اللہ نہیں کہ آسمان پر چلا جائے اور باوجود زندہ مع الجسم ہونے کے کھانے پینے اور تمام لوازم حیات سے الگ ہوکر ان روحوں میں جاملے جو موت کا پیالہ پی کر دوسرے جہان میں پہونچ گئے ہیں عقل کے پاس اس کا کوئی نمونہ نہیں۔ پھر ماسوا اس کے جیسا کہ یہ عقیدہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر چڑھنے کا قرآن شریف کے بیان سے مخالف ہے ایسا ہی انکے آسمان سے اترنے کا عقیدہ بھی قرآن کے بیان سے منافات کلی رکھتا ہے کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ آیت فلما توفیتنی اور آیت قد خلت من قبلہ الرسل میں حضرت عیسیٰ کو مار چکا ہے ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کرچکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوبارہ دنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئیں گے اور برابر پینتالیس برس تک ان پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہے گا۔ اب بتلاؤ کہ انکے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسیٰ ہیں۔ چنانچہ نواب مولوی صدیق حسن خانصاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے ۴۳۲ صفحہ میں یہی لکھا ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے کہ گویا حضرت عیسیٰ امتی بنکر آئیں گے بلکہ وہ بدستور نبی ہوں گے اور ان پر وحی نبوت نازل ہوگی اور ظاہر ہے کہ جبکہ وہ اپنی نبوت پر قائم رہے اور وحی نبوت بھی پینتالیس برس تک نازل ہوتی رہی تو پھر بخاری کی یہ حدیث کہ امامکم منکم کیونکر ان پر صادق آئے گی اور یہ خیال کہ امام سے مراد اس جگہ مہدی ہے اول تو سیاق سباق کلام کا اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ حدیث مسیح موعود کے حق میں ہے اور اسی کی اس حدیث کی سر پر تعریف ہے۔ ماسوا اس کے بقول علماء مخالفین مہدی تو صرف چند سال رہ کر مرجائے گا اور پھر عیسے

پینتالیس سال برابر دنیا میں رہے گا حالانکہ وہ نہ امتی ہے اور نہ قرآنی وحی کا پیرو ہے بلکہ اسپر آپ وحی نبوت نازل ہوتی ہے۔ سو سوچو اور فکر کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنا دین میں کچھ تھوڑا فساد نہیں ڈالتا بلکہ تمام اسلام کو زیرو زبر کرتا ہے اور کس قدر ظلم ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود بخود آسمان پر چڑھانا اور خود بخود آسمان سے اتارنا حالانکہ قرآن نہ انکے آسمان پر چڑھنے کا مصدق ہے اور نہ اُنکے اترنے کو جائز رکھنے والا کیونکہ قرآن تو عیسیٰ کو مار کر زمین میں دفن کرتا ہے پھر حضرت مسیح کا زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر چڑھانا قرآن سے کیونکر ثابت ہو سکے کیا مردے آسمان پر چڑھیں گے پس قرآن کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو آسمان پر چڑھانا یہ صریح قرآن شریف کی تکذیب ہے۔ ایسا ہی پھر انکو نبوت اور وحی نبوت کیساتھ زمین پر اتارنا یہ بھی صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے کیونکہ موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے تو پھر افسوس ہزار افسوس کہ اس لغو حرکت سے کیا فائدہ ہوا کہ محض اپنی حکومت سے حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھایا اور پھر اپنے ہی خیال سے کسی وقت اترنا بھی مان لیا۔ اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اتریں گے اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لیکر انپر نازل ہوتا رہیگا تو کیا ایسے عقیدہ سے دین اسلام باقی رہ جائے گا اور آنحضرت کی ختم نبوت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگیگا۔ بعض مسلمانوں میں سے تنگ آکر اور ہر ایک پہلو سے لاجواب ہوکر یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی مسیح کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے یہ سب بیہودہ لافیں ہیں۔ قرآن نے کہاں لکھا ہے کہ کوئی مسیح بھی دنیا میں آئے گا اور پھر کہتے ہیں کہ یہ دعوی نری فضولی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے۔ حدیثوں کی صدہا باتیں سچی نہیں ہوئیں تو پھر کیونکر یقین کریں کہ کسی مسیح کا آنا کوئی حق بات ہے بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے ایک ادنیٰ سی بات ہاتھ میں لیکر اپنی طرف لوگوں کو رجوع دینا چاہتے ہیں حالانکہ انکی زندگی اچھی نہیں ہے۔ مکر فریب جھوٹ دغابازی تکبر بدزبانی شہوت پرستی حرام خوری عہد شکنی خود ستائی ریاکاری فاسقانہ زندگی اُن کا طریق ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم مسیح ہیں ایسے مسیحوں سے فلاں فلاں شخص ہزار درجہ بہتر ہیں جن کی زندگی پاک اور جن کا کام مکر اور فریب اور جھوٹ اور ریا اور حرام خوری نہیں دل اور زبان اور معاملہ کے صاف ہیں کوئی متکبرانہ دعوے نہیں کرتے حالانکہ وہ ایسے شخص سے بدرجہا بہتر اور صحیح طور پر خدا کا الہام پاتے ہیں کئی پیشگوئیاں انکی ہم نے بچشم خود پوری ہوتے دیکھیں مگر اس شخص کی ایک بھی پیشگوئی سچی نہیں نکلی وہ لوگ بڑے راستباز ہیں کوئی دعویٰ نہیں کرتے لیکن یہ شخص تو مکار کذاب جھوٹا مفتری ناحق کا مدعی عہد شکن مال حرام کھانے والا لوگوں کا ناحق روپیہ دبانے والا سخت درجہ کا بے ایمان ہے اور ان راستباز ملہموں پر خدا نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا ہے کہ درحقیقت یہ شخص کافر ہے بلکہ سخت کافر فرعون اور ہامان سے بھی بدتر اور بعض پاک باطن ملہمین کو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نظر آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ مفتری کذاب دجال ہے اور واجب القتل اور میں اس کا دشمن ہوں اور جلد تباہ کر دونگا۔ اور ایک بزرگ اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جس کو اس زمانہ کا قطب الاقطاب و امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور گرداگرد تمام علماء پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تب

یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا جو نہایت کریہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے تب ایک عالم ربانی اٹھا (شاید محمود شاہ واعظ یا محمد علی بوپڑی) اور اس نے عرض کی کہ یا حضرت یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو دجال ہے تب آپکے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہوئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا اور آپ نے ان تمام علماء پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنہوں نے اس شخص کو کافر اور دجال ٹھہرایا اور آپ بار بار پیار کرتے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علماء ربانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔ اس جگہ کرسی نشینی کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا+ مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اس کی ترتیب شاید یہ ہوگی کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی قدیم طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں جو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اس کے اس سونے کے تخت کے قریب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی ہوگی ساتھ ہی میاں عبد الحق غزنوی کی اور اس کے پہلو پر مولوی عبد الجبار صاحب کی کرسی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کرسی جسپر زینت بخش مولوی عبد الواحد صاحب غزنوی تھے اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری کی کرسی تھی۔ اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک اور کرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور تھوڑی سی تحریک کے ساتھ بھی ہل جاتی تھی۔ اور کچھ ٹوٹی ہوئی بھی تھی یہ کرسی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی تھی۔ اس کرسی کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اس دربار کے شریک تھے۔ اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جسپر ایک بڈھا نو سالہ بیٹھا ہوا تھا جس کو لوگ نذیر حسین کہتے تھے اس کی کرسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک بچہ کی طرح اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد مولوی محمد اور مولوی عبد العزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آرہی تھی کہ یہ پنجاب کے تمام مولویوں میں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے اپنے ہاتھ اور نیز مولوی محمد حسین کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے پیارے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ابھی تھوڑے دنوں میں میری امت میں سے تیس ہزار آدمی کا نام کافر اور دجال رکھا اور فرماتے تھے کہ یہ سخت غلطی تھی کہ لوگوں نے ایسا سمجھا ہوا تھا کہ اگر ننّو میں سے ننانوے کفر کے آثار پائے جائیں اور ایک ایمان کا نشان پایا جائے تو پھر اس کو مومن سمجھو بلکہ حق بات یہ ہے کہ جس شخص میں ننانویں نشان ایمان کے پائے جائیں اور ایک نشان کفر کا خیال کیا جائے یا ظن کیا جاوے یا بے تحقیق شہرت دی جائے تو اس کو بلا شبہ کافر سمجھنا چاہیے یہ فرمایا اور پھر مولوی محمد حسین صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ عالم ربانی ہے جس نے میرے اس منشاء کو سمجھا تب مولوی محمد علی بوپڑی کھڑا ہوا اور کہا کہ میں تو سب سے زیادہ مسجدوں اور گلیوں اور کوچوں اور لوگوں کے گھروں میں اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں گالیاں دیا کرتا ہوں اور لعنت بھیجا کرتا ہوں اور ہر ایک وقت میرا کام ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو اس شخص کی توہین و تحقیر و لعن و طعن کرنے کے لئے کہتا رہتا ہوں اور ہمیشہ انہی کاموں کے لئے سفر بھی کرکے ترغیب دیتا رہتا ہوں اور کوئی گالی نہیں کہ میں نے اٹھا نہیں رکھی اور کوئی توہین

+ یہ تمام لوگ وہ ہیں جنھوں نے مجھے گالیاں دینا اپنے پر فرض کر رکھا ہے اور اب بعض انہیں سے میری توہین کے ارادہ سے جھوٹی خوابیں اپنی طرف سے بناتے اور پھر انکو شائع کرتے ہیں۔ منہ

نہیں جو میں نے نہیں کی پس میرا کیا اجر ہے۔ تب اُس پیغمبر صاحب نے بہت پیار کے جوش سے انکو بوڑی کو اپنے گلے لگا لیا اور کہا تو میرا پیارا بیٹا ہے تونے میرا منشاء سمجھا۔ غرض جیسا کہ حضرت خواب بین صاحب بیان فرماتے ہیں پنجاب کے تمام مولویوں کی کرسیاں اس دربار میں موجود تھیں اور ہر ایک فاخرہ لباس پہنے ہوئے نوابوں کی طرح بیٹھا تھا اور وہ پیغمبر صاحب ہر وقت انکا ہاتھ چومتے تھے کہ یہ ہیں میرے پیارے، علماء ربانی خیر الناس علی ظہر الارض۔ اور پھر آگے چلکر ایک اور کرسی تھی اسپر ایک اور مولوی صاحب کرسی پر کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آرہی تھی کہ یہی ہیں خلیفۃ شیخ بٹالوی محمد حسن لدھیانوی۔ اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن کے ساتھ بچھائی گئی۔ اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جس کو عبد المنان کہتے تھے اور اس کی کرسی سے انا المکفر کی زور کے ساتھ آواز آرہی تھی۔ غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے۔ مگر یہہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے جو اس خواب کے مناسب حال کی گئی لیکن خواب میں یہ حصہ داخل ہے کہ علماء پنجاب اس پیغمبر صاحب کے دربار میں بڑی تعظیم کیساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تمام عالم امرتسری بٹالوی لاہوری لدھیانوی دہلوی وزیر آبادی بوپڑی گولڑوی وغیرہ اس دربار میں کرسیوں پر زینت بخش تھے اور پیغمبر صاحب نے میری تحقیر اور ایذا اور توہین کی وجہ سے بڑا پیار ان سے ظاہر کیا تھا اور بڑی محبت اور تعظیم سے پیش آئے تھے گویا انپر فدا ہوتے جاتے تھے۔ یہ خواب کا مضمون ہے جو خط میں میری طرف لکھا گیا تھا جس کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اس خواب کا دیکھنے والا ایک بڑا بزرگ پاک باطن ہے جس کو دکھلایا کہ یہ سب مولوی پنجاب اور ہندوستان کے اقطاب اور ابدال کے درجہ پر ہیں۔ چونکہ یہ خط اتفاق سے گم ہو گیا ہے اور اس وقت مجھے نہیں ملا اس لئے میں صاحب راقم کی خدمت میں عذر کرتا ہوں کہ اگر کوئی حصہ ان کے خواب کا جو پنجاب کے مولویوں کی بزرگ شان میں ہے یا جو اس دربار میں مجھے سزا دی گئی میرے لکھنے سے رہ گیا ہو تو معاف فرمائیں اور میں نے حتی المقدور اس خواب کے کسی حصے کو ترک نہیں کیا۔ یہ تمام ایک اعتراض ہے جو میرے پر کیا گیا ہے اور مجھے کذاب دجال کافر مفتری فاسق فریبی حرام خور ریاکار متکبر بدگو بدزبان ٹھہرا کر پھر گویا اس بزرگ کی اس خواب کے ساتھ ان تمام الزاموں کا ثبوت دیکر اثبات دعوی سے سبکدوشی حاصل کر لی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف یہ کشف اور رویا ہی تمہارے کافر ہونے پر دلیل نہیں ہے بلکہ امت کا اجماع بھی تو ہو گیا اور اجماع کے یہ معنی کئے گئے ہیں کہ گولڑہ سے دلی تک جس قدر مولوی اور سجادہ نشین تھے سب نے کفر کی گواہی دیدی۔ اب شک کیا رہا بلکہ ابتو کافر کہنا اور لعنت بھیجنا موجب درجات ہے اور بعض نفلی عبادتوں سے بہتر۔ اعتراض مذکورہ بالا میں جس قدر میری ذاتیات کی نسبت نکتہ چینی کی گئی ہے میں اس سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ کوئی رسول اور نبی اور مامور من اللہ نہیں گذرا جس کی نسبت ایسی نکتہ چینیاں نہیں ہوئیں۔ ابھی ایک رسالہ آریہ صاحبوں نے شایع کیا ہے جس میں نعوذ باللہ حضرت موسی کو گویا تمام مخلوقات سے بدتر ٹھہرایا گیا ہے اور جس قدر میرے پر اعتراض کوتہ بینی اور تعصب سے کئے جاتے ہیں وہ سب انپر کئے گئے ہیں یہاں تک

کہ نعوذ باللہ انکو عہد شکن دروغگو اور ظلم سے بیگانہ کا مال حرام کھانے والا اور فریب کرنے والا اور دھوکہ دینے والا قرار دیا ہے اور بعض الزام مجھ سے، زیادہ لگائے گئے ہیں جیسے یہ کہ موسیٰ نے کئی لاکھ شیرخوار بچے قتل کرائے اب دیکھو کہ جو میرے پر اعتراض کرتے ہیں انکے ہاتھ میں تو کچھ ثبوت بھی نہیں محض بدظنی سے جھوٹ کی نجاست ہے۔ مگر جنھوں نے حضرت موسیٰ پر اعتراض کئے وہ تو اپنے الزامات کے ثبوت میں توریت کی آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ایسا ہی بہت سے اعتراض یہودیوں نے حضرت مسیح کی زندگی پر بھی کئے ہیں جو نہایت گندے اور ناقابل ذکر ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ذاتی حالات پر جو جو اعتراضات میزان الحق اور عماد الدین کی کتابوں اور امہات المومنین وغیرہ میں لکھے ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ پس اگر ان اعتراضات سے کچھ نتیجہ نکلتا ہے تو بس یہی کہ ہمیشہ ناپاک خیال لوگ ایسے ہی اعتراضات کرتے آئے ہیں اور اللہ تعالے کو بھی منظور تھا کہ انکا امتحان کرے اس لئے اپنے مقدس لوگوں کے بعض افعال اور معاملات کی حقیقت انپر پوشیدہ کردی تا ان کا خبث ظاہر کرے۔ اور جو میری پیشگوئیوں کی نسبت اعتراض کیا ہے میں اس کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ یہ اعتراض بھی سنت اللہ کے موافق میرے پر کیا گیا ہے یعنے کوئی نبی نہیں گذرا جس کی بعض پیشگوئیوں کی نسبت اعتراض نہیں ہوا۔ یہ کس قسم کی بدبختی اور بدقسمتی ہے کہ ہمیشہ سے اندھے لوگ خدا کے روشن نشانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے رہے اور اگر ان میں کوئی نظری طور پر دقیق پیشگوئی اسی طور پر ظہور میں آئی جس کو موٹی عقلیں سمجھ نہ سکیں تو وہی محل اعتراض بنا لیا جیسا کہ کتاب تریاق القلوب کے پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آج تک میرے ہاتھ پر سو سے زیادہ خدا تعالے کا نشان ظاہر ہوا جن کے دنیا میں کئی لاکھ انسان گواہ ہیں مگر کور چشم معترضوں نے انکی طرف کچھ بھی توجہ نہیں کی اور نہ ان سے کچھ فائدہ اٹھایا اور جب ایک دو نشان کوتہ اندیشی یا بخل یا فطرتی کور باطنی کی وجہ سے انکو سمجھ نہ آئی تو بغیر اس کے کہ کچھ سوچتے اور تامل کرتے یا مجھ سے پوچھتے شور مچا دیا اسی طرح ابوجہل وغیرہ مخالف انبیاء علیہم شور مچاتے رہے ہیں نہ معلوم اس ظلم کا خدا تعالے کو کیا جواب دیں گے ان لوگوں کا بجز اس کے اور کچھ منشاء نہیں کہ چاہتے ہیں کہ نور الہی کو اپنے مونھ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر وہ بجھ نہیں سکتا کیونکہ خدا کے ہاتھ نے اس کو روشن کیا ہے نہ معلوم کہ میری تکذیب کے لئے اس قدر کیوں مصیبتیں اٹھا رہے ہیں اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے اور میرے اس دعوے مسیح موعود ہونے کا مکذب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا۔ ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں لیکن جبکہ میں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علما اور فقرا اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مونھ کی پھونکوں سے یہ الہی سلسلہ برباد ہو سکتا ہے! کبھی برباد نہیں ہو گا۔ وہی برباد ہوں گے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔ (۱) خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں۔ (۲) خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔ (۳) خدا نے میری دعاؤں میں سب سے بڑھکر قبولیت رکھی ہے۔ (۴) خدا نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں۔ (۵) خدا نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں۔ (۶) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک

مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا۔(۷) خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہیں گے اور دنیا میں اکثر وہ اور انکی نسل بڑی بڑی عزتیں پائیں گے تا انپر ثابت ہو کہ جو خدا کی طرف آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اٹھاتا۔(۸) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک اور جب تک کہ دنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔(۹) خدا نے آجسے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرا انکار کیا جائے گا اور لوگ تجھے قبول نہیں کریں گے پر میں تجھے قبول کرونگا اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کر دونگا۔(۱۰) اور خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کھڑا کیا جائے گا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکونگا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلا ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔ وتلك عشرة كاملة دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں۔ یہ اُس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں۔

اب میں مختصر طور پر اپنے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے دلائل ایک جگہ اکٹھے کرکے لکھ دیتا ہوں شاید کسی طالب حق کو کام آئیں یا کوئی سینہ حق کے قبول کرنے کے لئے کھل جائے۔ رب فاجعل فيها من عندك بركة وتاثيرا وهداية وتنويرا واجعل افئدة من الناس تهوى اليها فانك على كلشئ قدير وبالاجابة جدير۔ ربنا اغفرلنا ذنوبنا وادفع بلايانا وكروبنا ونج من كل هم قلوبنا وكفل خطوبنا وكن معنا حيثما كنا يا محبوبنا واستر عوراتنا وامن روعاتنا انا توكلنا عليك وفوضنا الامر اليك انت مولانا فى الدنيا والاخرة وانت ارحم الراحمين آمين يا رب العالمين۔

(۱) پہلی دلیل اس بات پر کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی موعود ہوں یہ ہے کہ میرا یہ دعوے مہدی اور مسیح ہونے کا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے یعنے قرآن شریف اپنے نصوص قطعیہ سے اس بات کو واجب کرتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے مقابل پر جو موسوی خلیفوں کے خاتم الانبیاء ہیں اس امت میں سے بھی ایک آخری خلیفہ پیدا ہوگا تاکہ وہ اسی طرح محمدی سلسلہ خلافت کا خاتم الاولیاء ہو اور مجددانہ حیثیت اور لوازم میں حضرت عیسی علیہ السلام کی مانند ہو اور اسی پر سلسلہ خلافت محمدیہ ختم ہو جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر سلسلہ خلافت موسویہ ختم ہوگیا ہے۔ تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ خدا تعالے نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسی علیہ السلام کا مثیل ٹھہرایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو مسیح موعود تک سلسلہ خلافت ہے اس سلسلہ کو خلافت موسویہ کے سلسلہ سے مشابہ قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا ارسلنا اليكم رسولا شاهدا عليكم كما ارسلنا الى فرعون رسولا یعنے ہم نے یہ پیغمبر اسی پیغمبر کی مانند تمہاری طرف بھیجا ہے کہ جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور یہ اس بات کا گواہ ہے کہ تم کیسے ایک سرکش۔ اور متکبر قوم ہو جیسے کہ فرعون متکبر اور سرکش تھا۔ یہ تو وہ آیت ہے

جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہوتی ہے۔ لیکن جس آیت سے دونوں سلسلوں یعنے سلسلہ خلافت موسویہ اور سلسلہ خلافت محمدیہ میں مماثلت ثابت ہے یعنے جس سے قطعی اور یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سلسلہ نبوت محمدیہ کے خلیفے سلسلہ نبوت موسویہ کے مشابہ و مماثل ہیں وہ یہ آیت ہے۔ وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ۔ یعنے خدا نے ان ایمانداروں سے جو نیک کام بجا لاتے ہیں وعدہ کیا ہے جو انہیں سے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کئے تھے۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھکر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفاء محمدیہ ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔ سب سے پہلا خلیفہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے وہ حضرت یوشع بن نون کے مقابل اور ان کا مثیل ہے جس کو خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے لئے اختیار کیا اور سب سے زیادہ فراست کی روح اس میں پھونکی۔ یہانتک کہ وہ مشکلات جو عقیدہ باطلہ حیات مسیح کے مقابلہ میں خاتم الخلفاء کو پیش آنی چاہیئے تھی ان تمام شبہات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمال صفائی سے حل کر دیا اور تمام صحابہ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی موت پر اعتقاد نہ ہوگیا ہو بلکہ تمام امور میں تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی اطاعت اختیار کرلی جیسا کہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت یشوع بن نون کی اطاعت کی تھی اور خدا بھی موسیٰ اور یشوع بن نون کے نمونہ پر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ کا حامی اور موید تھا۔ ایسا ہی ابوبکر صدیق کا حامی اور موید ہوگیا درحقیقت خدا نے یشوع بن نون کی طرح اس کو ایسا مبارک کیا جو کوئی دشمن اس کا مقابلہ نہ کرسکا اور اسامہ کے لشکر کا ناتمام کام جو حضرت موسیٰ کے ناتمام کام سے مشابہت رکھتا تھا حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر پورا کیا۔ اور حضرت ابوبکر کی حضرت یشوع بن نون کے ساتھ ایک اور عجیب مناسبت یہ ہے جو حضرت موسیٰ کی موت کی اطلاع سب سے پہلے حضرت یوشع کو ہوئی اور خدا نے بلا توقف ان کے دل میں وحی نازل کی جو موسیٰ مرگیا تا یہود حضرت موسیٰ کی موت کے بارے میں کسی غلطی یا اختلاف میں نہ پڑ جائیں جیسا کہ یشوع کی کتاب باب اول سے ظاہر ہے۔ اسی طرح سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر حضرت ابوبکر نے یقین کامل ظاہر کیا اور آپ کے جسد مبارک پر بوسہ دیکر کہا کہ تو زندہ بھی پاک تھا اور موت کے بعد بھی پاک ہے اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہوگئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دیکر ان تمام خیالات کو دور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا اور جس طرح حضرت یشوع بن نون نے

دین کے سخت دشمنوں اور مفتریوں اور مفسدوں کو ہلاک کیا تھا اسی طرح بہت سے مفسد اور جھوٹے پیغمبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارے گئے اور جس طرح حضرت موسیٰ راہ میں ایسے نازک وقت میں فوت ہوگئے تھے کہ جب ابھی بنی اسرائیل نے کنعانی دشمنوں پر فتح حاصل نہیں کی تھی اور بہت سے مقاصد باقی تھے اور اردگرد دشمنوں کا شور تھا جو حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد اور بھی خطرناک ہوگیا تھا ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک خطرناک زمانہ پیدا ہوگیا تھا۔ کئی فرقے عرب کے مرتد ہوگئے تھے بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا تھا اور کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہوگئے تھے اور ایسے وقت میں جو ایک بڑے مضبوط دل اور مستقل مزاج اور قوی الایمان اور دلاور اور بہادر خلیفہ کو چاہتا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کئے گئے اور انکو خلیفہ ہوتے ہی بڑے غموں کا سامنا ہوا جیسا کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوت اعراب اور کھڑے ہونے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلعم مقرر کیا گیا وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا اور زمین سے ہموار ہو جاتا۔ مگر چونکہ خدا کا یہ قانون قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے جیسا کہ یشوع کی کتاب باب اول آیت ۶ میں حضرت یشوع کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوط ہو اور دلاوری کر یعنے موسیٰ تو مرگیا اب تو مضبوط ہو جا۔+ یہی حکم قضاء و قدر کے رنگ میں نہ شرعی رنگ میں حضرت ابوبکر کے دل پر بھی نازل ہوا تھا تناسب اور تشابہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابوبکر بن قحافہ اور یشوع بن نون ایک ہی شخص ہے۔ استخلافی مماثلت نے اس جگہ کشش کر اپنی مشابہت دکھلائی ہے یہ اس لئے کہ کسی دو لمبے سلسلوں میں باہم مشابہت کو دیکھنے والے طبعاً یہ عادت رکھتے ہیں کہ یا اول کو دیکھا کرتے ہیں اور یا آخر کو مگر دو سلسلوں کی درمیانی مماثلت کو جس کی تحقیق و تفتیش زیادہ وقت چاہتی ہے دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ اول اور آخر پر قیاس کر لیا کرتے ہیں اس لئے خدا تعالیٰ اس مشابہت کو جو یشوع بن نون اور حضرت ابوبکر میں ہے جو دونوں خلافتوں کے اول سلسلہ میں ہیں اور

+ خدا تعالیٰ کے حکم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شرعی جیسا یہ کہ تو خون نہ کر چوری نہ کر جھوٹی گواہی مت دے دوسری قسم حکم کی قضا و قدر کے حکم ہیں جیسا کہ یہ حکم کہ قلنا یا نار کونی بردا و سلاما علی ابراہیم شرعی حکم میں محکوم کا تخلف حکم سے جائز ہے جیسا کہ ہتیرے باوجود حکم شرعی پانے کے خون بھی کرتے ہیں چوری بھی کرتے ہیں جھوٹی گواہی بھی دیتے ہیں مگر قضاء و قدر کے حکم میں ہرگز تخلف جائز نہیں۔ انسان تو انسان قدری حکم سے جمادات بھی تخلف نہیں کر سکتے کیونکہ جبروتی کشش اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ سو حضرت یشوع کو خدا کا یہ حکم کہ مضبوط دل ہو جا قدری حکم تھا یعنے قضاء و قدر کا حکم وہی حکم حضرت ابوبکر کے دل پر بھی نازل ہوا تھا۔

منہ

نیز اس مشابہت کو جو حضرت عیسی بن مریم اور اس امت کے مسیح موعود میں ہے جو دونوں خلافتوںکے آخر سلسلہ میں ہیں اجلی بدیہیات کرکے دکھلا دیا۔ مثلا یشوع اور ابوبکر میں وہ مشابہت درمیان رکھدی کہ گویا وہ دونوں ایک ہی وجود ہے یا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسی کی وفات کے بعد یوشع بن نون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نکیا اور سب نے اپنی اطاعت ظاہر کی۔ یہی واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہاکر دلی رغبت سے حضرت ابوبکر کی خلافت کو قبول کیا۔ غرض ہر ایک پہلو سے حضرت ابوبکر صدیق کی مشابہت حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ خدانے جسطرح حضرت یشوع بن نون کو اپنی وہ تائیدیں دکھلائیں کہ جو حضرت موسی کو دکھلایا کرتا تھا ایسا ہی خدا نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت ابوبکر کے کاموں میں برکت دی اور نبیوں کی طرح اس کا اقبال چمکا۔ اس نے مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا سے قدرت اور جلال پاکر قتل کیا تاکہ اصحاب رضی اللہ عنہم جانیں کہ جسطرح خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کے بھی ساتھ ہے۔ ایک اور عجیب مناسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت یشوع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک ہولناک دریا سے جس کا نام یردن ہے عبور مع لشکر کرنا پیش آیا تھا اور یردن میں ایک طوفان تھا اور عبور غیر ممکن تھا اور اگر اس طوفان سے عبور نہ ہوتا تو بنی اسرائیل کی دشمنوں کے ہاتھ سے تباہی متصور تھی اور یہ وہ پہلا امر ہولناک تھا جو حضرت موسی علیہ السلام کے بعد یشوع بن نون کو اپنے خلافت کے زمانہ میں پیش آیا اُسوقت خدا تعالےٰ نے اس طوفان سے اعجازی طور پر یشوع بن نون اور اس کے لشکر کو بچا لیا اور یردن میں خشکی پیدا کردی جس سے وہ بآسانی گذر گیا وہ خشکی بطور جوار بھاٹا تھی یا محض ایک فوق العادۃ اعجاز تھا۔ بہر حال اس طرح خدا نے ان کو طوفان اور دشمن کے صدمہ سے بچایا اسی طوفان کی مانند بلکہ اس سے بڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر خلیفۃ الحق کو مع تمام جماعت صحابہ کے جو ایک لاکھ سے زیادہ تھے پیش آیا یعنی ملک میں سخت بغاوت پھیل گئی۔ اور وہ عرب کے بادیہ نشین جن کو خدا نے فرمایا تھا قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم (سورہ حجرات) ضرور تھا کہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ بگڑتے تا یہ پیشگوئی پوری ہوتی۔ پس ایسا ہی ہوا اور وہ سب لوگ مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوۃ سے انکار کیا اور چند شریر لوگوں نے پیغمبری کا دعوی کردیا جن کے ساتھ کئی لاکھ بدبخت انسانوں کی جمعیت ہوگئی اور دشمنوں کا شمار اس قدر بڑھ گیا کہ صحابہ کی جماعت ان کے آگے کچھ بھی چیز نہ تھی اور ایک سخت طوفان ملک میں برپا ہوا یہ طوفان اُس خوفناک پانی سے بہت بڑھکر تھا جس کا سامنا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو پیش آیا تھا اور جیسا کہ یوشع بن نون حضرت موسی کی وفات کے بعد ناگہانی طور پر اس سخت ابتلا میں مبتلا ہو گئے تھے کہ دریا سخت طوفان میں تھا اور کوئی جہاز نہ تھا اور ہر ایک طرف سے دشمن کا خوف تھا۔ یہی ابتلا حضرت ابوبکر کو پیش آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور ارتداد عرب کا ایک طوفان برپا

ہو گیا اور جھوٹے پیغمبروں کا ایک دوسرا طوفان اس کو قوت دینے والا ہو گیا۔ یہ طوفان یوشع کے طوفان سے کچھ کم نہ تھا بلکہ بہت زیادہ تھا اور پھر جیسا کہ خدا کی کلام نے حضرت یوشع کو قوت دی اور فرمایا کہ جہاں جہاں تو جاتا ہے میں تیرے ساتھ ہوں تو مضبوط ہو اور دلاور بنجا اور بیدل مت ہو۔ تب یشوع میں بڑی قوت اور استقلال اور وہ ایمان پیدا ہو گیا جو خدا کی تسلی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر کو بغاوت کے طوفان کے وقت خدا تعالےٰ سے قوت ملی۔ جس شخص کو اس زمانہ کی اسلامی تاریخ پر اطلاع ہے وہ گواہی دے سکتا ہے کہ وہ طوفان ایسا سخت طوفان تھا کہ اگر خدا کا ہاتھ ابوبکر کے ساتھ نہ ہوتا اور اگر درحقیقت اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور اگر درحقیقت ابوبکر خلیفہ حق نہ ہوتا تو اس دن اسلام کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ مگر یشوع نبی کی طرح خدا کے پاک کلام سے ابوبکر صدیق کو قوت ملی کیونکہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں اس ابتلا کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ چنانچہ جو شخص اس آیت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھے گا وہ یقین کر لے گا کہ بلاشبہ اس ابتلا کی خبر قرآن شریف میں پہلے سے دی گئی تھی اور وہ خبر یہ ہے کہ وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا و من کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون۔ یعنے خدا نے مومنوں کو جو نیکو کار ہیں وعدہ دے رکھا ہے جو انکو خلیفے بنائے گا انہی خلیفوں کی مانند جو پہلے بنائے تھے اور اسی سلسلہ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰ کے بعد قائم کیا تھا اور انکے دین کو یعنے اسلام کو جس پر وہ راضی ہوا زمین پر جما دے گا اور اس کی جڑ لگا دے گا اور خوف کی حالت کو امن کی حالت کے ساتھ بدل دیگا۔ وہ میری پرستش کریں گے کوئی دوسرا میرے ساتھ نہیں ملائیں گے۔ دیکھو اس آیت میں صاف طور پر فرما دیا ہے کہ خوف کا زمانہ بھی آئے گا اور امن جاتا رہے گا مگر خدا اس خوف کے زمانہ کو پھر امن کے ساتھ بدل دیگا۔ سو یہی خوف یشوع بن نون کو بھی پیش آیا تھا اور جیسا کہ اس کو خدا کی کلام سے تسلی دی گئی ایسا ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی خدا کی کلام سے تسلی دی گئی اور چونکہ ہر ایک سلسلہ میں خدا کا یہ قانون قدرت ہے کہ اس کا کمال تب ظاہر ہوتا ہے کہ جب آخر حصہ سلسلہ کا پہلے حصے سے مشابہ ہو جائے اس لئے ضروری ہوا کہ موسوی اور محمدی سلسلہ کا پہلا خلیفہ موسوی اور محمدی سلسلہ کے آخری خلیفہ سے مشابہ ہو کیونکہ کمال ہر ایک چیز کا استدارت+ کو چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام بسائط گول شکل پر پیدا کئے گئے ہیں تا خدا کے ہاتھ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ناقص نہ ہوں۔ اسی بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ زمین کی شکل بھی گول ہے۔ کیونکہ دوسری تمام شکلیں کمال تام کے مخالف ہیں اور جو چیز خدا کے ہاتھ سے بلاواسطہ

+ استدارت کے لفظ سے میری مراد یہ ہے کہ جب ایک دائرہ پورے طور پر کامل ہو جاتا ہے تو جس نقطہ سے شروع ہوا تھا اسی نقطہ سے جا ملتا ہے اور جب تک اس نقطہ کو نہ ملے تب تک اسکو دائرہ کاملہ نہیں کہہ سکتے پس آخری نقطہ کا پہلے نقطہ سے جا ملنا وہی امر ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مشابہت تامہ کہا کرتے ہیں

تھی ہے اس میں مناسب حال مخلوقیت کے کمال تام ضرور چاہیے تا اس کا نقص خالق کے نقص کی طرف

بقیہ حاشیہ۔ پس جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یشوع بن نون سے مشابہت تھی یہاں تک کہ نام میں بھی تشابہ تھا ایسا ہی حضرت ابوبکر اور مسیح موعود کو بعض واقعات کے رو سے بشدت مشابہت ہے اور اور وہ یہ کہ ابوبکر کو خدا نے سخت فتنہ اور بغاوت اور مفتریوں اور مفسدوں کے عہد میں خلافت کے لئے مقرر کیا تھا ایسا ہی مسیح موعود اسوقت ظاہر ہوا کہ جبکہ تمام علامات صغریٰ کا طوفان ظہور میں آچکا تھا اور کچھ کبریٰ میں سے بھی۔ اور دوسری مشابہت یہ ہے کہ جیسا کہ خدا نے حضرت ابوبکر کے وقت میں خوف کے بعد امن پیدا کر دیا اور برخلاف دشمنوں کی خواہشوں کے دین کو جما دیا ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں بھی ہوگا کہ اس طوفان تکذیب اور تکفیر اور تفسیق کے بعد یکدفعہ لوگوں کو محبت اور ارادت کی طرف میلان دیا جائے گا اور جب بہت سے نور نازل ہوں گے اور اُنکی آنکھیں کھلیں گی تو وہ معلوم کریں گے کہ ہمارے اعتراض کچھ چیز نہ تھے اور ہم نے اپنے اعتراضوں میں بجز اس کے اور کچھ نہ دکھلایا جو اپنی سطحی خیال اور موٹی عقل اور حسد اور تعصب کے زہر کو لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ اور پھر اُس کے بعد ابوبکر اور مسیح موعود میں یہ مشابہت ظاہر کر دیجائے گی کہ اس دین کو جس کی مخالف بیخکنی کرنا چاہتے ہیں زمین پر خوب جما دیا جائے گا اور ایسا مستحکم کیا جائے گا کہ پھر قیامت تک اس میں تزلزل نہیں ہوگا۔ اور پھر تیسری مشابہت یہ ہوگی کہ جو شرک کی ملونی مسلمانوں کے عقیدوں میں مل گئی تھی وہ بکلی ان کے دلوں میں سے نکال دی جائے گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شرک کا ایک بڑا حصہ جو مسلمانوں کے عقائد میں داخل ہوگیا تھا یہانتک کہ دجال کو بھی خدائی کی صفتیں دی گئی تھیں اور حضرت مسیح کو ایک حصہٗ مخلوق کا خالق سمجھا گیا تھا یہ ہر ایک قسم کا شرک دور کیا جائے گا جیسا کہ آیت یعبدوننی لا یشرکون بی شیئًا سے مستنبط ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس پیشگوئی سے جو مسیح موعود اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں مشترک ہے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جس طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے مرتبہ اور بزرگی سے منکر ہیں ایسا ہی مسیح موعود کی تکفیر بھی کی جائے گی اور اُنکے مخالف ان کے مرتبہ ولایت سے انکار کریں گے کیونکہ اس پیشگوئی کے اخیر میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ھم الفاسقون اور اس آیت کے معنے جیسا کہ روافض کی عملی حالت سے کھلے ہیں یہی ہیں کہ بعض گمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام بلند سے منکر ہو جائیں گے اور اُنکی تکفیر کریں گے پس اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہوگی کیونکہ وہ خلافت کے اس آخری نقطہ پر ہے جو خلافت کے پہلے نقطہ سے ملا ہوا ہے۔ یہ بات بہت ضروری اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک دائرہ کا عام قاعدہ یہی ہے کہ اُس کا آخری نقطہ پہلے نقطہ سے اتصال رکھتا ہے لہٰذا اس عام قاعدہ کے موافق خلافت محمدیہ کے دائرہ میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے یعنے یہ لازمی امر ہے کہ آخری نقطہ اُس دائرہ کا جس سے مراد مسیح موعود ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا خاتم ہے وہ اس دائرہ کے پہلے نقطہ سے جو خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطہ ہے جو سلسلہ

عائد نہو۔ اور نیز اس لئے بسائط کا گول رکھنا خدا تعالےٰ نے پسند کیا کہ گول میں کوئی جہت نہیں ہوتی۔ اور یہ امر توحید کے بہت مناسب حال ہے۔ غرض صنعت کا کمال مدور شکل سے ہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اسمیں انتہائی نقطہ اس قدر اپنے کمال کو دکھلاتا ہے کہ پھر اپنے مبدء کو جا ملتا ہے۔

اب ہم پھر اپنے اصل مدعا کی طرف رجوع کرکے لکھتے ہیں کہ ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے پہلے خلیفہ تھے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُنکے پہلے خلیفہ ہیں اشد مشابہت ہے تو پھر اس سے لازم آیا کہ جیسا کہ سلسلہ محمدیہ کی خلافت کا پہلا خلیفہ سلسلہ موسویہ کی خلافت کے پہلے خلیفہ سے مشابہت رکھتا ہے ایسا ہی سلسلہ محمدیہ کی خلافت کا آخری خلیفہ جو مسیح موعود سے موسوم ہے سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ سے جو حضرت عیسیٰ بن مریم ہے مشابہت رکھے تا دونوں سلسلوں کی مشابہت تامہ میں جو نص قرآنی سے ثابت ہوتی ہے کچھ نقص نہ رہے کیونکہ جب تک دونوں سلسلے یعنے سلسلہ موسویہ و سلسلہ محمدیہ اول سے آخر تک باہم مشابہت نہ دکھلائیں تب تک وہ مماثلت جو آیت کما استخلف الذین میں کما کے لفظ سے مستنبط ہوتی ہے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور پھر چونکہ ہم ابھی حاشیہ میں اکمل اور اتم طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسیح موعود سے مشابہت رکھتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر حضرت یوشع بن نون سے مشابہت رکھتے ہیں اور حضرت یشوع بن نون اس قاعدہ کے رو سے جو دائرہ کا اول نقطہ دائرہ کے آخر نقطہ سے اتحاد رکھتا ہے جیسا کہ ابھی ہم نے حاشیہ میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم سے مشابہت رکھتے ہیں تو اس سلسلہ مساوات سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے مسیح موعود سے جو شریعت اسلامیہ کا آخری خلیفہ ہے مشابہت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ حضرت یشوع بن نون سے مشابہ ہیں اور حضرت یشوع بن نون حضرت ابوبکر سے مشابہ۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابوبکر اسلام کے آخری خلیفہ یعنے مسیح موعود سے مشابہ ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ اسلام کے آخری خلیفہ سے جو مسیح موعود ہے مشابہ ہیں کیونکہ مشابہ کا مشابہ مشابہ ہوتا ہے مثلاً اگر خط د خط ن سے مساوی ہے اور خط ن خط ل سے مساوی تو ماننا پڑیگا کہ خط د خط ل سے مساوی ہے اور یہی مدعا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مشابہت من وجہ مغایرت کو چاہتی ہے اس لئے قبول کرنا پڑا کہ اسلام کا مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اس کا غیر ہے۔ اور عوام جو باریک باتوں کو سمجھ نہیں سکتے ان کے لئے اسیقدر کافی

بقیہ حاشیہ ۔ خلافت محمدیہ کے دائرہ کا پہلا نقطہ جو ابوبکر ہے وہ اِس دائرہ کے انتہائی نقطہ سے جو مسیح موعود ہے اتصال تام رکھتا ہے جیسا کہ مشاہدہ اسبات پر گواہ ہے کہ آخر نقطہ ہر ایک دائرہ کا اس کے پہلے نقطہ سے جا ملتا ہے۔ اب جبکہ اول اور آخر کے دونوں نقطوں کا اتصال ماننا پڑا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو قرآنی پیشگوئیاں خلافت کے پہلے نقطہ کے حق میں ہیں یعنے حضرت ابوبکر کے حق میں وہی خلافت کے آخری نقطہ کے حق میں بھی ہیں یعنے مسیح موعود کے حق میں اور یہی ثابت کرنا تھا۔ منہ

ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے دو رسول ظاہر کر کے انکو دو مستقل شریعتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک[۱] شریعت موسویہ۔ دوسری[۲] شریعت محمدیہ اور ان دونوں سلسلوں میں تیرہ تیرہ خلیفے مقرر کئے ہیں اور درمیانی بارا[۱۲] خلیفے جو ان دونوں شریعتوں میں پائے جاتے ہیں وہ ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے ہیں یعنے موسوی خلیفے اسرائیلی ہیں اور محمدی خلیفے قریشی ہیں مگر آخری دو خلیفے ان دونوں سلسلوں کے وہ ان ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ اس لئے کہ انکا کوئی باپ نہیں اور اسلام کے مسیح موعود کی نسبت جو آخری خلیفہ ہے خود علماء اسلام مان چکے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور نیز قرآن شریف فرماتا ہے کہ یہ دونوں مسیح ایک دوسرے کا عین نہیں ہے کیونکہ خدا تعالے قرآن شریف میں اسلام کے مسیح موعود کو موسوی مسیح موعود کا مثیل ٹھہراتا ہے نہ عین پس محمدی مسیح موعود کو موسوی مسیح کا عین قرار دینا قرآن شریف کی تکذیب ہے اور تفصیل اس استدلال کی یہ ہے کہ کمآ کا لفظ جو آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں ہے جس سے تمام محمدی سلسلہ کے خلیفوں کی موسوی سلسلہ کے خلیفوں کے ساتھ مشابہت ثابت ہوتی ہے ہمیشہ مماثلت کے لئے آتا ہے۔ اور مماثلت ہمیشہ من وجہٍ مغایرت کو چاہتی ہے یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز اپنے نفس کی مثیل کہلائے بلکہ مشبہ اور مشبہ بہ میں کچھ مغایرت ضروری ہے اور عین کسی وجہ سے اپنے نفس کا مغایر نہیں ہو سکتا۔ پس جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کے مثیل ہوکر انکے عین نہیں ہو سکتے ایسا ہی تمام محمدی خلیفے جن میں سے آخری خلیفہ مسیح موعود ہے وہ موسوی خلیفوں کے جن میں سے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسی طرح عین نہیں ہو سکتے اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ کمآ کا لفظ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت کی مشابہت کے لئے قرآن نے استعمال کیا ہے وہی کمآ کا لفظ آیت کما استخلف الذین میں وارد ہے جو اسی قسم کی مغایرت چاہتا ہے جو حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ جو تیرھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیے وہ یحیی نبی کے مقابل پر ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا (سمجھنے والا سمجھ لے) اس لئے ضروری ہے کہ بارھوں خلیفہ قریشی ہو جیسا کہ حضرت یحیی اسرائیلی ہیں لیکن اسلام کا تیرھواں خلیفہ جو چودھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیے جس کا نام مسیح موعود ہے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ قریش میں سے نہ ہو جیسا کہ حضرت عیسیٰ اسرائیلی نہیں ہیں۔ سید احمد صاحب بریلوی سلسلہ خلافت محمدیہ کے بارھویں خلیفہ ہیں جو حضرت یحیی کے مثیل ہیں اور سید ہیں۔ (۲) اور منجملہ ان دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے وہ دو نشان ہیں جو دنیا کو کبھی نہیں بھولیں گے یعنے ایک وہ نشان جو آسمان میں ظاہر ہوا اور دوسرا وہ نشان جو زمین نے ظاہر کیا۔ آسمان کا نشان خسوف کسوف ہے جو ٹھیک ٹھیک مطابق آیت کریمہ وجمع الشمس والقمر۔ اور نیز دارقطنی کی حدیث کے موافق رمضان میں واقع ہوا[+] اور زمین کا نشان وہ ہے

+ شوکانی اپنی کتاب توضیح میں لکھتا ہے کہ آثار واردہ جو مسیح اور مہدی کے بارے میں ہیں وہ رفع کے حکم میں ہیں کیونکہ پیشگوئیوں میں اجتہاد کو راہ نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بہت سی پیشگوئیاں مہدی اور مسیح کے بارے میں ایسی ہیں جو باہم تناقض رکھتی ہیں یا قرآن شریف کے مخالف ہیں یا سنت اللہ کی ضد ہیں اس

جس کی طرف یہ آیت کریمہ قرآن شریف کی یعنے و اذا العشار عطلت اشارہ کرتی ہے جس کی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے و یترک القلاص فلا یسعی الیہا خسوف کسوف کا نشان تو کئی سال ہوئے جو دو مرتبہ ظہور میں آگیا اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آرہا ہے لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہوکر مدینہ میں آئے گی وہی مکہ معظمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لیکر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یکدفعہ بیکار ہو جائیں گے اور ایک انقلاب عظیم عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آجائے گا۔ چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑہ مکہ اور مدینہ کی راہ کا طیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہونچا کریں بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا میں سے اٹھ جائے گی اور یہ پیشگوئی ایک چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تمام دنیا کو اپنا نظارہ دکھلائے گی اور تمام دنیا اس کو بچشم خود دیکھے گی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا طیار ہو جانا گویا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے+۔ کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہے۔ اگر سوچکر دیکھا جائے تو اپنی کیفیت کی رو سے خسوف کسوف کی پیشگوئی اور اونٹوں کے متروک ہونے کی پیشگوئی ایک ہی درجہ پر معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ جیساکہ خسوف کسوف کا نظارہ کروڑہا انسانوں کو اپنا گواہ بنا گیا ہے ایسا ہی اونٹوں کے متروک ہونے کا نظارہ بھی ہے بلکہ یہ نظارہ کسوف خسوف سے بڑھکر ہے کیونکہ خسوف کسوف صرف دو مرتبہ ہوکر اور صرف چند

بقیہ حاشیہ۔ صورت میں اگر انکا رفع بھی ہوتا تاہم بعض اُن میں سے ہرگز قبول کے لائق نہ تھیں۔ ہاں حسب اقرار شوکانی صاحب کسوف خسوف کی پیشگوئی بلاشبہ رفع کے حکم میں ہے بلکہ یہ پیشگوئی مرفوع متصل حدیث سے بھی صدہا درجہ قوی تر ہے کیونکہ اس نے اپنے وقوع سے اپنی سچائی آپ ظاہر کردی اور قرآن شریف نے اس کے مضمون کی تصدیق کی اور نیز قرآن شریف نے اس کی مقابل کی ایک اور پیشگوئی بیان فرمائی یعنی اونٹوں کے بیکار ہونے کی پیشگوئی۔ اس زمینی نشان کا ذکر آسمانی نشان یعنی کسوف خسوف کا مصدق ہے کیونکہ یہ دونوں نشان ایکدوسرے کے مقابل پڑے ہیں اور ایسا ہی توریت کے بعض صحیفوں میں اس کی تصدیق موجود ہے اور یہ مرتبہ ثبوت کا کسی دوسری حدیث مرفوع متصل کو جس کے ساتھ یہ لوازم نہ ہوں حاصل نہیں۔ منہ

+ چونکہ ریل کا وجود اور اونٹوں کا بیکار ہونا مسیح موعود کے زمانہ کی نشانی ہے اور مسیح کے ایک یہ بھی معنے ہیں کہ بہت سیاحت کرنے والا تو گویا خدا نے مسیح کے لئے اور اس کے نام کے معنے متحقق کرنے کے لئے اور نیز اس کی جماعت کے لئے جو اسی کے حکم میں ہیں ریل کو ایک سیاحت کا وسیلہ پیدا کیا ہے تا وہ سیاحتیں جو پہلے مسیح نے ایک سو بیس برس تک بصد محنت پوری کی تھیں اس مسیح کے لئے صرف چند ماہ میں وہ تمام سیر و سیاحت میسر آجائے اور یہ یقینی امر ہے کہ جیسے اس زمانہ کا ایک مامور من اللہ ریل کی سواری کے ذریعہ سے خوشی اور آرام سے ایک بڑے حصۂ دنیا کا چکر لگا کر اور سیاحت کرکے اپنے وطن میں آسکتا ہے یہ سامان پہلے نبیوں کے لئے میسر نہیں تھا اس لئے مسیح کا مفہوم جیسے اس زمانہ میں جلد پورا ہو سکتا ہے کسی دوسرے زمانہ میں اسکی نظیر نہیں۔ منہ

گھنٹہ تک رہ کر دنیا سے گذر گیا۔ مگر اس نئی سواری کا نظارہ جس کا نام ریل ہے ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ پہلے اونٹ ہوا کرتے تھے ذرہ اُس وقت کو سوچو کہ جب کہ معظمہ سے کئی لاکھ آدمی ریل کی سواری میں ایک ہیئت مجموعی میں مدینہ کی طرف جائے گا یا مدینہ سے مکہ کی طرف آئے گا تو اُس نئی طرز کے قافلہ میں عین اُس حالت میں جس وقت کوئی اہل عرب یہ آیت پڑھے گا کہ واذا العشار عطلت یعنے یاد کر وہ زمانہ جب کہ اونٹنیاں بیکار کی جائیں گی اور ایک حمل دار اونٹنی کا بھی قدر نہ رہے گا جو اہل عرب کے نزدیک بڑی قیمتی تھی اور یا جب کوئی حاجی ریل پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف جاتا ہوا یہ حدیث پڑھے گا کہ ویترث القلاص فلا یُسعٰی علیہا یعنے مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور انپر کوئی سوار نہیں ہوگا تو سننے والے اس پیشگوئی کو سنکر کس قدر وجد میں آئیں گے اور کس قدر انکا ایمان قوی ہو گا۔ جس شخص کو عرب کی پرانی تاریخ سے کچھ واقفیت ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اونٹ اہل عرب کا بہت پرانا رفیق ہے اور عربی زبان میں ہزار کے قریب اونٹ کا نام ہے اور اونٹ سے اس قدر قدیم تعلقات اہل عرب کے پائے جاتے ہیں کہ میرے خیال میں بیس ہزار کے قریب عربی زبان میں ایسا شعر ہوگا جس میں اونٹ کا ذکر ہے اور خدا تعالےٰ خوب جانتا تھا کہ کسی پیشگوئی میں اونٹوں کے ایسے انقلاب عظیم کا ذکر کرنا اس سے بڑھکر اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالنے کے لئے اور پیشگوئی کی عظمت انکی طبیعتوں میں بٹھانے کے لئے اور کوئی راہ نہیں۔ اسی وجہ سے یہ عظیم الشان پیشگوئی قرآن شریف میں ذکر کی گئی ہے جس سے ہر ایک مومن کو خوشی سے اچھلنا چاہیے کہ خدا نے قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے یہ خبر دی ہے کہ اُس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنے اونٹ جسپر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلاد شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کے لئے ان سے الگ ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کس قدر روشن پیشگوئی ہے یہاں تک کہ دل چاہتا ہے کہ خوشی سے نعرے ماریں کیونکہ ہماری پیاری کتاب اللہ قرآن شریف کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ ایک ایسا نشان دنیا میں ظاہر ہوگیا ہے کہ نہ توریت میں ایسی بزرگ اور کھلی کھلی پیشگوئی پائی جاتی ہے اور نہ انجیل میں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب میں۔ ہندوؤں کے ایک پنڈت دیانند نام نے ناحق فضولی کے طور پر کہا تھا کہ وید میں ریل کا ذکر ہے یعنے پہلے زمانہ میں آریہ ورت (ملک ہند) میں ریل جاری تھی مگر جب ثبوت مانگا گیا تو بجز بیہودہ باتوں کے اور کچھ جواب نہ تھا۔ اور دیانند کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وید میں پیشگوئی کے طور پر ریل کا ذکر ہے کیونکہ دیانند اس بات کا معترف ہے کہ وید میں کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ اس کا صرف یہ مطلب تھا کہ ہندوؤں کے عہد سلطنت میں بھی یورپ کے فلاسفروں کی طرح ایسے کاریگر موجود تھے اور اُس زمانہ میں بھی ریل موجود تھی یعنے ہمارے بزرگ بھی انگریزوں کی طرح کئی صنعتیں ایجاد کرتے تھے لیکن قرآن شریف یہ دعوی نہیں کرتا کہ کسی زمانہ میں ملک عرب میں ریل موجود تھی بلکہ آخری زمانہ کے لئے ایک عظیم الشان پیشگوئی کرتا ہے کہ اُن دنوں میں ایک بڑا انقلاب ظہور میں آئے گا اور اونٹوں کی سواری بیکار ہو جائے گی اور ایک نئی سواری دنیا میں پیدا ہو جائے گی جو اونٹوں سے مستغنی کردیگی۔ یہ پیشگوئی جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں حدیث مسلم میں

بھی موجود ہے جو مسیح موعود کے زمانہ کی علامت بیان کی گئی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو قرآن شریف کی اس آیت سے ہی استنباط کیا ہے یعنے واذا العشار عطلت سی پارہ کر قرآن شریف میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں ایک قیامت کی اور ایک زمانہ آخری کی مثلاً جیسے یاجوج ماجوج کا پیدا ہونا اور انکا تمام ریاستوں پر فائق ہونا۔ یہہ پیشگوئی آخری زمانہ کے متعلق ہے۔ اور حدیث مسلم نے پیشگوئی یترک القلاص میں صاف تشریح کردی ہے اور کھول کر بیان کر دیا ہے کہ مسیح کے وقت میں اونٹ کی سواری ترک کردی جائے گی۔

(۳) تیسری دلیل جو دلائل گذشتہ مذکورہ کی طرح وہ بھی قرآن شریف سے ہی مستنبط ہے سورۂ فاتحہ کی اس آیت کی بنا پر ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ یعنے اے ہمارے خدا ہمیں وہ سیدھی راہ عنایت کر جو اُن لوگوں کی راہ ہے جنپر تیرا انعام ہے اور بچا ہم کو ان لوگوں کی راہ سے جنپر تیرا غضب ہے اور جو راہ کو بھول گئے ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اسلام کے تمام اکابر اور ائمہ کے اتفاق سے مغضوب علیہم سے مراد یہودی لوگ ہیں اور ضالین سے مراد نصاری ہیں اور قرآن شریف کی آیت یاعیسی انی متوفیك الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مغضوب علیہم ہونے کی بڑی وجہ جس کی سزا انکو قیامت تک دی گئی اور دائمی ذلت اور محکومیت میں گرفتار کئے گئے یہی ہے کہ انھوں نے حضرت عیسی کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ کے نشان بھی دیکھکر پھر بھی پورے عناد اور شرارت اور جوش سے انکی تکفیر اور توہین اور تفسیق اور تکذیب کی اور انپر اور انکی والدہ صدیقہ پر جھوٹے الزام لگائے؎ جیسا کہ آیت وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ سے صریح سمجھا جاتا ہے کیونکہ ہمیشہ کی محکومیت جیسی اور کوئی ذلت نہیں اور دائمی ذلت کے ساتھ دائمی عذاب لازم پڑا ہوا ہے اور اسی آیت کی تائید ایک دوسری آیت کرتی ہے جو جزو ۹ سورہ اعراف میں ہے اور وہ یہ ہے:۔ واذ تاذن ربك لیبعثن علیہم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب۔ یعنے خدا نے یہود کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ وعدہ کیا ہے کہ ایسے بادشاہ انپر مقرر کرتا رہے گا جو انواع اقسام کے عذاب انکو دیتے رہیں گے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑی وجہ یہود کے مغضوب علیہم ہونے کی یہی ہے کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سخت ایذا دی انکی تکفیر کی انکی تفسیق کی انکی توہین کی انکو مصلوب قرار دیا تا وہ نعوذ باللہ لعنتی قرار دیئے جائیں اور انکو اس حد تک دکھ دیا کہ حسب منطوق آیت وقولھم علی مریم بھتانا عظیما انکی ماں پر بھی سخت بہتان لگایا۔ غرض جسقدر ایذا کی قسمیں ہو سکتی ہیں کہ تکذیب کرنا گالیاں دینا اور افترا کے طور پر کئی تہمتیں لگانا اور کفر کا فتوی دینا اور انکی جماعت کو متفرق کرنے کے لئے کوشش کرنا اور حکام کے حضور میں اُنکی نسبت جھوٹی مخبریاں کرنا اور کوئی دقیقہ توہین کا نہ چھوڑنا اور بالآخر قتل کے لئے آمادہ ہونا یہ سب کچھ حضرت عیسی علیہ السلام کی نسبت یہود بد قسمت سے ظہور میں آیا۔ اور آیت وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کو غور سے پڑھکر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ کی سزا بھی حضرت مسیح کی ایذا کی وجہ سے ہی یہود کو دی گئی ہے کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں یہود کے لئے یہ دائمی وعید ہے کہ وہ ہمیشہ محکومیت میں جو ہر ایک عذاب اور ذلت

؎ جیسا کہ شریر مخالفوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں پر بہتان لگایا اسی طرح میری بیوی کی نسبت شیخ محمد حسین اور اس کے دلی دوست جعفر زٹلی نے محض شرارت سے گندی خوابیں بنا کر سراسر چھپائی کی [illegible]

کی جڑھ ہے زندگی بسر کریں گے جیسا کہ اب بھی یہود کی ذلت کے حالات کو دیکھکر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابتک خدا تعالےٰ کا وہ غصہ نہیں اترا جو اُسوقت بھڑکا تھا جبکہ اُس وجیہ نبی کو گرفتار کراکر مصلوب کرنے کے لئے کھوپڑی کے مقام پر لے گئے تھے اور جہاں تک بس چلا تھا ہر ایک قسم کی ذلت پہونچائی تھی اور کوشش کی گئی تھی کہ وہ مصلوب ہوکر توریت کی نصوص صریحہ کے رو سے ملعون سمجھا جائے اور اس کا نام ان میں لکھا جائے جو مرنے کے بعد تحت الثریٰ کی طرف جاتے ہیں اور خدا کی طرف اُن کا رفع نہیں ہوتا - غرض جبکہ یہ مقدمہ قرآن شریف کے نصوص صریحہ سے ثابت ہوگیا کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ - اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مغضوب علیہم کا پرغضب خطاب جو یہودیوں کو دیا گیا یہ ان یہودیوں کو خطاب ملا تھا جنہوں نے شرارت اور بے ایمانی سے حضرت عیسے علیہ السلام کی تکذیب کی اور انپر کفر کا فتویٰ لکھا اور ہر ایک طرح سے انکی توہین کی اور انکو اپنے خیال میں قتل کردیا اور انکے رفع سے انکار کیا بلکہ انکا نام لعنتی رکھا تو اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالے نے کیوں مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی بلکہ قرآن شریف کا افتتاح ہی اسی دعا سے کیا اور اس دعا کو مسلمانوں کے لئے ایک ایسا ورد لازمی اور وظیفہ دائمی کردیا کہ پانچ وقت قریباً نوّے[+] کروڑ مسلمان مختلف دیار اور بلاد میں یہی دعا اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اور باوجود بہت سے اختلافات کے جو انمیں اور انکے نماز کے طریق میں پائے جاتے ہیں کوئی فرقہ مسلمانوں کا ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی نماز میں یہ دعا نہ پڑھتا ہو - اس سوال کا جواب خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقامات میں دیدیا ہے مثلاً جیسا کہ آیت کما استخلف الذین من قبلہم سے صریح اور صاف طور پر سمجھا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے ہوچکا ہے یعنے جبکہ مماثلت کی ضرورت کی وجہ سے واجب تھا کہ اس امت کے خلیفوں کا سلسلہ ایک ایسے خلیفہ پر ختم ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کا مثیل ہو تو منجملہ وجوہ مماثلت کے ایک یہ وجہ بھی ضروری الوقوع تھی کہ جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت کے فقیہ اور مولوی اُنکے دشمن ہوگئے تھے اور انپر کفر کا فتویٰ لکھا تھا اور انکو سخت سخت گالیاں دیتے اور انکی اور انکی پردہ نشین عورتوں کی توہین کرتے اور انکے ذاتی نقص نکالتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ انکو لعنتی ثابت کریں ایسا ہی اسلام کے مسیح موعود پر اس زمانہ کے مولوی کفر کا فتویٰ لکھیں اور اس کی توہین کریں اور اس کو بے ایمان اور لعنتی قرار دیں اور گالیاں دیں اور اسکی پرائیویٹ امور میں دخل دیں اور طرح طرح کے افترا کریں اور قتل کا فتوی دیں - پس چونکہ یہ امت مرحومہ ہے اور خدا نہیں چاہتا کہ ہلاک ہوں اس لئے اس نے یہ دعا غیر المغضوب علیہم کی سکھلا دی اور اس کو قرآن میں نازل کیا اور قرآن اسی سے شروع ہوا اور یہ دعا مسلمانوں کی نمازوں میں داخل کردی تا وہ کسی وقت سوچیں اور سمجھیں کہ کیوں انکو یہود کی اُس سیرت سے ڈرایا گیا جس سیرت کو یہود نے نہایت بری طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کیا تھا - یہ بات صاف طور پر سمجھ آتی ہے کہ اس دعا میں جو سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے فرقہ غیر المغضوب علیہم سے مسلمانوں کا بظاہر کچھ بھی تعلق نہ تھا کیونکہ جبکہ

[+] تحقیقات کے روسے یہی صحیح تعداد مسلمانوں کی ہے - یعنے نوّے کروڑ مسلمانوں کی مردم شماری صحت کو پہونچی ہے - انگریزوں کے مورخ عرب کے مختلف حصوں کی مردم شماری اور ایسا ہی بلاد شام اور اور بلاد روم کی مردم شماری کی تعداد صحت سے دریافت نہیں کرسکے اور افریقہ اور چین کی اسلامی آبادیاں شاید نظر انداز ہی رہیں لہذا جو کچھ عیسائی مردم شماری میں اہل اسلام کی میزان دکھائی گئی ہے یہ صحیح نہیں ہے ہرگز صحیح

قرآن شریف اور احادیث اور اتفاق علماء اسلام سے ثابت ہو گیا کہ مغضوب علیہم سے یہود مراد ہیں اور یہود بھی وہ جنہوں نے حضرت مسیح کو بہت ستایا اور دُکھ دیا تھا اور انکا نام کافر اور لعنتی رکھا تھا اور اُن کے قتل کرنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا اور توہین کو انکی مستورات تک پہونچا دیا تھا تو پھر مسلمانوں کو اس دعا سے کیا تعلق تھا اور کیوں یہ دعا انکو سکھلائی گئی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تعلق تھا کہ اس جگہ بھی پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح آنیوالا تھا اور مقدر تھا کہ اسکی بھی ویسی ہی توہین اور تکفیر ہو لہذا یہ دعا سکھلائی گئی جس کے یہ معنی ہیں کہ اے خدا ہمیں اس گناہ سے محفوظ رکھ کہ ہم تیرے مسیح موعود کو دکھ دیں اور اسپر کفر کا فتویٰ لکھیں اور اس کو سزا دلانے کے لئے عدالتوں کیطرف کھینچیں اور اسکی پاک دامن اہل بیت کی توہین کریں اور اُس پر طرح طرح کے بہتان لگائیں اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیں غرض صاف ظاہر ہے کہ یہ دعا اسی لئے سکھلائی گئی کہ تا قوم کو اُس یادداشت کے پرچہ کی طرح جس کو ہر وقت اپنے جیب میں رکھتے ہیں یا اپنی نشست گاہ کی دیوار پر لگاتے ہیں اس طرف توجہ دی جائے کہ تم میں بھی ایک مسیح موعود آنے والا ہے اور تم میں بھی وہ مادہ موجود ہے جو یہودیوں میں تھا۔ غرض اس آیت پر ایک محققانہ نظر کے ساتھ غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے جو دعا کے رنگ میں فرمائی گئی چونکہ اللہ تعالے جانتا تھا کہ حسب وعدہ کما استخلف الذین من قبلہم آخری خلیفہ اس امت کا حضرت مسیح علیہ السلام کے رنگ میں آئے گا۔+ اور ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسی علیہ السلام کی طرح قوم کے ہاتھ سے دکھ اٹھاوے

+ ہم اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ عاجز جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں بھیجا گیا ہے بہت سے امور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہے یہاں تک کہ جیسے حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدایش میں ایک ندرت تھی اس عاجز کی پیدایش میں بھی ایک ندرت ہے اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور یہ امر انسانی پیدایش میں نادرات سے ہے کیونکہ اکثر ایک ہی بچہ پیدا ہوا کرتا ہے اور ندرت کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا ہے کہ حضرت مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا بھی امور نادرہ میں سے ہے خلاف قانون قدرت نہیں ہے کیونکہ یونانی مصری ہندی طبیبوں نے اس امر کی بہت سی نظیریں لکھی ہیں کہ کبھی بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بحکم قادر مطلق ان میں دونوں قوتیں عاقدہ اور منعقدہ پائی جاتی ہیں اس لئے دونوں خاصیتیں ذکر اور انثی کی ان کے تخم میں موجود ہوتی ہے۔ یونانیوں نے بھی ایسی پیدایشوں کی نظیریں دی ہیں اور ہندوؤں نے بھی نظیریں دی ہیں اور ابھی حال میں مصر میں جو طبی کتابیں تالیف ہوئی ہیں اُن میں بھی بڑی تحقیق کے ساتھ نظیروں کو پیش کیا ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں کے لفظ چندر بنسی اور سورج بنسی درحقیقت انہی امور کی طرف اشارات ہیں۔ پس اس قسم کی پیدایش صرف اپنے اندر ایک ندرت رکھتی ہے جیسے توام میں ایک ندرت ہے اس سے زیادہ نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بغیر باپ پیدا ہونا ایک ایسا امر فوق العادت ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اگر یہ امر فوق العادۃ ہوتا اور حضرت عیسی علیہ السلام سے ہی مخصوص ہوتا تو خدا تعالےٰ قرآن شریف میں اس کی نظیر جو اس سے بڑھکر تھی کیوں پیش کرتا اور کیوں فرماتا ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنے حضرت عیسی علیہ السلام کی مثال خدا تعالےٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی مثال کہ خدا نے اس کو مٹی سے جو تمام انسانوں کی ماں ہے پیدا کیا اور پھر اس کو کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا یعنے جیتا جاگتا

اور اسپر کفر کا فتویٰ لکھا جاوے اور اس کے قتل کے ارادے کئے جائیں اس لئے ترحم کے طور پر تمام مسلمانوں کو یہ دعا سکھلائی کہ تم خدا سے پناہ چاہو کہ تم اُن یہودیوں کی طرح نہ بنجاؤ جنھوں نے موسوی سلسلہ کے مسیح موعود کو کافر ٹھہرایا تھا اور اس کی توہین کرتے تھے اور اُنکو گالیاں دیتے تھے اور اس دعا میں صاف اشارہ ہے کہ تمپر بھی

بقیہ حاشیہ ۔ ہوگیا۔ اب ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا۔ اور جس شخص کے کسی عارضہ ذاتی کی کوئی نظیر مل جائے تو پھر وہ شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ صفت مجھ سے مخصوص ہے اسی مضمون کے لکھنے کے وقت خدا نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا کہ **یَلاَش** خدا کا ہی نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ ابتک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنے میرے پر یہ کھولے گئے کہ **یالاشریك** اس نام کے الہام سے یہ غرض ہے کہ کوئی انسان کسی ایسی قابل تعریف صفت یا اسم یا کسی فعل سے مخصوص نہیں جو وہ صفت یا اسم یا فعل کسی دوسرے میں نہیں پایا جاتا۔ یہی ستر ہے جس کی وجہ سے ہرایک نبی کی صفات اور معجزات اظلال کے رنگ میں اس کی امت کے خاص لوگوں میں ظاہر ہوتی ہیں جو اس کے جوہر سے مناسبت تامہ رکھتے ہیں تا کسی خصوصیت کے دھوکہ میں جہلاء امت کے کسی نبی کو لاشریک نہ ٹھہرائیں یہ سخت کفر ہے جو کسی نبی کو یلاش کا نام دیا جائے کسی نبی کا کوئی معجزہ یا اور کوئی خارق عادت امر ایسا نہیں ہے جس میں ہزارہا اور لوگ شریک نہ ہوں۔ خدا کو سب سے زیادہ اپنی توحید پیاری ہے۔ توحید کے لئے تو یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام کا خدائے عزوجل نے زمین پر قائم کیا۔ پس اگر خدا کا یہ منشاء تھا کہ بعض صفات ربوبیت سے بعض انسانوں کو مخصوص کیا جائے تو پھر کیوں اُسنے کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی تعلیم کی جس کے لئے عرب کے میدانوں میں ہزارہا مخلوق پرستوں کے خون بہائے گئے۔ پس اے دوستو اگر تم چاہتے ہو کہ ایمان کو شیطان کے ہاتھ سے بچاکر آخری سفر کرو تو کسی انسان کو فوق العادت خصوصیت سے مخصوص مت کرو کہ یہی وہ گندہ چشمہ ہے جس سے شرک کی نجاستیں جوش مار کر نکلتی ہیں اور انسانوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ پس تم اس سے اپنے آپ کو اور اپنی ذریت کو بچاؤ کہ تمہاری نجات اسی میں ہے۔ اے عقلمندو! ذرہ سوچو کہ اگر مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام انیس سو برس سے دوسرے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور باوجودیکہ فوت شدہ روحوں کو جاملے اور حضرت یحییٰ کے زانو بزانو ہم نشین ہو گئے پھر بھی اسی جہان میں ہیں اور کسی آخری زمانہ میں جو گویا اس امت کی ہلاکت کے بعد آئے گا آسمان پر سے اتریں گے تو شرک سے بچنے کے لئے ایسے فوق العادۃ صفۃ کی کوئی نظیر تو پیش کرو یعنے کسی ایسے انسان کا نام لو جو قریباً دو ہزار برس سے آسمان پر چڑھا بیٹھا ہے اور نہ کھاتا نہ پیتا نہ سوتا اور نہ کوئی اور جسمانی خاصہ ظاہر کرتا اور پھر مجسم ہی اور روحوں کے ساتھ بھی ایسا ملا ہوا ہے کہ گویا ان روحوں میں ایک روح ہے اور پھر دنیوی زندگی میں بھی کچھ فتور نہیں اِس جہان میں بھی ہے اور اُس جہان میں بھی گویا دونوں طرف اپنے دو پیر پھیلا رکھے ہیں+ ایک پیر دنیا میں اور دوسرا پیر فوت شدہ روحوں میں۔ اور دنیوی زندگی بھی عجیب کہ باوجود اس قدر امتداد مدت کے کھانے پینے کی محتاج نہیں اور نیند سے بھی فارغ ہے اور پھر آخری زمانہ میں بڑے کرو فر اور جلالی فرشتوں کے ساتھ آسمان

+ ۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اُترنے کی جو دی گئی ہے اس کے ہریک پہلو سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جسکا کچھ حد و حساب نہیں حضرت مسیح سے ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سو برس تک بھی عمر نہ پہونچی مگر حضرت مسیح اب قریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے کے لئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائگی کا مکان ہے بلالیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی عزت کسکی زیادہ کی قرب کا مکان کسکو دیا اور پھر دوبارہ آنیکا شرف کسکو بخشا۔ منہ

یہ وقت آنے والا ہے اور تم میں سے بھی بہتوں میں یہ مادہ موجود ہے۔ پس خبردار رہو اور دعا میں مشغول

بقیہ حاشیہ۔ پر سے اترے گا اور گو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات میں نہ چڑھنا دیکھا گیا اور نہ اترنا مگر حضرت مسیح کا اترنا دیکھا جائے گا۔ تمام مولویوں کے روبرو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اُترے گا۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مسیح نے وہ کام دکھلائے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اصرار مخالفوں کے دکھلا نہ سکے بار بار قرآنی اعجاز کا ہی حوالہ دیا۔ بقول تمہارے مسیح سچ مچ مُردوں کو زندہ کرتا رہا شہر کی لاکھوں انسان ہزاروں برسوں کے مرے ہوئے زندہ کر ڈالے ایک دفعہ شہر کا شہر زندہ کر دیا مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک مکھی بھی زندہ نہ کی۔ اور پھر مسیح نے بقول تمہارے ہزارہا پرندے بھی پیدا کئے اور اب تک کچھ خدا کی مخلوقات اور کچھ اُسکی مخلوقات دنیا میں موجود ہے اور ان تمام خوارق العادت کاموں میں وہ وحدہٗ لاشریک ہے بلکہ بعض امور میں خدا سے بڑھا ہوا✤ اور اس کی پیدایش کے وقت میں شیطان نے بھی اُس کو مس نہیں کیا مگر دوسرے تمام پیغمبروں کو مس کیا۔ وہ قیامت کو بھی اپنا کوئی گناہ نہیں بتلائے گا مگر دوسرے تمام نبی گناہوں میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہہ سکیں گے کہ میں معصوم ہوں۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر خصوصیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جمع کر کے کیا ان مولویوں نے حضرت عیسیٰ کو خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہونچایا اور کیا کسی حد تک پادریوں کے دوش بدوش نہیں چلے۔ اور کیا ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو وحدہٗ لاشریک کا مرتبہ دینے میں کچھ فرق کیا ہے۔ مگر مجھے خدا نے اس تجدید کے لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ایسا خیال کرنا کفر اور صریح کفر اور سخت کفر ہے بلکہ اگر واقعی طور پر حضرت مسیح نے کوئی معجزہ دکھلایا ہے یا اگر کوئی اعجازی صفت حضرت موصوف کی کسی قول یا فعل یا دعا یا توجہ میں پائی جاتی ہے تو بلاشبہ وہ صفت کروڑہا اور انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے ومن انکر بہ فقد کفر و غضب ربہ اللہ الاکبر۔ واللہ تفرد بتوحیدہ لا الٰہ الا ھو ولیس کمثلہ احد من نوع البشر۔ والعباد یشابہ بعضھم بعضًا فلا تجعل احدًا منھم وحیدًا واتق اللہ واحذر۔

سخت تعجب ان لوگوں کی فہم پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث اور غیر مقلد ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم توحید کی راہوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حنفیوں کو یہ الزام دیتے ہیں کہ تم بعض اولیاء کو صفات الٰہیہ میں شریک کر دیتے ہو اور ان سے حاجتیں مانگتے ہو۔ اور ابھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بہت سی خدائی صفات قائم کرتے ہیں اور انکو خالق اور محی الاموات اور عالم الغیب قرار دیتے ہیں اور اُنکے لئے وہ صفتیں قائم کرتے ہیں جو کسی انسان میں اُن کی نظیر پایا جانا عقیدہ نہیں رکھتے حالانکہ توحید الٰہی کی جڑ یہی ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے کاموں میں ہے اور کوئی دوسرا مخلوق اس کی مانند وحدہٗ لاشریک نہیں یہ وہی لوگ ہیں جو ان کرامات پر اعتراض کیا کرتے تھے جو حضرت سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اولیاء کرام سے ظہور میں آئیں یہ وہی موحد کہلانے والے ہیں جو اس بات پر ہنستے تھے کہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک

✤ خدا سے بڑھا ہوا اس طرح پر کہ خدا تو نو مہینے میں انسان کا بچہ پیدا کرتا ہے اور ہر ایک حیوان کی پیدائش کچھ نہ کچھ مہلت چاہتی ہے مگر مسیح کی یہ عجیب خالقیت کئی درجہ خدا کی خالقیت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ

رہو تا ٹھوکر نہ کھاؤ۔ اور اس آیت کا دوسرا فقرہ جو الضّالین ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں اُسے

بقیہ حاشیہ۔ کشتی بارہ برس کے بعد دریا میں سے نکلی اور جس قدر لوگ غرق ہوئے تھے سب اس میں زندہ موجود ہوں۔ اب یہ لوگ دجال میں وہ صفات اعجاز قائم کرتے ہیں جو کبھی کسی ولی کی نسبت روا نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ یا شیخ عبد القادر شیئاً لِلّٰہ کہنا کفر ہے اور اب اُس کفر کو جو اس سے بڑھکر ہے مسیح کی نسبت جائز سمجھتے ہیں+ اور اُنکو بعض صفات خارق عادت میں خدا تعالےٰ کی طرح وحدہ لاشریک ٹھہراتے ہیں اور یاد رہے کہ خدا نے بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے اور یہ بات کہ کسی دوسرے انسان سے کیوں مشابہت نہیں دی یہ محض اس غرض سے ہے کہ تا ایک مشہور متعارف نظیر پیش کی جائے کیونکہ عیسائیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ بے باپ پیدا ہونا حضرت مسیح کا خاصہ ہے اور یہ خدائی کی دلیل ہے۔ پس خدا نے اس حجت کے توڑنے کے لئے وہ نظیر پیش کی جو عیسائیوں کے نزدیک مُسلّم اور مقبول ہے۔ اگر خدا تعالےٰ اپنی مخلوقات میں سے کوئی اور نظیر پیش کرتا تو وہ اس نظیر کی طرح بدیہی اور مُسلّم الثبوت نہ ہوتی اور ایک نظری امر ہوتا۔ ورنہ دنیا میں ہزارہا افراد ایسے ہیں جو بے باپ پیدا ہوئے ہیں اور غایت کار یہ امر امور نادرہ میں سے ہے نہ یہ کہ خلاف قانون قدرت اور عادت اللہ سے باہر ہے۔ پس یہ ندرت اسی قسم کی ہے جیسے توام میں ندرت ہے جو فطرت الٰہی نے اس راقم کے حصے میں رکھی تھی تا تشابہ فی الندرت ہو جائے اور نیز خدا تعالےٰ نے جو قرآن شریف میں حضرت مسیح کو آدم سے مشابہت دی ہی اور پھر براہین احمدیہ میں جسکو شایع ہوئے بیس برس گذر گئے میرا نام آدم رکھا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم سے مشابہت ہے ایسا ہی مجھ سے بھی مشابہت ہے۔ ایک تو یہی مشابہت جو ندرت فی الخلقت میں ہے۔ دوسری مشابہت اس بات میں کہ وہ اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر اسرائیل کے خاندان میں سے نہیں حالانکہ زبور میں وعدہ تھا کہ تمام خلیفے اس سلسلہ کے اسرائیلی خاندان میں سے ہونگے پس گویا ماں کا اسرائیلی ہونا اُس وعدہ کے ملحوظ رکھنے کے لئے کافی سمجھا گیا ایسا ہی میں بھی محمدی سلسلہ کے خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہوں مگر باپ کے رو سے قریش میں سے نہیں ہوں گو بعض دادیاں سادات میں ہونے کی وجہ سے قریش میں سے ہوں۔ تیسری مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا ایسا ہی میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں۔ چونکہ خدا تعالےٰ کو یہ پسند آیا ہے کہ روحانی قانون قدرت کو ظاہری قانون قدرت سے مطابق کرکے دکھلائے اس لئے اس نے مجھے چودھویں صدی کے سر پر پیدا کیا کیونکہ سلسلہ خلافت سے اصل مقصود یہ تھا کہ یہ سلسلہ ترقی کرتا کرتا کمال تام کے نقطہ پر ختم ہو یعنے اسی نقطہ پر جہاں اسلامی معارف اور اسلامی انوار اور اسلامی دلائل اور حجج پورے طور پر جلوہ گر ہوں اور چونکہ چاند چودھویں رات میں اپنے نور میں کمال

+ - ان لوگوں کے عقائد باطلہ مرقومہ پر یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ اسلام حقیقی کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک مذہب پر غالب آئیگا لیکن یہ لوگ عیسائی مذہب جیسے قائل شدہ عقائد کے سامنے ایک منٹ ہی اپنے ان اصولوں کے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے اور بصرعت شکست کھاکر بھاگتے ہیں۔ منہ

ہمارے پروردگار اس بات سے ہی بچا کہ ہم عیسائی بنجائیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس زمانہ میں جبکہ مسیح موعود ظاہر ہوگا عیسائیوں کا بہت زور ہوگا اور عیسائیت کی ضلالت ایک سیلاب کی طرح زمین پر پھیلے گی اور اس قدر طوفان ضلالت جوش مارے گا کہ بجز دعا کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا اور تثلیث کے واعظ اس قدر مکر کا جال پھیلائیں گے کہ قریب ہوگا کہ راستبازوں کو بھی گمراہ کریں لہذا اس دعا کو بھی پہلی دعا کے ساتھ شامل کر دیا گیا اور اسی ضلالت کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم دجال کو دیکھو تو سورہ کہف کی پہلی آیتیں پڑھو اور وہ یہ ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا. قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ ...... وينذر الذين قالوا اتخذ الله

بقیہ حاشیہ۔ تک پہونچا ہوا ہوتا ہے۔ سو مسیح موعود کو چودھویں صدی کے سر پر پیدا کرنا اس طرف اشارہ تھا کہ اس کے وقت میں اسلامی معارف اور برکات کمال تک پہونچ جائیں گی جیساکہ آیت لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ میں اسی کمال تام کی طرف اشارہ ہے اور نیز چونکہ چاند اپنے کمال تام کی رات میں یعنے چودھویں رات میں مشرق کی طرف سے ہی طلوع کرتا ہے اس لئے یہ مناسبت بھی جو خدا کے ظاہری اور روحانی قانون میں ہونی چاہیے یہی چاہتی تھی جو مسیح موعود جو اسلام کے کمال تام کو ظاہر کرنے والا ہے ممالک مشرقیہ میں سے ہی پیدا ہو۔ چوتھی مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے مجھے یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام اُس وقت ظاہر ہوئے تھے کہ جب کہ ان کے ملک زاد بوم اور اس کے گرد نواح سے بکلی بنی اسرائیل کی حکومت جاتی رہی تھی اور ایسے ہی زمانہ میں مجھے خدا نے مبعوث فرمایا۔ پانچویں مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے یہ ہے کہ وہ رومی سلطنت کے وقت یعنے قیصر روم کے زمانہ میں مامور ہوئے تھے پس ایسا ہی میں بھی رومی سلطنت اور قیصر ہند کے ایام دولت میں مبعوث کیا گیا ہوں اور عیسائی سلطنت کو میں نے اس لئے رومی سلطنت کے نام سے یاد کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عیسائی سلطنت کا نام جو مسیح موعود کے وقت میں ہوگی روم ہی رکھا ہے جیساکہ صحیح مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے۔ چھٹی مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ جیسے انکو کافر بنایا گیا گالیاں دی گئیں انکی والدہ کی توہین کی گئی ایسا ہی میرے پر کفر کا فتویٰ لگا اور گالیاں دی گئیں اور میرے اہل بیت کی توہین کی گئی۔ ساتویں مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ جیسے حضرت عیسی علیہ السلام پر انکے گرفتار کرنے کے لئے جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور جھوٹی مخبریاں کی گئیں اور یہود کے مولویوں نے انپر جاکر عدالت میں گواہیاں دیں ایساہی میرے پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور ان جھوٹے مقدمات کی تائید میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے میرے پھانسی دلانے کے لئے عدالت میں بحضور کپتان ڈگلس صاحب پادریوں کی حمایت میں گواہی دی آخر عدالت نے ثابت کیا کہ مقدمہ الزام قتل جھوٹا ہے۔ پس خود سوچ لو کہ اس مولوی کی گواہی کس قسم کی تھی۔ آٹھویں مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش ایسے ظالم بادشاہ یعنے ہیروڈیس کے وقت میں ہوئی تھی جو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا ایساہی میری پیدائش بھی سکھوں کے زمانہ کے آخری حصے میں ہوئی تھی جو مسلمانوں کے لئے ہیروڈیس سے کم نہ تھے۔ منہ

ولداً۔ مالہم بہ من علم ولا لآبائہم کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً۔ ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال سے کس گروہ کو مراد رکھا ہے+۔ اور عوج کے لفظ سے اس جگہ مخلوق کو شریک الباری ٹھہرانے سے مراد ہے جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ٹھہرایا ہے اور اسی لفظ سے فیج اعوج مشتق ہے اور فیج اعوج سے وہ درمیانی زمانہ مراد ہے جس میں مسلمانوں نے عیسائیوں کی طرح حضرت مسیح کو بعض صفات میں شریک الباری ٹھہرا دیا۔ اس جگہ ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر دجال کا بھی کوئی علیحدہ وجود ہوتا تو سورہ فاتحہ میں اس کے فتنہ کا بھی ذکر ضرور ہوتا اور اس کے فتنہ سے بچنے کے لئے بھی کوئی علیحدہ دعا ہوتی مگر ظاہر ہے کہ اس جگہ یعنے سورہ فاتحہ میں صرف مسیح موعود کو ایذاء دینے سے بچنے کے لئے اور نصاریٰ کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کی گئی ہے۔ حالانکہ بموجب خیالات حال کے مسلمانوں کا دجال ایک اور شخص ہے اور اس کا فتنہ تمام فتنوں سے بڑھکر ہے تو گویا نعوذ باللہ خدا بھول گیا کہ ایک بڑے فتنہ کا ذکر بھی نہ کیا اور صرف دو فتنوں کا ذکر کیا ایک اندرونی یعنے مسیح موعود کو یہودیوں کی طرح ایذا دینا دوسرے عیسائی مذہب اختیار کرنا۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سورہ فاتحہ میں صرف دو فتنوں سے بچنے کے لئے دعا سکھلائی گئی ہے۔ (۱) اول یہ فتنہ کہ اسلام کے مسیح موعود کو کافر قرار دینا۔ اس کی توہین کرنا۔ اس کی ذاتیات میں نقص نکالنے کی کوشش کرنا۔ اس کے قتل کا فتویٰ دینا۔ جیساکہ آیت غیر المغضوب علیہم میں انہی باتوں کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) دوسرے نصاریٰ کے فتنے سے بچنے کے لئے دعا سکھلائی گئی اور سورۃ کو اسی کے ذکر پر ختم کرکے اشارہ کیا گیا ہے کہ فتنہ نصاریٰ ایک سیل عظیم کی طرح ہوگا اس سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں۔ غرض اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس عاجز کی نسبت قرآن شریف نے اپنی پہلی سورۃ میں ہی گواہی دیدی ورنہ ثابت کرنا چاہیے کہ کن مغضوب علیہم سے اس سورۃ میں ڈرایا گیا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ حدیث اور قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بعض علماء کو یہود سے نسبت دی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مغضوب علیہم سے مراد وہ یہود ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ اور مسیح موعود تھے کافر ٹھہرایا تھا اور اُن کی سخت توہین کی تھی اور اُن کے پرائیویٹ امور میں افترائی طور پر نقص ظاہر کئے تھے۔ پس جبکہ یہی لفظ مغضوب علیہم کا ان یہودیوں کے مثیلوں پر بولا گیا جن کا نام بوجہ تکفیر و توہین حضرت مسیح مغضوب علیہم رکھا گیا تھا۔ پس اس جگہ مغضوب علیہم کے پورے مفہوم کو پیش نظر رکھکر جب سوچا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آنے والے مسیح موعود کی نسبت صاف اور صریح پیشگوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے پہلے مسیح کی طرح ایذا اٹھائیگا اور یہ دعا کہ یا الٰہی ہمیں مغضوب علیہم ہونے سے بچا اس کے قطعی یقینی یہی معنے ہیں کہ ہمیں اس سے بچا کہ ہم تیرے مسیح موعود کو جو پہلے مسیح کا مثیل ہے ایذا نہ دیں اس کو کافر نہ ٹھہرائیں۔ ان معنوں کے لئے یہ قرینہ کافی ہے کہ مغضوب علیہم صرف اُن یہودیوں کا نام ہے جنہوں نے حضرت مسیح کو ایذا دی تھی۔ اور حدیثوں میں آخری زمانہ کے علماء کا نام یہود رکھا گیا ہے یعنے وہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر و توہین کی تھی+ اور اس دعا میں ہے کہ یا الٰہی ہمیں وہ فرقہ مت بنا جن کا نام مغضوب علیہم ہے۔ پس دعا کے رنگ میں یہ ایک پیشگوئی ہے جو دو خبر پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس امت میں بھی ایک مسیح موعود پیدا ہوگا۔ اور دوسری یہ پیشگوئی ہے کہ بعض لوگ

* نسائی نے ابی ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے۔ یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین۔ یلبسون للناس جلود الضان۔

+ حدیثوں میں صاف طور پر یہی بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہوگی اور علماء وقت اسکو کافر ٹھہرائینگے اور کہیں گے کہ کیسا مسیح ہے ہمارے دین کی بیخ کنی کر دی۔ منہ

اس امت میں سے اس کی بھی تکفیر اور توہین کریں گے اور وہ لوگ مورد غضب الٰہی ہوں گے اور اسوقت کا نشان یہ ہے کہ فتنہ نصاریٰ بھی ان دنوں میں حد سے بڑھا ہوا ہوگا جن کا نام ضالین ہے اور ضالین پر بھی یعنی عیسائیوں پر بھی اگرچہ خدا تعالےٰ کا غضب ہے کہ وہ خدا کے حکم کے شنوا نہیں ہوئے مگر اس غضب کے آثار قیامت کو ظاہر ہوں گے اور اس جگہ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مراد ہیں جنپر بوجہ تکفیر و توہین و ایذا و ارادہ قتل مسیح موعود کے دنیا میں ہی غضب الٰہی نازل ہوگا یہ میرے جانی دشمنوں کے لئے قرآنی پیشگوئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ جو شخص راہ راست کو چھوڑتا ہے وہ خدا تعالےٰ کے غضب کے نیچے آتا ہے۔ مگر خدا تعالےٰ کا اپنے مجرموں سے دو قسم کا معاملہ ہے۔ اور مجرم دو قسم کے ہیں (۱) ایک وہ مجرم ہیں جو حد سے زیادہ نہیں بڑھتے اور گو نہایت درجہ کے تعصب سے ضلالت کو نہیں چھوڑتے مگر وہ ظلم اور ایذا کے طریقوں میں ایک معمولی درجہ تک رہتے ہیں اپنے جور و ستم اور بیباکی کو انتہا تک نہیں پہونچاتے۔ پس وہ تو اپنی سزا قیامت کو پائیں گے اور خدائے حلیم انکو اس جگہ نہیں پکڑتا کیونکہ انکی روش میں حد سے زیادہ سختی نہیں لہٰذا ایسے گناہوں کی سزا کے لئے صرف ایک ہی دن مقرر ہے جو یوم المجازات اور یوم الدین اور یوم الفصل کہلاتا ہے۔ (۲) دوسری قسم کے وہ مجرم ہیں جو ظلم اور ستم اور شوخی اور بیباکی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے ماموروں اور رسولوں اور راستبازوں کو درندوں کی طرح پھاڑ ڈالیں اور دنیا پر سے انکا نام و نشان مٹا دیں اور انکو آگ کی طرح بھسم کر ڈالیں ایسے مجرموں کے لئے جنکا غضب انتہا تک پہونچ جاتا ہے سُنّت اللہ یہی ہے کہ اسی دنیا میں خدا تعالےٰ کا غضب اُنپر بھڑکتا ہے اور اسی دنیا میں وہ سزا پاتے ہیں۔ علاوہ اس سزا کے جو قیامت کو ملے گی۔ اس لئے قرآنی اصطلاح میں انکا نام مغضوب علیہم ہے اور خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں حقیقی مصداق اس نام کا ان یہودیوں کو ٹھہرایا ہے جنہوں نے حضرت عیسٰے علیہ السلام کو نابود کرنا چاہا تھا پس اُنکے دائمی غضب کے مقابل پر خدا نے بھی انکو دائمی غضب کے وعید سے پامال کیا جیسا کہ آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ سے سمجھا جاتا ہے اس قسم کا غضب جو قیامت تک منقطع نہ ہو اس کی نظیر قرآن شریف میں بجز حضرت مسیح کے دشمنوں کے یا آنے والے مسیح موعود کے دشمنوں کے اور کسی قوم کے لئے پائی نہیں جاتی+ اور مغضوب علیہم کے لفظ میں دنیا کے غضب کی وعید ہے جو دونوں مسیحوں کے دشمنوں کے متعلق ہے۔ یہ ایسی نص صریح ہے کہ اس سے انکار قرآن سے انکار ہے۔

اور یہ معنے جو ابھی میں نے سورۂ فاتحہ کی دعا غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ کے متعلق بیان کئے ہیں انہی کی طرف قرآن شریف کی آخری چار سورتوں میں اشارہ ہے جیسا کہ سورہ تبت کی پہلی آیت یعنے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ اُس موذی کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مظہر جمال احمدی یعنے احمد مہدی کا مکفر اور مکذب اور مہین ہوگا۔ چنانچہ آجسے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں یہی آیت بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے اور وہ الہام جو صفحہ مذکورہ کی ۱۹۔ اور ۲۲ سطر میں ہے یہ ہے اذ یمکر بک الذی کفّر۔ اوقد لی یا ہامان۔ لعلی اطّلع علی الٰہ موسیٰ و انی لاظنہ من الکاذبین۔ تبت یدا ابی لہب و تب ماکان لہ ان یدخل فیہا الا خائفا وما اصابک فمن اللّٰہ۔ یعنے یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک مولوی تجھپر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا لوگوں پر اثر پڑ سکے کہے گا کہ میرے

+ اگرچہ بدقسمت یہود ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دشمنی رکھتے تھے مگر اس مظفر و منصور نبی کے مقابل پر جس کے تیر دشمنوں کو خوب تیزی دکھلاتے تھے یہود نامسعود کی کچھ چالاکی پیش نہیں گئی۔ منہ

نے اس فتنہ کی آگ بھڑکا یعنے ایسا کر اور اس قسم کا فتویٰ دیدے کہ تمام لوگ اس شخص کو کافر سمجھ لیں تا میں دیکھوں کہ اس کا خدا سے کیا تعلق ہے یعنے یہ جو موسیٰ کی طرح اپنا کلیم اللہ ہونا ظاہر کرتا ہے کیا خدا اس کا حامی ہے یا نہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے (جبکہ اس نے یہ فتویٰ لکھا) اور وہ آپ بھی ہلاک ہوگیا اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈر ڈر کر اور جو رنج تجھے پہونچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ یہ پیشگوئی قریباً فتویٰ تکفیر سے بارہ برس پہلے براہین احمدیہ میں شایع ہو چکی ہے یعنے جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اسپر مہر لگادے اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دیدے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شایع کردے۔ سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کے مُہر سے بارہ برس پہلے یہ کتاب تمام پنجاب اور ہندوستان میں شایع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے اس جگہ سے خدا کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ ابھی اس فتویٰ کا نام و نشان نہ تھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب میری نسبت خادموں کی طرح اپنے تئیں سمجھتے تھے اُس وقت خدا تعالےٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی جس کو کچھ بھی حصہ عقل اور فہم سے ہے وہ سوچے اور سمجھے کہ کیا انسانی طاقتوں میں یہ بات داخل ہو سکتی ہے کہ جو طوفان بارہ برس کے بعد آنے والا تھا جس کا پرزور سیلاب مولوی محمد حسین جیسے مدعی اخلاص کو درجہ ضلالت کی طرف کھینچ لے گیا اور نذیر حسین جیسے مخلص کو جو کہتا تھا کہ براہین احمدیہ جیسی اسلام میں کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی اس سیلاب نے دبا لیا اس طوفان کی پہلے مجھے یا کسی اور کو محض عقلی قرائن سے خبر ہوتی۔ سو یہ خالص علم الٰہی ہے جس کو معجزہ کہتے ہیں غرض براہین احمدیہ کے اس الہام میں سورہ تبت کی پہلی آیت کا مصداق اُس شخص کو ٹھہرایا ہے جس نے سب سے پہلے خدا کے مسیح موعود پر تکفیر اور توہین کے ساتھ حملہ کیا اور یہ دلیل اس بات پر ہے کہ قرآن شریف نے بھی اسی سورۃ میں ابو لہب کے ذکر میں علاوہ دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیح موعود کے دشمن کو بھی مراد لیا ہے* اور یہ تفسیر اُس الہام کے ذریعہ سے نکلی ہے جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو کر کروڑہا انسانوں یعنے عیسائیوں اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں شایع ہو چکا تھا اس لئے یہ تفسیر سراسر حقانی ہے اور تکلف اور تصنع سے پاک ہے اور ہر ایک صاحب عقل و انصاف کو اس بات میں شبہ نہ ہوگا کہ جبکہ خدا کے الہام نے آج سے بیس برس پہلے ایک عظیم الشان پیشگوئی میں جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں درج ہے اور کمال صفائی سے پوری ہو چکی ہے یہی معنے کئے ہیں تو یہ معنے اجتہادی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہو کر یقینی اور قطعی ہیں اور اس الہامی پیشگوئی کے وثوق پر مبنی ہیں جس نے بکمال صفائی اپنی سچائی ظاہر کردی ہے۔ غرض آیت تبت یدا ابی لھب وتب جو قرآن شریف کے آخری سپارہ میں چار آخری سورتوں میں سے پہلی سورۃ ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موذی دشمنوں پر دلالت کرتی ہے ایسا ہی بطور اشارۃ النص اسلام کے مسیح موعود کی ایذا دہندہ دشمنوں پر اس کی دلالت ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آیت ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

* ۔ ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں اور ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں ابی قلابہ سے روایت کی ہے کہ ابوالدرداء نے کہا ہے کہ انک لا تفقہ کل الفقہ حتی تری للقرآن وجوھاً یعنی تجکو قرآن کا پورا فہم کبھی عطا نہیں ہوگا جب تک تجھ پر یہ نہ کھلے کہ قرآن کئی وجوہ پر اپنے معنے رکھتا ہے ایسا ہی مشکوٰۃ میں یہ مشہور حدیث ہے کہ قرآن کے لئے ظہر اور بطن ہے اور وہ علم اولین اور آخرین پر مشتمل ہے۔ منہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور پھر یہی آیت مسیح موعود کے حق میں بھی ہے جیسا کہ تمام مفسر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پس یہ بات کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے کہ ایک آیت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور پھر مسیح موعود بھی اسی آیت کا مصداق ہو بلکہ قرآن شریف جو ذوالوجوہ ہے اُسکا محاورہ اسی طرز پر واقع ہوگیا ہے کہ ایک آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد اور مصدق ہوتے ہیں اور اسی آیت کا مصداق مسیح موعود بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ھُوَ الَّذِی اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی سے ظاہر ہے اور رسول سے مراد اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں اور مسیح بھی مراد ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آیت تبت یَدَا اَبِی لَھَبٍ جو قرآن شریف کے آخر میں ہے آیت مغضوب علیہم کی ایک شرح ہے جو قرآن شریف کی اول میں ہے کیونکہ قرآن شریف کے بعض حصے بعض کی تشریح ہیں پھر اس کے بعد جو سورہ فاتحہ میں و لا الضالین ہے اس کے مقابل پر اور اس کی تشریح میں سورہ تبت کے بعد سورہ اخلاص ہے۔ میں بیان کرچکا ہوں کہ سورہ فاتحہ میں تین دعائیں سکھلائی گئی ہیں (۱) ایک یہ دعا کہ خدا تعالےٰ اُس جماعت میں داخل رکھے جو صحابہ کی جماعت ہے اور پھر اس کے بعد اس جماعت میں داخل رکھے جو مسیح موعود کی جماعت ہے جنکی نسبت قرآن شریف فرماتا ہے وآخرین منھم لما یلحقوا بھم غرض اسلام میں یہی دو جماعتیں منعم علیہم کی جماعتیں ہیں اور انہی کی طرف اشارہ ہے آیت صراط الذین انعمت علیھم میں کیونکہ تمام قرآن پڑھکر دیکھو جماعتیں دو ہی ہیں۔ ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت۔ دوسری وآخرین منھم کی جماعت جو صحابہ کے رنگ میں ہے اور وہ مسیح موعود کی جماعت ہے۔ پس جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دعا پڑھو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں یہ تو سورۃ فاتحہ کی پہلی دعا ہے۔ (۲) دوسری دعا غیر المغضوب علیھم ہے جس سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح موعود کو دکھ دیں گے اور اس دعا کے مقابل پر قرآن شریف کے اخیر میں سورہ تبت یدا ابی لھب ہے۔ (۳) تیسری دعا ولا الضالین ہے۔ اور اس کے مقابل پر قرآن شریف کے اخیر میں سورہ اخلاص ہے یعنے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد اور اس کے بعد دو اور سورتیں جو ہیں یعنے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس یہ دونوں سورتیں سورہ تبت اور سورہ اخلاص کے لئے بطور شرح کے ہیں اور ان دونوں سورتوں میں اس تاریک زمانہ سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے جبکہ لوگ خدا کے مسیح کو دکھ دیں گے اور جبکہ عیسائیت کی ضلالت تمام دنیا میں پھیلے گی پس سورہ فاتحہ میں اُن تینوں دعاؤں کی تعلیم بطور براعت الاستہلال ہے یعنے وہ اہم مقصد جو قرآن میں مفصل بیان کیا گیا ہے سورہ فاتحہ میں بطور اجمال اس کا افتتاح کیا ہے اور پھر سورۃ تبت اور سورہ اخلاص اور سورہ فلق اور سورہ الناس میں ختم قرآن کے وقت میں انہی دونوں بلاؤں سے خدا تعالےٰ کی پناہ مانگی گئی ہے پس افتتاح کتاب اللہ بھی انہی دونوں دعاؤں سے ہوا۔ اور پھر اختتام کتاب اللہ بھی انہی دونوں دعاؤں پر کیا گیا۔ اور یاد رہے کہ ان دونوں فتنوں کا قرآن شریف میں مفصل بیان ہے اور سورہ فاتحہ اور آخری سورتوں میں اجمالاً ذکر ہے۔ مثلاً سورہ فاتحہ

میں دعا ولا الضالین میں صرف دو لفظ میں سمجھایا گیا ہے کہ عیسائیت کے فتنہ سے بچنے کے لئے دعا مانگتے رہو جس سے سمجھا جاتا ہے کہ کوئی فتنہ عظیم الشان در پیش ہے جس کے لئے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ نماز کے پنج وقت میں یہ دعا شامل کر دی گئی اور یہاں تک تاکید کی گئی کہ اس کے بغیر نماز ہو نہیں سکتی جیسا کہ حدیث لاصلوٰۃ الا بالفاتحۃ سے ظاہر ہوتا ہے*۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں ہزارہا مذہب پھیلے ہوئے ہیں جیسا کہ پارسی یعنے مجوسی اور براہمہ یعنے ہندو مذہب اور بدھ مذہب جو ایک بڑے حصہ دنیا پر قبضہ رکھتا ہے اور چینی مذہب جس میں کروڑہا لوگ داخل ہیں اور ایسا ہی تمام بت پرست جو تعداد میں سب مذہبوں سے زیادہ ہیں اور یہ تمام مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑے زور وجوش سے پھیلے ہوئے تھے اور عیسائی مذہب ان کے نزدیک ایسا تھا جیسا کہ ایک پہاڑ کے مقابل پر ایک تنکا پھر کیا وجہ کہ سورۃ فاتحہ میں یہ دعا نہیں سکھلائی کہ مثلا خدا چینی مذہب کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا مجوسیوں کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا بدھ مذہب کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا آریہ مذہب کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا دوسرے بت پرستوں کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے بلکہ یہ فرمایا گیا کہ تم دعا کرتے رہو کہ عیسائی مذہب کی ضلالتوں سے محفوظ رہو اس میں کیا بھید ہے اور عیسائی مذہب میں کونسا عظیم الشان فتنہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہونے والا تھا جس سے بچنے کے لئے زمین کے تمام مسلمانوں کو تاکید کی گئی۔ پس سمجھو اور یاد رکھو کہ یہ دعا خدا کے اُس علم کے مطابق ہے کہ جو اس کو آخری زمانہ کی نسبت تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام مذہب بت پرستوں اور چینیوں اور پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے تنزل پر ہیں اور ان کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں دکھلایا جائے گا جو اسلام کو خطرہ میں ڈالے مگر عیسائیت کے لئے وہ زمانہ آتا جاتا ہے کہ اس کی حمایت میں بڑے بڑے جوش دکھلائے جائیں گے اور کروڑہا روپیہ سے اور ہر ایک تدبیر اور ہر ایک مکر اور حیلہ سے اس کی ترقی کے لئے قدم اٹھایا جائے گا اور یہ تمنا کی جائے گی کہ تمام دنیا مسیح پرست ہو جائے تب وہ دن اسلام کے لئے سخت دن ہوں گے اور بڑی ابتلا کے دن ہوں گے۔ سو اب یہ وہی فتنہ کا زمانہ ہے جس میں تم آج ہو۔ تیرہ سو برس کی پیشگوئی جو سورۃ فاتحہ میں تھی آج تم میں اور تمہارے ملک میں پوری ہوئی اور اس فتنہ کی جڑ مشرق ہی نکلا اور جیسا کہ اس فتنہ کا ذکر قرآن کے ابتدا میں فرمایا گیا ایسا ہی قرآن شریف کے انتہا میں ہی ذکر فرما دیا تا یہ امر موکد ہو کر دلوں میں بیٹھ جائے۔ ابتدائی ذکر جو سورہ فاتحہ میں ہے وہ تو تم بار بار سُن چکے ہو اور انتہائی ذکر یعنے جو قرآن شریف کے آخر میں اس فتنہ عظیمہ کا ذکر ہے اس کی ہم کچھ اور تفصیل کر دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ سورتیں یہ ہیں۔ (۱ سورۃ) قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ (۲۔سورۃ) قل اعوذ برب الفلق۔ من شرّ ما خلق۔ ومن شرّ غاسق اذا وقب۔ ومن شر النفاثات فی العقد ومن شرّ حاسدٍ اذا حسد۔ (۳۔سورۃ) قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخنّاس۔ الذی یوسوس فی

---

* اس جگہ اُن لوگوں پر سخت افسوس آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اہل حدیث ہیں اور سورہ فاتحہ پر ہمیشہ زور دیتے ہیں کہ اس کے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی حالانکہ سورہ فاتحہ کا مغز مسیح موعود کی تابعداری ہے جیسا کہ متن میں ثابت کیا گیا ہے منہ

صدور الناس من الجنة والناس - ترجمہ - تم اے مسلمانو! نصاریٰ سے کہو کہ وہ اللہ ایک ہے - اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے - اور تم جو نصاریٰ کا فتنہ دیکھو گے اور مسیح موعود کے دشمنوں کا نشانہ بنو گے یوں دعا مانگا کرو کہ میں تمام مخلوق کے شر سے جو اندرونی اور بیرونی دشمن ہیں اُس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو صبح کا مالک ہے یعنے روشنی کا ظاہر کرنا اس کے اختیار میں ہے اور میں اس اندھیری رات کے شر سے جو عیسائیت کے فتنہ اور انکار مسیح موعود کے فتنہ کی رات ہے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اُس وقت کے لئے یہ دعا ہے جبکہ تاریکی اپنے کمال کو پہونچ جائے اور میں خدا کی پناہ اُن زنان مزاج لوگوں کی شرارت سے مانگتا ہوں جو گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں - (یعنے جو عقدے شریعت محمدیہ میں قابل حل ہیں اور جو ایسے مشکلات اور معضلات ہیں جنپر جاہل مخالف اعتراض کرتے ہیں اور ذریعہ تکذیب دین ٹھہراتے ہیں اُنپر اور بھی عناد کی وجہ سے پھونکیں مارتے ہیں یعنے شریر لوگ اسلامی دقیق مسائل کو جو ایک عقدہ کی شکل پر ہیں دھوکہ دہی کے طور پر ایک پیچیدہ اعتراض کی صورت پر بنا دیتے ہیں تا لوگوں کو گمراہ کریں اُن نظری امور پر اپنی طرف سے کچھ حاشیے لگا دیتے ہیں اور یہ لوگ دو قسم کے ہیں ایک تو صریح مخالف اور دشمن دین ہیں جیسے پادری جو ایسی تراش خراش سے اعتراض بناتے رہتے ہیں اور دوسرے وہ علماء اسلام ہیں جو اپنی غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور نفسانی پھونکوں سے خدا کے فطرتی دین میں عقدے پیدا کر دیتے ہیں اور زنانہ خصلت رکھتے ہیں کہ کسی مرد خدا کے سامنے میدان میں نہیں آسکتے صرف اپنے اعتراضات کو تحریف تبدیل کی پھونکوں سے عقدہ لاینحل کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح پر زیادہ تر مشکلات خدا کے مصلح کی راہ میں ڈال دیتے ہیں وہ قرآن کے مکذب ہیں کہ اس کی منشا کے برخلاف اصرار کرتے ہیں اور اپنے ایسے افعال سے جو مخالف قرآن ہیں اور دشمنوں کے عقائد سے ہمرنگ ہیں دشمنوں کو مدد دیتے ہیں - پس اس طرح اُن عقدوں میں پھونک مار کر انکو لاینحل بنانا چاہتے ہیں پس ہم ان کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں - اور نیز ہم اُن لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں جو حسد کرتے اور حسد کے طریقے سوچتے ہیں اور ہم اس وقت سے پناہ مانگتے ہیں جب وہ حسد کرنے لگیں اور کہو کہ تم یوں دعا مانگا کرو کہ ہم وسوسہ انداز شیطان کے وسوسوں سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور اُنکو دین سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے کبھی بطور خود اور کبھی کسی انسان میں ہو کر خدا کی پناہ مانگتے ہیں وہ خدا جو انسانوں کا پرورندہ ہے انسانوں کا بادشاہ ہے انسانوں کا خدا ہے - یہہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آنے والا ہے جو اس میں نہ ہمدردی انسانی رہے گی جو پرورش کی جڑ ہے اور نہ سچا انصاف رہے گا جو بادشاہت کی شرط ہے تب اس زمانہ میں خدا ہی خدا ہوگا جو مصیبت زدوں کا مرجع ہوگا - یہ تمام کلمات آخری زمانہ کی طرف اشارات ہیں جبکہ امان اور امانت دنیا پر سے اٹھ جائے گی - غرض قرآن نے اپنے اول میں بھی مغضوب علیہم اور ضالین کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے آخر میں بھی جیسا کہ آیت لم یلد ولم یولد بصراحت اسپر دلالت کر رہی ہے اور یہ تمام اہتمام تاکید کے لئے کیا گیا اور نیز اس لئے کہ تا مسیح موعود اور غلبہ نصرانیت کی پیشگوئی نظری نہ رہے اور آفتاب کی طرح چمک اٹھے - یاد رہے کہ قرآن شریف کے ایک موقعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کو جو انسان ہے خدا کرکے

مانا یہ امر اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایسا گران اور اس کے غضب کا موجب ہے کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں۔ پس یہ بھی مخفی طور پر اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب دنیا خاتمہ کے قریب آجائے گی تو یہی مذہب ہے جس کی وجہ سے انسانوں کی زندگی کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس آیت سے بھی یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ گو کیسا ہی اسلام غالب ہو اور گو تمام ملتیں ایک ہلاک شدہ جانور کی طرح ہو جائیں لیکن یہ مقدر ہے کہ قیامت تک عیسائیت کی نسل منقطع نہیں ہوگی بلکہ بڑھتی جائے گی اور ایسے لوگ بکثرت پائے جائیں گے کہ جو بہائم کی طرح بغیر سوچنے سمجھنے کے حضرت مسیح کو خدا جانتے رہیں گے یہانتک کہ انپر قیامت برپا ہو جائے گی۔ یہ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ اور اس کا منشاء ہے ہماری طرف سے نہیں۔ پس ہمارے مخالف مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ آخری زمانہ میں ایک خونی مہدی ظاہر ہوگا اور وہ تمام عیسائیوں کو ہلاک کر دیگا اور زمین کو خون سے بھر دے گا اور جہاد ختم نہیں ہوگا جب تک وہ ظاہر نہ ہو اور اپنی تلوار سے ایک دنیا کو ہلاک نہ کرے۔ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں جو قرآن کے نص صریح و القینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامه سے مخالف اور منافی ہیں ہر ایک مسلمان کو چاہیے کہ ان باتوں پر ہرگز اعتقاد نہ رکھے بلکہ جہاد اب قطعاً حرام ہے اسی وقت تک جہاد تھا کہ جب اسلام پر مذہب کے لئے تلوار اٹھائی جاتی تھی اب خود بخود ایک ایسی ہوا چلی ہے جو ہر ایک فریق اس کارروائی کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے جو مذہب کے لئے خون کیا جائے پہلے زمانوں میں صرف مسلمانوں میں ہی جہاد نہیں تھا بلکہ عیسائیوں میں بھی جہاد تھا اور انھوں نے بھی مذہب کے لئے ہزارہا بندگان خدا کو اس دنیا سے رخصت کر دیا تھا مگر اب وہ لوگ بھی ان بیجا کارروائیوں سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور عام طور پر تمام لوگوں میں عقل اور تہذیب اور شایستگی آگئی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اب مسلمان بھی جہاد کی تلوار کو توڑ کر کلبہ رانی کے ہتھیار بنالیں کیونکہ مسیح موعود آگیا اور اب تمام جنگوں کا خاتمہ زمین پر ہو گیا ہاں آسمانی جنگ ابھی باقی ہیں جو معجزات اور نشانوں کے ساتھ ہوں گے نہ تلوار اور بندوق کے ساتھ اور وہی حقیقی جنگ ہیں جن سے ایمان قوی ہوتے ہیں اور نور یقین بڑھتا ہے ورنہ تلوار کا جنگ۔ ایسا جائے اعتراض ہے کہ اگر اسلام کے صدر اور ابتدائی حالت میں یہ عذر اہل اسلام کے ہاتھ میں نہ ہوتا کہ وہ مخالفوں کے بیجا حملوں سے پیسے گئے اور نابود ہونے تک پہونچ گئے تب تلوار اٹھائی گئی تو بجز اس عذر کے اسلام پر جہاد کا ایک داغ ہوتا۔ خدا ان بزرگوں اور راستبازوں پر ہزاراں ہزار رحمت کی بارش کرے جنھوں نے موت کا پیالہ پینے کے بعد پھر اپنی ذریت اور اسلام کے بقا کے لئے وہی پیالہ دشمنوں کا انکو واپس کیا۔ مگر اب مسلمانوں پر کونسی مصیبت ہے اور کون انکو ہلاک کر رہا ہے کہ وہ بیجا طور پر تلوار اٹھاتے ہیں اور دلوں میں جہاد کی خواہش رکھتے ہیں انہی مخفی خواہشوں کی وجہ سے جو اکثر مولویوں کے دلوں میں ہیں آئے دن سرحد میں بے گناہ لوگوں کے خون ہوتے ہیں۔ یہ خون کس گروہ کی گردن پر ہیں؟ میں بے دھڑک کہونگا کہ انہی مولویوں کی گردن پر جو اخلاص سے اس بدعت کے دور کرنے کے لئے پوری کوشش نہیں کرتے۔

اس جگہ ایک بات کسی قدر زیادہ تفصیل کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ خدا

تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو سورہ فاتحہ میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ وہ اس فریق کی راہ خدا تعالے سے طلب کرتے رہیں جو منعم علیہم کا فریق ہے اور منعم علیہم کے کامل طور پر مصداق باعتبار کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعماء حضرت حدیت از روئے نص صریح قرآنی اور احادیث متواترہ حضرت مرسل یزدانی دو گروہ ہیں ایک گروہ صحابہ اور دوسرا گروہ جماعت مسیح موعود کیونکہ یہ دونوں گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے تربیت یافتہ ہیں کسی اپنے اجتہاد کے محتاج نہیں وجہ یہ کہ پہلے گروہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو خدا سے براہ راست ہدایت پاکر وہی ہدایت نبوت کی پاک توجہ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ڈالتے تھے اور ان کے لئے مربی بے واسطہ تھے۔ اور دوسرے گروہ میں مسیح موعود ہے جو خدا سے الہام پاتا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے فیض اٹھاتا ہے لہذا اس کی جماعت بھی اجتہاد خشک کی محتاج نہیں ہے جیسا کہ آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ سے سمجھا جاتا ہے اور درمیانی گروہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج کے نام سے موسوم کیا ہے اور جنکی نسبت فرمایا ہے لیسوا منی و لست منہم +یعنے وہ لوگ مجھ میں سے نہیں ہیں اور نہ میں انہیں سے ہوں یہ گروہ حقیقی طور پر منعم علیہم نہیں ہیں اور اگرچہ زمانہ فیج اعوج میں بھی جماعت کثیر گمراہوں کے مقابل نیک اور اہل اللہ اور ہر صدی کے سر پر مجدد بھی ہوتے رہے ہیں لیکن حسب منطوق آیت ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے یہ اسلام میں صرف دو گروہ ہیں یعنے گروہ اولین و گروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت سے مراد ہے اور چونکہ حکم کثرت مقدار اور کمال صفائی انوار پر ہوتا ہے اس لئے اس سورۃ میں انعمت علیہم کے فقرہ سے مراد یہی دونوں گروہ ہیں یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی جماعت کے اور مسیح موعود مع اپنی جماعت کے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خدا نے ابتدا سے اس

+ اس حدیث کا یہ فقرہ جو لیسوا منی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ لوگ مجھ میں سے نہیں ہیں یہی لفظ منی مہدی معہود کے لئے اس حدیث میں بھی وارد ہے جس کو ابوداؤد اپنی کتاب میں لایا ہے اور وہ یہ ہے لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذالک الیوم حتی یبعث فیہ رجلاً منّی ۔ یعنے اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی ہوگا تو خدا اس دن کو لمبا کردیگا جب تک کہ ایک انسان یعنے مہدی کو ظاہر کرے جو مجھ میں سے ہوگا یعنے میرے صفات اور اخلاق لیکر آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ منّی کے لفظ سے قریش ہونا مراد نہیں ورنہ یہ حدیث صرف مہدی کا قریش ہونا ظاہر کرتی اور کسی عالی مفہوم پر مشتمل نہ ہوتی لیکن جس طرز سے ہم نے لفظ منّی کو معنے مراد لئے ہیں یعنے آنحضرت کے اخلاق اور کمالات اور معجزات اور کلام معجز نظام کا ظلی طور پر وارث ہونا اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ مہدی افراد کاملہ میں سے اور اپنے کمالات اخلاق میں ظل النبی ہے اور یہی عظیم الشان اشارہ ہے جو منّی کے لفظ سے نکلتا ہے ورنہ جسمانی طور پر یعنے محض قریشی ہونے سے کچھ عظمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس صورت میں ایک بیدین اور بد عاقبت آدمی بھی اس لفظ کا مصداق ہو سکتا ہے۔ غرض منّی کے لفظ سے قریش سمجھنا محض بیہودہ ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ جو لوگ حدیث لیسوا منّی کے نیچے آئے ہیں ان سے تمام وہ لوگ مراد ہوں جو قریشی نہیں ہیں اور یہ صریح باطل ہے۔ منہ

امت میں دو گروہ ہی تجویز فرمائے ہیں اور انہی کی طرف سورہ فاتحہ کے فقرہ انعمت علیہم میں اشارہ ہے (۱) ایک اولین جو جماعت نبوی ہے (۲) دوسرے آخرین جو جماعت مسیح موعود ہے اور افراد کاملہ جو درمیانی زمانہ میں ہیں جو فیج اعوج کے نام سے موسوم ہے جو بوجہ اپنے کی مقدار اور کثرت اشرار و فجار و ہجوم افواج بد مذاہب و بد عقائد و بد اعمال شاذ و نادر کے حکم میں سمجھے گئے گو دوسرے فرقوں کی نسبت درمیانی زمانہ کے صلحاء امت محمدیہ بھی باوجود طوفان بدعات کے ایک دریائے عظیم کی طرح ہیں۔ بہرحال خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کا علم جس میں غلطی کو راہ نہیں یہی بتلاتا ہے کہ درمیانی زمانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بلکہ تمام خیر القرون کے زمانہ سے بعد میں ہے اور مسیح موعود کے زمانہ سے پہلے ہے یہ زمانہ فیج اعوج کا زمانہ ہے یعنے ٹیڑھے گروہ کا زمانہ جس میں خیر نہیں مگر شاذ و نادر۔ یہی فیج اعوج کا زمانہ ہے جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے لیسوا منی ولست منہم یعنے نہ یہ لوگ مجھ میں سے ہیں اور نہ میں اُن میں سے ہوں یعنے مجھے ان سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہی زمانہ ہے جس میں ہزارہا بدعات اور بیشمار ناپاک رسومات اور ہر ایک قسم کے شرک خدا کی ذات اور صفات اور افعال میں اور گروہ در گروہ پلید مذہب جو تہتر تک پہونچ گئے پیدا ہوگئے اور اسلام جو بہشتی زندگی کا نمونہ لیکر آیا تھا اس قدر ناپاکیوں سے بھر گیا جیسے ایک سڑی ہوئی اور پرنجاست زمین ہوتی ہے۔ اس فیج اعوج کی مذمت میں وہ الفاظ کافی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مونھ سے اس کی تعریف میں نکلے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی دوسرا انسان اس فیج اعوج کے زمانہ کی بدی کیا بیان کریگا۔ اسی زمانہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمین جور اور ظلم سے بھر جائے گی۔ لیکن مسیح موعود کا زمانہ جس سے مراد چودھویں صدی من اولہ الی آخرہ ہے اور نیز کچھ اور حصہ زمانہ کا جو خیر القرون سے برابر اور فیج اعوج کے زمانہ سے بالاتر ہے یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جود الٰہی نے مقدر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہ کے رنگ میں لائے گا اور آسمان سے کچھ ایسی ہوا چلے گی کہ یہ تہتر فرقے مسلمانوں کے جن میں سے بجز ایک کے سب عار اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کی ہیں خود بخود کم ہوتے جائیں گے اور تمام ناپاک فرقے جو اسلام میں مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں صفحہ زمین سے نابود ہوکر ایک ہی فرقہ رہ جائے گا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنگ پر ہوگا۔ اب ہر ایک انسان سوچ سکتا ہے کہ اس وقت ٹھیک قرآن پر چلنے والے فرقے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے کس قدر کم ہیں۔ جو مسلمانوں کے تہتر گروہ میں سے صرف ایک گروہ ہے اور پھر اس میں سے بھی وہ لوگ جو درحقیقت تمام اقسام ہوا اور نفس اور خلق سے منقطع ہوکر محض خدا کے ہوگئے ہیں اور ان کے اعمال اور اقوال اور حرکات اور سکنات اور نیات اور خطرات میں کوئی ملونی خباثت کی باقی نہیں ہے وہ کس قدر اس زمانہ میں کبریت احمر کے حکم میں ہیں۔ غرض تمام مفاسد کی تفصیلات کو زیر نظر رکھکر بخوبی سمجھ آسکتا ہے کہ درحقیقت موجودہ حالت اسلام کی کسی خوشی کے لائق نہیں اور وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہو رہا ہے۔ اور اسلام کے ہر ایک فرقہ کو ہزارہا کیڑے بدعات اور افراط اور تفریط اور خطا اور بیباکی اور شوخی کے چمٹ رہے ہیں اور اسلام میں بہت سے مذہب ایسے پیدا ہوگئے ہیں کہ جو اسلام کا دعویٰ کرکے پھر اسلام کے مقاصد توحید و تقویٰ و تہذیب اخلاق و اتباع

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہیں۔ غرض یہ وجوہ ہیں جن کے رو سے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ۔ یعنے ابرار اخیار کے بڑے گروہ جن کے ساتھ بد مذاہب کی آمیزش نہیں وہ دو ہی ہیں ایک پہلوں کی جماعت یعنے صحابہ کی جماعت جو زیر تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے دوسری پچھلوں کی جماعت جو بوجہ تربیت روحانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ آیت وَآخَرِیْنَ مِنْھُمْ سے سمجھا جاتا ہے صحابہ کے رنگ میں ہیں۔ یہی دو جماعتیں اسلام میں حقیقی طور پر منعم علیہم ہیں اور خدا تعالےٰ کا انعام انپر یہ ہے کہ ان کو انواع اقسام کی غلطیوں اور بدعات سے نجات دی ہے اور ہر ایک قسم کے شرک سے ان کو پاک کیا ہے اور خالص اور روشن توحید ان کو عطا فرمائی ہے جس میں نہ دجال کو خدا بنایا جاتا ہے اور نہ ابن مریم کو خدائی صفات کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے اور اپنے نشانوں سے اس جماعت کی ایمان کو قوی کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے انکو ایک پاک گروہ بنایا ہے ان میں سے جو لوگ خدا کا الہام پانے والے اور خدا کے خاص جذبہ سے اس کی طرف کھینچے ہوئے ہیں نبیوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ اُن میں سے بذریعہ اپنے اعمال کے صدق اور اخلاص دکھلانے والے اور ذاتی محبت سے بغیر کسی غرض کے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے والے ہیں وہ صدیقوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ اُن میں سے آخری نعمتوں کی امید پر دکھ اٹھانے والے اور جزا کے دن کا بچشم دل مشاہدہ کر کے جان کو ہتھیلی پر رکھنے والے ہیں وہ شہیدوں کے رنگ میں ہیں۔ اور جو لوگ ان میں سے ہر ایک فساد سے باز رہنے والے ہیں وہ صلحاء کے رنگ میں ہیں اور یہی سچے مسلمان کا مقصود بالذات ہے کہ ان مقامات کو طلب کرے اور جب تک حاصل نہ ہوں تب تک طلب اور تلاش میں سُست نہ ہو اور وہ دو گروہ جو ان لوگوں کے مقابل پر بیان فرمائے گئے ہیں وہ مغضوب علیہم اور ضالین ہیں جن سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالےٰ سے اسی سورۃ فاتحہ میں دعا مانگی گئی ہے۔ اور یہ دعا جس وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہے یعنے اس طرح پر کہا جاتا ہے کہ اے خدا ہمیں منعم علیہم میں داخل کر اور مغضوب علیہم اور ضالین سے بچا تو اس وقت صاف سمجھ آتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں منعم علیہم میں سے ایک فریق ہے جو مغضوب علیہم اور ضالین کا ہم عصر ہے۔ اور جبکہ مغضوب علیہم سے مراد اس سورۃ میں بالیقین وہ لوگ ہیں جو مسیح موعود سے انکار کرنے والے اور اس کی تکفیر اور تکذیب اور توہین کرنے والے ہیں تو بلاشبہ ان کے مقابل پر منعم علیہم سے وہی لوگ اس جگہ مراد رکھے گئے ہیں جو صدق دل سے مسیح موعود پر ایمان لانے والے اور اس کی دل سے تعظیم کرنے والے اور اس کے انصار ہیں اور دنیا کے سامنے اس کی گواہی دیتے ہیں رہے ضالین۔ پس جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت✝ اور تمام اکابر اسلام کی شہادت سے ضالین سے مراد عیسائی ہیں اور ضالین سے پناہ مانگنے کی دعا بھی ایک پیشگوئی کے رنگ میں ہے کیونکہ ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ بھی زور نہ تھا بلکہ فارسیوں کی سلطنت بڑی قوت اور شوکت میں تھی۔ اور مذاہب میں سے تعداد کے لحاظ سے بدھ مذہب

✝ بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

دنیا میں تمام مذاہب سے زیادہ بڑھا ہوا تھا اور مجوسیوں کا مذہب بھی بہت زور و جوش میں تھا اور ہندو بھی علاوہ قومی اتفاق کے بڑی شوکت اور سلطنت اور جمعیت رکھتے تھے اور چینی بھی اپنی تمام طاقتوں میں بھرے ہوئے تھے۔ تو پھر اس جگہ طبعاً یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ تمام قدیم مذاہب جن کی بہت پرانی اور زبردست سلطنتیں تھیں اور جن کی حالتیں قومی اتفاق اور دولت اور طاقت اور قدامت اور دوسرے اسباب کی رو سے بہت ترقی پر تھیں ان کے شر سے بچنے کے لئے کیوں دعا نہیں سکھلائی اور عیسائی قوم جو اسوقت نسبتی طور پر ایک کمزور قوم تھی کیوں ان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے دعا سکھلائی گئی۔ اس سوال کا یہی جواب ہے جو بخوبی یاد رکھنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے علم میں یہ مقدر تھا کہ یہ قوم روز بروز ترقی کرتی جائے گی۔ یہاں تک کہ تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔ اور اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لئے ہر ایک تدبیر سے زور لگائیں گے اور کیا علمی سلسلہ کے رنگ میں اور کیا مالی ترغیبوں سے اور کیا اخلاق اور شیرینی کلام دکھلانے سے اور کیا دولت اور شوکت کی چمک سے اور کیا نفسانی شہوات اور اباحت اور بے قیدی کے ذرایع سے اور کیا نکتہ چینیوں اور اعتراضات کے ذریعہ سے اور کیا بیماروں اور ناداروں اور درماندوں اور یتیموں کا متکفل بننے سے ناخنوں تک یہ کوشش کریں گے کہ کسی بدقسمت نادان یا لالچی یا شہوت پرست یا جاہطلب یا بیکس اور یا کسی بچہ بے پدر و مادر کو اپنے قبضہ میں لاکر اپنے مذہب میں داخل کریں سو اسلام کے لئے یہ ایک ایسا فتنہ تھا کہ کبھی اسلام کی آنکھ نے اس کی نظیر نہیں دیکھی اور اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان ابتلا تھا جس سے لاکھوں انسانوں کے ہلاک ہو جانے کی امید تھی اس لئے خدا نے سورہ فاتحہ میں جس سے قرآن کا افتتاح ہوتا ہے اس مہلک فتنہ سے بچنے کے لئے دعا سکھلائی اور یاد رہے کہ قرآن شریف میں یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نظیر اور کوئی پیشگوئی نہیں کیونکہ اگرچہ قرآن شریف میں اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو اس ہمارے زمانہ میں پوری ہوگئی ہیں جیسے اجتماع کسوف قمر و شمس کی پیشگوئی جو آیت جمع الشمس والقمر سے معلوم ہوتی ہے اور اونٹوں کے بیکار ہونے اور مکہ اور مدینہ میں ریل جاری ہونے کی پیشگوئی جو آیت واذا العشار عطلت سے صاف طور پر سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اس پیشگوئی کے مشہور کرنے اور ہمیشہ امت کے پیش نظر رکھنے میں سب سے زیادہ خدا تعالیٰ نے اہتمام فرمایا ہے کیونکہ اس سورۃ میں یعنے سورہ فاتحہ میں بطور دعا اسے تعلیم فرمایا ہے

بقیہ حاشیہ۔ سورہ فاتحہ میں المغضوب علیہم سے مراد یہود۔ اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ دیکھو کتاب درمنثور صفحہ نمبر۹۔ اور عبد الرزاق اور احمد نے اپنی مسند میں اور عبد ابن حمید اور ابن جریر اور بغوی نے معجم الصحابہ میں اور ابن قندر اور ابوالشیخ نے عبد اللہ بن شقیق سے روایت کی ہے قال اخبرنی من سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بوادی القریٰ علی فرس لہ وسالہ رجل من بنی القین فقال من المغضوب علیہم یا رسول اللہ۔ قال الیہود۔ قال فمن الضالون۔ قال النصاریٰ۔ یعنے کہا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا جبکہ آپ وادی قریٰ میں گھوڑے پر سوار تھے کہ بنی عین میں سے ایک شخص نے آنحضرت سے سوال کیا کہ سورہ فاتحہ میں مغضوب علیہم سے کون مراد ہے فرمایا کہ یہود پھر سوال کیا کہ ضالین سے کون مراد ہے فرمایا کہ نصاریٰ۔ درمنثور صفحہ نمبر ۱۷۔ منہ

جس کو پنج وقت کروڑہا مسلمان اپنے فرائض اور نمازوں میں پڑھتے ہیں - اور ممکن نہیں کہ زیرک مسلمانوں کے دلوں میں اس جگہ یہ خیال نہ گذرے کہ جس حالت میں اس زمانہ کے عام مسلمانوں کے خیال کے موافق اس امت کے لئے دجال کا فتنہ سب فتنوں سے بڑھکر ہے جس کی نظیر حضرت آدم سے دنیا کے اخیر تک کوئی نہیں تو خدا تعالےٰ نے ایسی عظیم الشان دعا میں جو بوجہ کثرت تکرار و دائمی مناجات اوقات متبرکہ اکثر احتمال قبولیت کا رکھتی ہے اس بزرگ فتنہ کا ذکر کیوں چھوڑ دیا اس طرح پر سورہ فاتحہ میں دعا کیوں نہ سکھلائی کہ غیر المغضوب علیہم ولا الدجال -

اس کا جواب یہی ہے کہ دجال کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا شخص ہے کہ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کو پامال کرکے دنیا کا مالک ہو جائے گا - ایسا خیال کرنا قرآن شریف کی تعلیم کے مخالف ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح کو مخاطب کرکے فرماتا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ - یعنے اے عیسیٰ خدا تیرے حقیقی تابعین کو جو مسلمان ہیں اور ادعائی تابعین کو جو عیسائی ہیں ادعائی طور پر قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھے گا جو تیرے دشمن اور منکر اور مکذب ہیں - اب ظاہر ہے کہ ہمارے مخالف مولویوں کا دجال مفروض بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منکر ہوگا - پس اگر عیسائیوں اور مسلمانوں پر اس کو غالب کیا گیا اور تمام زمین کی عنان سلطنت اور حکومت اس کے ہاتھ میں دی گئی تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے اور نہ صرف ایک پہلو سے بلکہ نعوذ باللہ دو پہلو سے خدا تعالےٰ کا کلام جھوٹا ٹھہرتا ہے - (۱) ایک یہ کہ جن قوموں کے قیامت تک غالب اور حکمران رہنے کا وعدہ تھا وہ اس صورت میں غالب اور حکمران نہیں رہیں گے - (۲) دوسرے یہ کہ جن دوسری قوموں کے مغلوب ہونے کا وعدہ تھا وہ غالب ہو جائیں گے اور مغلوب نہ رہیں گے - اور اگر یہ کہا جائے کہ اگرچہ ان قوموں کی سلطنت اور قوت اور دولت قیامت تک قائم رہے گی اور ہم اس کو قبول کرتے ہیں مگر دجال بھی کسی چھوٹے سے راجہ یا رئیس کی طرح دس بیس یا سو پچاس گانو کا والی اور فرماں روا بن جائے گا تو یہ قول بھی ایسا ہی قرآن شریف کے مخالف ہے جیسا کہ پہلا قول مخالف ہے کیونکہ جبکہ دجال تمام انبیا علیہم السلام کا اس قدر دشمن ہے کہ انکو مفتری سمجھتا ہے اور خود خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو بموجب منطوق آیت کے چاہیے تھا کہ ایک ساعت کے لئے بھی وہ خود سر حاکم نہ بنایا جاتا تا مضمون فوق الذین کفروا میں کچھ حرج اور خلل عائد نہ ہوتا - ماسوا اس کے جبکہ یہ مانا گیا ہے کہ بجز حرمین شریفین کے ہر ایک ملک میں دجال کی سلطنت قائم ہو جائے گی تو پھر آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ دجال کی عام سلطنت کی صورت میں کیونکر سچی رہ سکتی ہے بلکہ دجالی سلطنت کے قائم ہونے سے تو ماننا پڑتا ہے کہ جو حضرت مسیح کے تابعین کے لئے فوقیت اور غالبیت کا دائمی وعدہ تھا وہ چالیس برس تک دجال کی طرف منتقل ہو جائیگا جو شخص قرآن شریف کو خدا کا کلام اور سچا مانتا ہے وہ تو اس بات کو صریح کفر سمجھے گا کہ ایسا عقیدہ رکھا جائے جس سے خدا تعالےٰ کی پاک کلام کی تکذیب لازم آتی ہے تم آپ ہی فکر کرو اور سوچو کہ جبکہ بموجب آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ قیامت تک دولت اور سلطنت مسلمانوں اور عیسائیوں میں قائم رہے گی اور وہ لوگ جو حضرت مسیح کے منکر ہیں وہ کبھی بلاد اسلامیہ کے مالک اور بادشاہ نہیں بنیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائے گی تو اس صورت میں

دجال کی کہاں گنجایش ہے - قرآن کو چھوڑنا اور ایسی حدیث کو پکڑنا جو اس کے صریح منطوق کے مخالف ہے اور محض ایک ظنی امر ہے - کیا یہی اسلام ہے؟ اور اگر یہ سوال ہو کہ جبکہ دجال کا بھی حدیثوں میں ذکر پایا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں ظاہر ہوگا اور پہلے نبوت کا دعوی کرے گا اور پھر خدائی کا دعویدار بنجائے گا تو اس حدیث کی ہم کیا تاویل کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب تمہاری تاویل کی کچھ ضرورت نہیں واقعات کے ظہور نے خود اس حدیث کے معنے کھول دیئے ہیں - یعنے یہ حدیث ایک ایسی قوم کی طرف اشارہ کرتی ہے جو اپنے افعال سے دکھلا دیں گے کہ انھوں نے نبوت کا دعوی بھی کیا ہے اور خدائی کا دعویٰ بھی - نبوت کا دعوی اس طرح پر کہ وہ لوگ خدا تعالےٰ کی کتابوں میں اپنی تحریف اور تبدیل اور انواع و اقسام کی بیجا دست اندازیوں سے جو نہایت جرأت اور بیباکی اور شوخی سے ہوں گی اس قدر دخل دیں گے اور اس قدر اپنی طرف سے تصرفات کریں گے اور ترجموں کو عمداً بگاڑیں گے کہ گویا وہ خود نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں - پس یہ تو نبوت کا دعویٰ ہوا - اب خدائی کے دعوے کی بھی تشریح سُنیئے اور وہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ایجاد اور صنعت اور خدائی کے کاموں کی کُنہ معلوم کرنے میں اور اس دھن میں کہ الوہیت کے ہر ایک کام اور صنعت کی نقل اُتار لیں اس قدر حریص ہوں گے کہ گویا وہ خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں ✱ - وہ چاہیں گے کہ مثلاً کسی طرح بارش کرنا اور بارش کو بند کر دینا اور پانی بکثرت پیدا کرنا اور پانی کو خشک کر دینا اور ہوا کا چلانا اور ہوا کو بند کر دینا اور کانوں کے ہر ایک قسم کے جواہر کو اپنی دستکاری سے پیدا کر لینا غرض مخلوقات کے تمام افعال طبعیہ پر قبضہ کر لینا - یہانتک کہ انسانی نطفہ کو کسی پچکاری کے ذریعہ سے جس رحم میں چاہیں ڈال دینا اور اس سے حمل ٹھہرانے کے لئے کامیاب ہو جانا اور کسی طور سے مردوں کو زندہ کر دینا اور عمروں کو بڑھا دینا اور غیب کی باتیں معلوم کر لینا اور تمام نظام طبعی پر تصرف تام کر لینا ان کے ہاتھ میں آجائے اور کوئی بات ان کے آگے انہونی نہ ہو - پس جبکہ ادب ربوبیت اور عظمت الوہیت ان کے دلوں پر سے بکلی اٹھ جائے گی اور خدائی تقدیروں کو ٹلنے کے لئے بالمقابل جنگ کرنے والے کی طرح تدابیر اور اسباب تلاش کرتے رہیں گے تو وہ آسمان پر ایسے ہی سمجھے جائیں گے کہ گویا وہ خدائی کا دعوی کر رہے ہیں اور مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی معنے حق ہیں - اور جو دجال کی آنکھوں کی نسبت حدیثوں میں آیا ہے کہ ایک آنکھ اُس کی بالکل اندھی ہوگی اور ایک میں پھولا ہوگا اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ گروہ جو دجالی صفات سے موسوم ہوگا اُس کا یہ حال ہوگا کہ ایک آنکھ اُسکی تو کم دیکھے گی اور حقائق کے چہرے اُس کو دھندلے نظر آئیں گے مگر دوسری آنکھ بالکل اندھی ہوگی وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکے گی جیسا کہ یہ قوم جو نظر کے سامنے ہے توریت پر تو کسی قدر ایمان لاتی ہے گو ناقص اور غلط طور پر مگر قرآن شریف

✱ ربوبیت کی عظمت اور الوہیت کی جلال اور صفات باری کی وحدانیت کو ملحوظ رکھکر انکسار اور ادب عبودیت کے ساتھ ایجاد اور صنعت کی طرف بقدر اعتدال مشغول ہونا یہ اور امر ہے مگر شوخی اور تجبر کو اپنے دماغ میں جگہ دیکر اور قضا و قدر کے سلسلہ پر ٹھٹھا مار کر خدا کے پہلو میں اپنی انانیت کو کسی فعل ایجاد وغیرہ سے ظاہر کرنا یہی دجالیت ہے اور دجال کے لفظ سے ہماری وہ مراد نہیں ہے جو حال کے مولوی مراد لیتے ہیں اور اس کو ایسا شخص سمجھتے ہیں جس سے وہ لڑائیاں کریں گے کیونکہ ہمارے نزدیک دجال ہو یا کوئی ہو اُس سے دین کے لئے لڑائی کرنا منع ہے ہر یک مخلوق سے سچی ہمدردی چاہیئے اور لڑائی کے خیالات سب باطل ہیں اور دجال سے مراد صرف وہ فرقہ ہے جو کلام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں یا دہریہ کے رنگ میں خدا سے لاپرواہ ہیں اور اس لفظ میں کوئی اور خطرناک مفہوم مخفی نہیں ہے بلکہ یہ لفظ محرّف کے لفظ یا دہریہ کے لفظ سے مترادف ہے - منہ

کو دیکھ نہیں سکتے گویا انکی ایک آنکھ میں انگور کے دانے کی طرح ٹینٹ پڑا ہوا ہے مگر دوسری آنکھ جس سے قرآن شریف کو دیکھنا تھا بالکل اندھی ہے۔ یہ کشفی رنگ میں دجال کی صورت ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگ خدا تعالےٰ کی آخری کتاب کو بالکل شناخت نہیں کریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ اس تاویل کی رو سے جو بالکل معقول اور قرین قیاس ہے کسی نئے دجال کی تلاش کی ضرورت نہیں بلکہ جس گروہ نے قرآن شریف کی تکذیب کی اور جن کو خدا نے کتاب دی اور پھر انھوں نے اس کتاب پر عمل نہ کیا اور اپنی طرف سے اس قدر تحریف کی کہ گویا نئی کتاب نازل ہو رہی ہے اور نیز کارخانہ قضاء و قدر میں اس قدر دست اندازی کی کہ خدا کی عظمت دلوں پر سے بھی اٹھ گئی وہی لوگ دجال ہیں۔ ایک پہلو سے نبوت کے مدعی اور دوسرے پہلو سے خدائی کے دعویدار۔ تمام حدیثوں کا منشاء یہی ہے اور یہی قرآن شریف سے مطابق ہے اور اسی سے وہ اعتراض دور ہوتا ہے جو ولا الضالین کی دعا پر عائد ہو سکتا تھا اور یہ وہ امر ہے کہ جسپر واقعات کے سلسلہ کی ایک زبردست شہادت پائی جاتی ہے اور ایک منصف انسان کو بجز ماننے کے بن نہیں پڑتا اور گو لفظ دجال کے ایک غلط اور خطرناک معنی کرنے میں بہت سی تعداد مسلمانوں کی آلودہ ہے مگر جو امر قرآن کے نصوص صریحہ اور اُن احادیث کے نصوص واضحہ سے جو قرآن کے مطابق ہیں غلط ثابت ہو گیا اور عقل سلیم نے بھی اسی کی تصدیق کی تو ایسا امر ایک انسان یا کروڑ انسان کے غلط خیالات کی وجہ سے غلط نہیں ٹھہر سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ جس مذہب کا دنیا میں تعداد کثیر ہو وہی سچا ہو۔ غرض اب یہ ثبوت کمال کو پہونچ گیا ہے اور اگر اب بھی کوئی مونہہ زوری سے باز نہ آوے تو وہ حیا سے عاری اور قرآن شریف کی تکذیب پر دلیر ہے اور وہ احادیث واضحہ جو قرآن کی منشاء کے موافق دجال کی حقیقت ظاہر کرتی ہیں وہ اگرچہ بہت ہیں مگر ہم اس جگہ بطور نمونہ ایک ان میں سے درج کرتے ہیں وہ حدیث یہ ہے:۔ یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین۔ یلبسون للناس جلود الضان من الدین السنتہم احلی من العسل و قلوبہم قلوب الذیاب یقول اللہ عزوجل ابی یغترون۔ ام علی یجترؤن۔ حتی حلفت لابعثن علی اولئك منہم فتنة۔ الخ۔ کنز العمال جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۷۴۔ یعنے آخری زمانہ میں دجال ظاہر ہوگا وہ ایک مذہبی گروہ ہوگا جو زمین پر جا بجا خروج کریگا اور وہ لوگ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے یعنے انکو اپنے دین میں داخل کرنے کے لئے بہت سامال پیش کریں گے اور ہر قسم کے آرام اور لذات دنیوی کی طمع دیں گے اور اس غرض سے کہ کوئی ان کے دین میں داخل ہو جائے بھیڑوں کی پوستین پہنکر آئیں گے۔ انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دل ہوں گے اور خدائے عزوجل فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ میرے حلم پر مغرور ہو رہے ہیں کہ میں ان کو جلد نہیں پکڑتا اور کیا یہ لوگ میرے پر افترا کرنے میں دلیری کر رہے ہیں یعنے میری کتابوں کی تحریف کرنے میں کیوں اس قدر مشغول ہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں انہی میں سے اور انہی کی قوم میں سے انپر ایک فتنہ برپا کروں گا۔ دیکھو کنز العمال جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۷۴۔ اب بتلاؤ کہ کیا اس حدیث سے دجال ایک شخص معلوم ہوتا ہے اور کیا یہ تمام اوصاف جو دجال کے لکھے گئے ہیں یہ آج کل کسی قوم پر صادق آرہی ہیں یا نہیں اور ہم پہلے اس سے قرآن شریف سے بھی ثابت کر چکے ہیں کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے نہ یہ کہ کوئی ایک شخص اور اس حدیث

مذکورہ بالا میں جو دجال کے لئے جمع کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے یختلون اور یلبسون اور یغتردن - اور یحترزون
اور اولئک اور منہم یہ بھی بہ آواز بلند پکار رہے ہیں کہ دجال ایک جماعت ہے نہ ایک انسان اور قرآن شریف
میں جو یاجوج ماجوج کا ذکر ہے جن کو خدا کی پہلی کتابوں نے یورپ کی قومیں قرار دیا ہے اور قرآن نے اس
بیان کی تکذیب نہیں کی یہ دجال کے اُن معنوں پر جو ہم نے بیان کئے ہیں ایک بڑا ثبوت ہے بعض حدیثیں
بھی توریت کے اس بیان کی مصدق ہیں اور لنڈن میں یاجوج ماجوج کی پتھر کی ہیکلیں کسی پرانے زمانہ سے
ابتک محفوظ ہیں - یہ تمام امور جب یکجائی نظر سے دیکھے جائیں تو عین الیقین کے درجہ پر یہ ثبوت معلوم
ہوتا ہے اور تمام دجالی خیالات ایک ہی لمحہ میں منتشر ہو جاتے ہیں - اگر اب بھی یہ بات قبول نہ کی جائے
کہ حقیقت حقہ صرف اسی قدر ہے جو سورہ فاتحہ کے آخری فقرہ یعنے لا الضالین سے سمجھی جاتی ہے
تو گویا اس بات کا قبول کرنا ہوگا کہ قرآن کی تعلیم کو ماننا کچھ ضروری نہیں بلکہ اس کے مخالف قدم رکھنا بڑے
ثواب کی بات ہے - پس وہ لوگ جو ہماری اس مخالفت پر خون پینے کو طیار ہیں مناسب ہے کہ اس موقعہ
پر ذرہ خدا تعالےٰ سے خوف کرکے سوچیں کہ وہ کس قدر خدا تعالےٰ کی پاک کلام سے دشمنانہ لڑائی کر رہے ہیں۔
گو فرض کے طور پر ان کے پاس ایسی حدیثیں انبار در انبار ہوں جن سے دجال معہود کا ایک خوفناک وجود ظاہر
ہوتا ہو جو اپنی جسامت کی وجہ سے ایک ایسی سواری کا محتاج ہے جس کے دونوں کانوں کا فاصلہ قریباً تین سو
ہاتھ ہے اور زمین و آسمان اور چاند اور سورج اور دریا اور ہوائیں اور مینہ اس کے حکم میں ہیں لیکن ایسا ہیبتناک
وجود پیش کرنے سے کوئی ثبوت پیدا نہیں ہوگا اس عقل اور قیاس کے زمانہ میں ایسا خلاف قانون قدرت
وجود ماننا اسلام پر ایک داغ ہوگا - اور غایت کار ہندوؤں کے مہادیو اور بشن اور برہما کی طرح مسلمانوں کے ہاتھ
میں بھی لوگوں کے ہنسانے کے لئے یہ ایک لغو کہانی ہوگی جو قرآن کی پیشگوئی لا الضالین کے بھی مخالف ہے
اور نیز اس کی تعلیم توحید کے بھی سراسر مخالف - اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ایسے وجود کو ماننا جس کے ہاتھ
میں گو تھوڑے عرصہ کے لئے تمام خدائی قوت اور خدائی انتظام ہوگا اس قسم کے شرک کو اختیار کرنا ہے
جس کی نظیر ہندوؤں اور چینیوں اور پارسیوں میں بھی کوئی نہیں افسوس کہ اہل حدیث جو موحد کہلاتے ہیں اس
شرک کی قسم سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں جو چوہے سے بھی کمتر ہے اور اُس شرک کو اپنے گھر میں داخل کرتے
ہیں جو ہاتھی سے بھی زیادہ ہے - ان لوگوں کی توحید بھی عجیب طور کی پختہ ہے کہ عیسےٰ بن مریم کو
خالقیت میں خدا کا قریباً نصف کا شریک مان کر پھر توحید میں کچھ خلل نہیں آیا - تعجب کہ یہ لوگ جو
اسلام کی اصلاح اور توحید کا دم مارتے ہیں وہی اس قسم کے شرکوں پر زور مار رہے ہیں اور خدا کی طرح
مسیح کو بلکہ دجال کو بھی بے انت اور بے انتہا کمالات الوہیت سے موصوف سمجھتے ہیں - عجیب بات ہے
کہ انکی نظر میں خدا کی سلطنت بھی ایسے ہمسر شریکوں سے پاک نہیں ہے اور پھر خاصے موحد اور اہل
حدیث ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ مشرک ہیں اور گو عیسائی مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ لوگ در حقیقت مشنریوں
پر بہت ہی احسان کر رہے ہیں کہ ایک مسلمان کو اگر وہ اُن کے اِن عقیدوں کا پابند ہو جائے جنکو یہ
مولوی مسیح اور دجال کی نسبت سکھلا رہے ہیں بہت آسانی سے عیسائی مذہب کے قریب لے آتے ہیں

یہاں تک کہ ایک پادری صرف چند منٹ میں ہی ہنسی خوشی میں ان کو مرتد کر سکتا ہے - یہ نہیں خیال کرنا چاہیے کہ دجال کو الوہیت کی صفات دینے سے عیسائیوں کو کیا فائدہ پہونچتا ہے گو مسیح میں ایسی صفات قائم کرنے سے تو فائدہ پہونچتا ہے کیونکہ جبکہ دجال جیسے دشمن دین اور ناپاک طبع کی نسبت مان لیا گیا کہ وہ اپنے اختیار سے بارش برسانے اور مردوں کے زندہ کرنے اور بارش کے روکنے اور دوسری صفات الوہیت پر قادر ہوگا تو اس سے بہت صفائی کے ساتھ یہ راہ کھل جاتی ہے کہ جبکہ ایک خدا کا دشمن خدائی کے مرتبہ پر پہونچ سکتا ہے اور جب کہ خدائی کارخانہ میں ایسی بد انتظامی اور گڑبڑ پڑا ہوا ہے کہ دجال بھی اپنی جھوٹی خدائی چالیس برس تک یا چالیس دن تک چلائے گا تو پھر حضرت عیسیٰ کی خدائی میں کونسا اشکال عائد حال ہو سکتا ہے - پس ایسے لوگوں کے بپتسمہ پانے پر بڑی بڑی امیدیں پادری صاحبوں کو دلوں میں رکھنی چاہییں اور درحقیقت اگر خدا تعالےٰ آسمان سے اپنے اس سلسلہ کی بنیاد اس نازک وقت میں نہ ڈالتا تو اِن اعتقادوں کے طفیل سے ہزاروں مولویوں کی روحیں پادری عماد الدین کی روح سے مل جاتیں - مگر مشکل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی غیرت اور اس کا وہ وعدہ جو صدی کے سر سے متعلق تھا وہ پادری صاحبوں کی اس کامیابی میں حائل ہوگیا مگر مولوی صاحبوں کی طرف سے کوئی فرق نہیں رہا تھا - دانشمند خوب جانتے ہیں کہ اسلام کی آئندہ ترقی کے لئے اور نیز پادریوں کے حملوں سے اسلام کو بچانے کے لئے یہ نہایت نیک فال ہے کہ وہ تمام باتیں جس سے مسیح کو زندہ آسمان پر چڑھایا گیا اور فقط اسی کو زندہ رسول اور معصوم رسول مس شیطان سے پاک اور ہزاروں مردوں کو زندہ کرنے والا اور بیشمار پرندوں کو پیدا کرنے والا اور قریباً نصف میں خدا کا شریک سمجھا گیا تھا اور دوسرے تمام نبی مردے اور عاجز اور مس شیطان سے آلودہ سمجھے گئے تھے جنہوں نے ایک مکھی بھی پیدا نہ کی یہ تمام افترا اور جھوٹ کے طلسم خدا نے مجھے مبعوث فرما کر ایسے توڑ دیئے کہ جیسے ایک کاغذ کا تختہ الپیٹ دیا جائے اور خدا نے عیسیٰ بن مریم سے تمام زوائد کو الگ کر کے معمولی انسانی درجہ پر بٹھا دیا اور اس کو دوسرے نبیوں کے افعال اور خوارق کی نسبت ایک ذرہ خصوصیت نہ رہی اور ہر ایک پہلو سے ہمارے سید و مولی نبی الوریٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد عالیہ آفتاب کی طرح چمک اٹھے - اے خدا ہم تیرے احسانوں کا کیونکر شکر کریں کہ تو نے ایک تنگ و تاریک قبر سے اسلام اور مسلمانوں کو باہر نکالا اور عیسائیوں کے تمام فخر خاک میں ملا دیئے اور ہمارا قدم جو ہم محمدی گروہ ہیں ایک بلند اور نہایت اونچے منار پر رکھدیا - ہم نے تیرے نشان جو محمدی رسالت پر روشن دلائل ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھے ہم نے آسمان پر رمضان میں اُس خسوف کسوف کا مشاہدہ کیا جس کی نسبت تیری کتاب قرآن اور تیرے نبی کی طرف سے تیرہ سو برس سے پیشگوئی تھی ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ تیری کتاب اور تیرے نبی کی پیشگوئی کے مطابق اونٹوں کی سواری ریل کے جاری ہونے سے موقوف ہوگئی اور عنقریب مکہ اور مدینہ کی راہ سے بھی یہ سواریاں موقوف ہونے والی ہیں - ہم نے تیری کتاب قرآن کی پیشگوئی ولا الضالین کو بھی بڑے زور شور سے پورے ہوتے دیکھ لیا اور ہم نے یقین کر لیا کہ درحقیقت یہی وہ فتنہ ہے جس کی آدم سے لیکر قیامت تک اسلام کی ضرر رسانی میں کوئی نظیر نہیں - اسلام کی مزاحمت کے لئے یہی ایک بھاری فتنہ تھا جو ظہور میں آگیا - اب اس کے بعد قیامت تک کوئی ایسا بڑا فتنہ نہیں - اے کریم تو ایسا نہیں ہے کہ

اپنے مذہب اسلام پر دو موتیں جمع کرے ایک موت جو عظیم ابتلا تھا اور جو مسلمانوں اور اسلام کیلئے مقدر تھا وہ ظہور میں آگیا۔ اب اے ہمارے رحیم خدا ہماری روح گواہی دیتی ہے کہ جیسا کہ تونے نوح کے دنوں میں کیا کہ بہت سے آدمیوں کو ہلاک کرکے پھر تجھے رحم آیا اور تو نے توریت میں وعدہ کیا کہ میں پھر اس طرح انسانوں کو طوفان سے ہلاک نہیں کروں گا پس دیکھ اے ہمارے خدا کہ اس امت پر یہ طوفان نوح کے دنوں سے کچھ کم نہیں آیا۔ لاکھوں جانیں ہلاک ہوگئیں اور تیرے نبی کریم کی عزت ایک ناپاک کیچڑ میں پھینک دی گئی۔ پس کیا اس طوفان کے بعد اس امت پر کوئی اور بھی طوفان ہے یا کوئی اور بھی دجال ہے+ جس کے خوف سے ہماری جانیں گداز ہوتی رہیں۔ تیری رحمت بشارات دیتی ہے کہ "کوئی نہیں" کیونکہ تو وہ نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر دو موتیں جمع کرے مگر ایک موت جو واقع ہوچکی اب اس ایک دفعہ کے قتل کے بعد اس خوبصورت جوان کے قتل پر کوئی دجال قیامت تک قادر نہیں ہوگا۔ یاد رکھو اس پیشگوئی کو! اے لوگو خوب یاد رکھو کہ یہ خوبصورت پہلوان کہ جوجوانی کی تمام قوتوں سے بھرا ہوا ہے یعنے اسلام یہ صرف ایک ہی دفعہ دجال کے ہاتھ سے قتل ہونا تھا سو جیساکہ مقدر تھا یہ مشرقی زمین میں قتل ہوگیا اور نہایت بیدردی سے اس کے جسم کو چاک کیا گیا اور پھر دجال نے یعنے اس کی عمر کے خاتمہ نے چاہا کہ یہ جوان زندہ ہو چنانچہ اب وہ خدا کے مسیح کے ذریعہ سے زندہ ہوگیا اور اب سے اپنی تمام طاقتوں میں دوبارہ بھرا جائے گا اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جائے گا ولا ترد علیہ موتۃ الا موتتہ الاولی۔ واذا ھلک الدجال فلا دجال بعدہ الی یوم القیامۃ امر من لدن حکیم علیم و نباء من عند ربنا الکریم و بشارۃ من اللہ الرؤف الرحیم۔ لا یاتی بعد ھذا الا نصر من اللہ و فتح عظیم۔ اے قادر خدا تیری شان کیا ہی بلند ہے تونے اپنے بندہ کے ہاتھ پر کیسے کیسے بزرگ نشان دکھلائے۔ جو کچھ تیرے ہاتھ نے جمالی رنگ میں آتھم کے ساتھ کیا اور پھر جلالی رنگ میں لیکھرام کے ساتھ کیا یہ چمکتے ہوئے نشان عیسائیوں میں کہاں ہیں اور کس ملک میں ہیں کوئی دکھلاوے۔ اے قادر خدا جیسا تونے اپنے اس بندہ کو کہا کہ میں ہر میدان میں تیرے ساتھ ہوں گا اور ہر ایک مقابلہ میں روح القدس سے میں تیری مدد کرونگا۔ آج عیسائیوں میں ایسا شخص کون ہے جسپر اس طور سے غیب اور اعجاز کے دروازے کھولے گئے ہوں۔ اس لئے ہم جانتے ہیں اور بچشم خود دیکھتے ہیں کہ تیرا وہی رسول فضل اور سچائی لیکر آیا ہے جس کا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے حضرت عیسیٰ کی نبوت کو بھی اسی کے وجود سے رنگ اور رونق ہے ورنہ حضرت مسیح کی نبوت پر اگر گذشتہ قصوں کو الگ کرکے کوئی زندہ ثبوت مانگا جائے تو ایک ذرہ کے برابر بھی ثبوت نہیں مل سکتا اور قصے تو ہر ایک قوم کے پاس ہیں کیا ہندوؤں کے پاس نہیں ہیں؟

اور منجملہ اُن دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ ذاتی نشانیاں ہیں جو مسیح موعود کی نسبت بیان فرمائی گئی ہیں اور اُن میں سے ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ مسیح موعود کے لئے ضروری ہے کہ وہ آخری زمانہ میں پیدا ہو جیساکہ یہ حدیث ہے یکون فی آخر الزمان عند تظاھر من الفتن و انقطاع من الزمن۔ اور اس بات کے ثبوت کے لئے کہ درحقیقت یہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح ظاہر ہو جانا چاہیئے دو طور کے دلائل موجود ہیں۔ (۱) اول وہ آیات قرآنیہ اور آثار نبویہ جو قیامت کے قرب پر دلالت کرتے ہیں

+ دجال کے لفظ کی نسبت ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں کہ اس سے وہ خونی شخص مراد نہیں ہے جس کی مسلمانوں کو انتظار ہے بلکہ اس سے صرف ایک فرقہ مراد ہے جو کتابوں کی تحریف اور تبدیل کرکے سچائی کو دفن کرتا ہے اور دجال کے قتل کرنے سے صرف یہ مراد ہے کہ ان کو دلائل کے ساتھ مغلوب کیا جائے۔ اور مسیح ابن مریم جو خطرناک بیماروں کو جو بوجہ شدت غشی مردوں کی طرح تھے زندہ کرتا تھا اس زمانہ میں اُس کے نمونہ پر مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ اسلام کو زندہ کرے جیساکہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے کہ یقیم الشریعۃ ویحیی الدین۔ منہ

اور پورے ہو گئے ہیں جیسا کہ خسوف کسوف کا ایک ہی مہینہ میں یعنے رمضان میں ہونا جس کی تصریح آیت وجمع الشمس والقمر میں کی گئی ہے اور اونٹوں کی سواری کا موقوف ہو جانا جس کی تشریح آیت واذا العشار عطلت سے ظاہر ہے اور ملک میں نہروں کا بکثرت نکلنا جیسا کہ آیت و اذا البحار فجرت سے ظاہر ہے اور ستاروں کا متواتر ٹوٹنا جیسا کہ آیت و اذا الکواکب انتثرت سے ظاہر ہے۔ اور قحط پڑنا اور وبا پڑنا اور امساک باراں ہونا جیسا کہ آیت و اذا السماء انفطرت سے منکشف ہے✠ اور سخت قسم کا کسوف شمس واقع ہونا جس سے تاریکی پھیل جائے جیسا کہ آیت اذا الشمس کوّرت سے ظاہر ہے اور پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اٹھا دینا جیسا کہ آیت واذا الجبال سیرت سے سمجھا جاتا ہے۔ اور جو لوگ وحشی اور اراذل اور اسلامی شرافت سے بے بہرہ ہیں ان کا اقبال چمک اٹھنا جیسا کہ آیت و اذا الوحوش حشرت سے مترشح ہو رہا ہے✠۔ اور تمام دنیا میں تعلقات اور ملاقاتوں کا سلسلہ گرم ہو جانا اور سفر کے ذریعہ سے ایک کا دوسرے کو ملنا سہل ہو جانا جیسا کہ بدیہی طور پر آیت و اذا النفوس زوجت سے سمجھا جاتا ہے اور کتابوں اور رسالوں اور خطوط کا ملکوں میں شایع ہو جانا جیسا کہ آیت و اذا الصحف نشرت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور علماء کی باطنی حالت کا جو نجوم اسلام ہیں مکدر ہو جانا جیسا کہ واذا النجوم انکدرت سے صاف معلوم ہوتا ہے اور بدعتوں اور ضلالتوں اور ہر قسم کے فسق و فجور کا پھیل جانا جیسا کہ آیت و اذا السماء انشقت سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ تمام علامتیں قرب قیامت کی ظاہر ہو چکی ہیں اور دنیا پر ایک انقلاب عظیم آگیا ہے اور جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہے جیسا کہ آیت اقتربت الساعة و انشق القمر سے سمجھا جاتا ہے تو پھر یہ زمانہ جس پر تیرہ سو ۱۳۰۰ برس اور گذر گیا اس کے آخری زمانہ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ اور علاوہ نصوص صریحہ

✠ قرآن شریف میں سما کا لفظ نہ صرف آسمان پر ہی بولا جاتا ہے جیسا کہ عوام کا خیال ہے بلکہ کئی معنوں پر سما کا لفظ قرآن شریف میں آیا ہے چنانچہ مینہ کا نام بھی قرآن شریف میں سما ہے اور اہل عرب مینہ کو سما کہتے ہیں اور کتب تعبیر میں سما سے مراد بادشاہ بھی ہوتا ہے اور آسمان کے پھٹنے سے بدعتیں اور ضلالتیں اور ہر ایک قسم کا جور اور ظلم مراد لیا جاتا ہے اور نیز ہر قسم کے فتنوں کا ظہور مراد لیا جاتا ہے کتاب تعطیر الانام میں لکھا ہے کہ فان رای ان السماء انشقت دل علی البدعة والضلالة دیکھو صفحہ ۳۰ تعطیر الانام - منہ ✠

✠ ہم اس سے پہلے ابو الدرداء کی روایت سے لکھ چکے ہیں کہ قرآن ذو الوجوہ ہے اور جس شخص نے قرآن شریف کی آیات کو ایک ہی پہلو پر محدود کر دیا اس نے قرآن کو نہیں سمجھا اور نہ اس کو کتاب اللہ کا تفقہ حاصل ہوا اور اس سے بڑھکر کوئی جاہل نہیں ہاں ممکن ہے کہ ان آیات میں سے بعض قیامت سے ہی تعلق رکھتے ہوں مگر اول مصداق ان آیات کا یہی دنیا ہے کیونکہ یہ آخری زمانہ کی نشانیاں ہیں اور جب دنیا کا سلسلہ ہی لپیٹا گیا تو پھر کس بات کی یہ نشانیاں ہوں گی۔ غالباً اسلام میں ایسے جاہل بھی ہوں گے جو اس راز کو نہیں سمجھے ہوں گے۔ اور خدا تعالےٰ کی پیشگوئیاں جن سے ایمان قوی ہوتا ہے ان کی نظر میں تمام وہ امور بعد الدنیا ہیں۔ یہ تمام قرآنی پیشگویاں پہلی کتابوں میں مسیح موعود کے وقت کی نشانیاں ٹھہرائی گئی ہیں دیکھو دانی ایل باب نمبر ۱۲ - منہ ✠

قرآن شریف اور احادیث کے تمام اکابر اہل کشوف کا اسپر اتفاق ہے کہ چودھویں صدی وہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود ظاہر ہوگا ہزارہا اہل اللہ کے دل اسی طرف مائل رہے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ غایت کار چودھویں صدی ہے اس سے بڑھکر ہرگز نہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خان نے بھی اپنی کتاب حجج الکرامہ میں اس بات کو لکھا ہے۔ اور پھر ما سوا اس کے سورہ مرسلات میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی حدبست ہو جائے یعنے سلسلہ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔ یعنے وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائے گی یعنے آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاء و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا۔ یہ آیت بھی اس بات پر نص صریح ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا کیونکہ اگر بھلا مسیح ہی دوبارہ آجائے تو وہ افادہ تعیین عدد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک رسول ہے جو فوت ہو چکا ہے اور اس جگہ خلفاء سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے اور اگر یہ سوال ہو کہ اُقِّتَتْ کے یہ معنے یعنے معین کرنا اس عدد کا جو ارادہ کیا گیا ہے کہاں سے معلوم ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتب لغت لسان العرب وغیرہ میں لکھا ہے کہ قد یجیٔ التوقیت بمعنی تبیین الحد والعدد والمقدار کما جاء فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ لم یقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر حدًّا ای لم یقدّر ولم یحدّہ بعدد مخصوص۔ یعنے لفظ توقیت جس سے اقّتت نکلا ہے کبھی حد اور شمار اور مقدار کے بیان کرنے کے لئے آتا ہے جیساکہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمر کی کچھ توقیت نہیں کی یعنے خمر کی حد کی کوئی تعداد اور مقدار بیان نہیں کی اور تعیین عدد بیان نہیں فرمائی۔ پس یہی معنے آیت وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ کے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے اور یہ صاف بات ہے کہ جب ایک سلسلہ کا آخر ظاہر ہو جاتا ہے تو عند العقل اس سلسلہ کی پیمایش ہو جاتی ہے اور جب تک کوئی خط ممتد کسی نقطہ پر ختم نہ ہو ایسے خط کی پیمایش ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ اس کی دوسری طرف غیر معلوم اور غیر معین ہے۔ پس اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور سے دونوں طرف سلسلہ خلافت محمدیہ کے معین اور مشخص ہو جائیں گے گویا یوں فرماتا ہے وَاِذَا الخلفاء بُیّن تعدادہم وحدد عددہم بخلیفۃ ھو آخر الخلفاء الذی ھو المسیح الموعود فان آخر کل شیٔ یبین مقدار ذالک الشیٔ و تعدادہ فہذا ھو معنی وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔

اور دوسری دلیل زمانہ کے آخری ہونے پر یہ ہے کہ قرآن شریف کی سورۂ عصر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم پر واقع ہے یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے اور ایسا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آدم سے لیکر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے + لہذا آخر ہزار ششم وہ آخری حصہ اس دنیا کا ہوا جس سے ہر ایک جسمانی اور روحانی تکمیل وابستہ ہے

+ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمر

کیونکہ خدائی کارخانہ قدرت میں چھٹے دن اور چھٹے ہزار کو الہی فعل کی تکمیل کے لئے قدیم سے مقرر فرمایا گیا ہے

دنیا سات ہزار سال ہے۔ اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی راہ میں ایک مسلمان کی حاجت براری کرے اس کے لئے عمر دنیا کے اندازہ پر دن کو روزہ رکھنا اور رات کو عبادت کرنا لکھا جاتا ہے اور عمر دنیا سات ہزار سال ہے۔ دیکھو تاریخ ابن عساکر اور نیز وہی مولف انس سے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ عمر دنیا آخرت کے دنوں میں سے سات دن یعنے حسب منطوق ان یوماً عند ربك كالف سنة مما تعدون سات ہزار سال ہے۔ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تمہارا ہزار سال خدا کا ایک دن ہے۔ ایسا ہی طبرانی نے اور نیز بیہقی نے دلائل میں اور شبلی نے روض اُنف میں عمر دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال روایت کی ہے۔ ایسا ہی بطریق صحیح ابن عباس سے منقول ہے کہ دنیا سات دن ہیں اور ہر ایک دن ہزار سال کا ہے اور بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر ہزار ہفتم میں ہے مگر یہ حدیث دو پہلو سے مورد اعتراض ہے جس کا دفع کرنا ضروری ہے اول یہ کہ اس حدیث کو بعض دوسری حدیثوں سے تناقض ہے کیونکہ دوسری احادیث میں یوں لکھا ہے کہ بعثت نبوی آخر ہزار ششم میں ہے اور اس حدیث میں ہے کہ ہزار ہفتم میں ہے پس یہ تناقض تطبیق کو چاہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امر واقعی اور صحیح یہی ہے کہ بعثت نبوی ہزار ششم کے آخر میں ہے جیسا کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بالاتفاق گواہی دے رہی ہیں۔ لیکن چونکہ آخر صدی کا یا مثلاً آخر ہزار کا اُس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے جو اس کے بعد شروع ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے اس لئے یہ محاورہ ہر ایک قوم کا ہے کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصے کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم میں ہے دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ فلاں مجدد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا تھا گو وہ گیارھویں صدی کے اخیر پر ظاہر ہوا ہو یعنے گیارھویں صدی کے چند سال رہتے اُس نے ظہور کیا ہو اور پھر بسا اوقات بباعث تسامح کلام یا قصور فہم راویوں کی وجہ سے یا بوجہ عدم ضبط کلمات نبوۃ اور ذہول کے جو لازم نشاء بشریت ہے کسی قدر اور ہی تغیر ہو جاتا ہے۔ سو اس قسم کا تعارض قابل التفات نہیں بلکہ درحقیقت یہ کچھ تعارض ہی نہیں یہ سب باتیں عادت اور محاورہ میں داخل ہیں کوئی عقلمند اس کو تعارض نہیں سمجھے گا۔ (۲) دوسرا پہلو جس کے رو سے اعتراض ہوتا ہے یہ ہے کہ بموجب اس حساب کے جو یہود اور نصاریٰ میں محفوظ اور متواتر چلا آتا ہے جس کی شہادت اعجازی طور پر کلام معجز نظام قرآن شریف میں بکمال لطافت بیان موجود ہے جیسا کہ ہم نے متن میں مفصل بیان کر دیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کے رو سے ۴۷۳۹ برس بعد مبعوث ہوئے ہیں اور شمسی حساب کے رو سے ۴۵۹۸ برس بعد آدم صفی اللہ حضرت نبینا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار پنجم میں یعنے الف خامس میں ظہور فرما ہوئے نہ کہ ہزار ششم میں اور یہ حساب بہت صحیح ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ کے علماء کا تواتر اسی پر ہے اور قرآن شریف اس کا مصدق ہے اور کئی اور وجوہ اور دلائل عقلیہ جن کی تفصیل موجب تطویل ہے قطعی طور پر اس بات پر جزم کرتی ہیں کہ مابین

مثلاً حضرت آدم علیہ السلام چھٹے دن میں یعنے بروز جمعہ دن کے اخیر حصے میں پیدا ہوئے یعنے آپ کے وجود کا تام و کمال پیرایہ چھٹے دن ظاہر ہوا گو خمیر آدم کا آہستہ آہستہ طیار ہو رہا تھا اور تمام جمادی نباتی حیوانی پیدایشوں کے ساتھ بھی شریک تھا۔ لیکن کمال خلقت کا دن چھٹا دن تھا۔ اور قرآن شریف بھی گو آہستہ آہستہ پہلے سے نازل ہو رہا تھا مگر اس کا کامل وجود بھی چھٹے دن ہی بروز جمعہ اپنے کمال کو پہونچا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور انسانی نطفہ بھی اپنے تغیرات کے چھٹے مرتبہ ہی خلقت بشری سے پورا حصہ پاتا ہے جس کی طرف آیت ثم انشاناہ خلقا آخر میں اشارہ ہے اور مراتب ستہ یہ ہیں (۱) نطفہ (۲) علقہ (۳) مضغہ (۴) عظام (۵) لحم محیط العظام (۶) خلق آخر۔ اس قانون قدرت سے جو روز ششم اور مرتبہ ششم کی نسبت معلوم ہو چکا ہے ماننا پڑتا ہے کہ دنیا کی عمر کا ہزار ششم بھی یعنے اس کا آخری حصہ بھی جس میں ہم ہیں کسی آدم کے پیدا ہونے کا وقت اور کسی دینی تکمیل کے ظہور کا زمانہ ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کا یہ الہام کہ:۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم اور یہ الہام کہ لیظہرہ علی الدین کلہ اسپر دلالت کر رہا ہے۔ اور یاد رہے کہ اگرچہ قرآن شریف کے ظاہر الفاظ میں عمر دنیا کی نسبت کچھ ذکر نہیں۔ لیکن قرآن میں بہت سے ایسے اشارات بھرے پڑے ہیں جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمر دنیا یعنے دور آدم کا زمانہ سات ہزار سال ہے۔ چنانچہ منجملہ اُن اشارات قرآنی کے ایک یہ بھی ہے کہ خدا تعالےٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنے تیئیس [۲۳] برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت گذشتہ

بقیہ حاشیہ۔ سیدنا محمد مصطفےٰ اور آدم صفی اللہ میں یہی فاصلہ ہے اس سے زیادہ نہیں گو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کی تاریخ لاکھوں برس ہوں یا کروڑہا برس ہوں جس کا علم خدا تعالےٰ کے پاس ہے لیکن ہمارے ابوالنوع آدم صفی اللہ کی پیدایش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک یہی مدت گذری تھی یعنے ۴۷۳۹ برس بحساب قمری اور ۴۵۹۸ برس بحساب شمسی اور جبکہ قرآن اور حدیث اور تواتر اہل کتاب سے یہی مدت ثابت ہوتی ہے تو یہ بات بدیہی البطلان ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ششم کے آخر پر مبعوث ہوئے تھے کیونکہ اگر وہ آخر ہزار ششم تہا تو اب تیرہ سو سترہ اور اس کے ساتھ ملاکر سات ہزار تین سو سترہ ہوں گے حالانکہ بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے عمر دنیا کل سات ہزار برس قرار پایا تہا تو گویا اب ہم دنیا کے باہر زندگی بسر کر رہے ہیں اور گویا اب دنیا کو ختم ہوئے تین سو سترہ برس گذر گئے یہ کس قدر لغو اور بیہودہ خیال ہے جس کی طرف ہمارے علما نے کبھی توجہ نہیں کی ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ احادیث صحیحہ متواترہ کے رو سے عمر دنیا یعنے حضرت آدم سے لیکر اخیر تک سات ہزار برس قرار پائی تہی اور قرآن شریف میں بھی آیت ان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا اور اہل کتاب یہود اور نصارا کا بھی یہی مذہب ہوا اور خدا تعالےٰ کا سات دن مقرر کرنا اور اُنکے متعلق سات ستارے مقرر کرنا اور سات آسمان اور سات زمین کے طبقے جنکو ہفت اقلیم کہتے ہیں قرار دینا یہ سب اسی طرف اشارات

زمانہ کے ساتھ ملا کر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روز وفات تک قمری حساب

بقیہ حاشیہ۔ ہیں۔ تو پھر وہ کونسا حساب ہے جس کے رو سے آنحضرت صلعم کے زمانہ کو الف سادس یعنے ہزار ششم قرار دیا جائے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو آج کی تاریخ تک تیرہ سو سترہ برس اور چھ مہینے اوپر گذر گئے تو پھر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ چھٹا ہزار تھا تو یہ ہمارا زمانہ کہ جو تیرہ سو برس بعد آیا دنیا کی عمر کے اندر کیونکر رہ سکتا ہے ذرہ چھ ہزار اور تیرہ سو برس کی میزان تو کرو۔ غرض یہ اعتراض ہے جو اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں لکھا ہے کہ عمر دنیا کی سات ہزار برس ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر ہزار ششم میں مبعوث ہوئے۔ اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کا ایک بعثت ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت ہیں اور اسپر نص قطعی آیت کریمہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنے مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہوں گے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور ہدایت پائیں گے پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعثت ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا اور اس تقریر سے یہ بات بپایۂ ثبوت پہونچ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعثت ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ غرض جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہوئے تو جو بعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے اس سے بعث دوم مراد ہے جو نص قطعی آیت کریمہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار کر رہے ہیں۔ مگر قرآن شریف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے اور حاصل اس آیت کریمہ یعنے و آخرین منھم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزار پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنے ہیں کہ جب ہزار ششم آئے گا اور مہدی موعود اس کے آخر میں ظاہر ہوگا تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدایت ہوگی لیکن در اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نئے سرے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کریگی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مبعوث ہو کر دنیا میں آگئے ہیں یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ پس یہ خبر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دوم کے متعلق ہے جس کے ساتھ

سے ہیں✝ ۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم الف خامس میں جو مریخ کی طرف منسوب ہے مبعوث ہوئے ہیں اور شمسی حساب سے یہ مدت ۴۵۹۸ ہوتی ہے اور عیسائیوں کے حساب سے جس پر تمام مدار بائبل کا رکھا گیا ہے ۴۶۳۶ برس ہیں یعنے حضرت آدم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بنوت کے اخیر زمانہ تک ۴۶۳۶ برس ہوتے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ قرآنی حساب میں جو سورۃ العصر کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے اور عیسائیوں کی بائبل کے حساب میں جس کے رو سے بائبل کے حاشیہ پر جا بجا تاریخیں لکھتے ہیں صرف اٹھتیس ۳۸ برس کا فرق ہے ۔ اور یہ قرآن شریف کے علمی معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس پر تمام افراد امت محمدیہ میں سے خاص مجھکو جو میں مہدی آخرالزمان ہوں اطلاع دی گئی ہے تا قرآن کا یہ علمی معجزہ اور نیز اس سے اپنے دعوے کا ثبوت لوگوں پر ظاہر کروں ۔ اور ان دونوں حسابوں کے رو سے آنحضرت صلی اللہ

بقیہ حاشیہ ۔ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا اسی حدیث سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے اور بعض علماء کا اس جگہ یہ تاویل کرنا کہ عمر دنیا سے مراد گذشتہ عمر ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ تمام حدیثیں بہ حیثیت پیشگوئی کرنے کے ہیں اور حدیث ہفت پایۂ ممبر خواب میں دیکھنے کی بھی اسی کی موید ہے اور اس بارے میں جو عقیدہ مقبولۃ الاجماع یہود و نصاریٰ ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور گذشتہ نبیوں کے سلسلہ پر نظر کرنے سے یہی تخمینہ قیاساً سمجھہ میں آتا ہے ۔ اور یہ کہنا کہ آیندہ کی تو خدا نے کسی کو خبر نہیں دی کہ کب قیامت آئے گی ۔ یہ بیشک صحیح ہے مگر عمر دنیا کی سات ہزار برس قرار دینے سے اس امر کے بارے میں کہ کس گھڑی قیامت برپا ہوگی کوئی دلیل قطعی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ سات ہزار کے لفظ سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ ضرور سات ہزار برس پورا کر کے قیامت آجائیگی ۔ وجہ یہ کہ اول تو یہ امر مشتبہ رہے گا کہ اس جگہ خدا تعالےٰ نے سات ہزار سے شمسی حساب کی مدت مراد لی ہے یا قمری حساب کی اور شمسی حساب سے اگر سات ہزار سال ہو تو قمری حساب سے قریباً دو سو برس اور اوپر چاہیے اور ماسوا اس کے چونکہ عرب کی عادت میں یہ داخل ہے کہ وہ کسور کو حساب سے ساقط رکھتے ہیں اور مخل مطلب نہیں سمجھتے اس لئے ممکن ہے کہ سات ہزار سے اسقدر زیادہ بھی ہو جائے جو آٹھ ہزار تک نہ پہونچے ۔ مثلاً دو تین سو برس اور زیادہ ہو جائیں تو اس صورت میں باوجود بیان اس مدت کے وہ خاص ساعت تو مخفی کی مخفی ہی رہی اور یہ مدت بطور ایک علامت کے ہوئی جیساکہ انسان کی موت کی گھڑی جو قیامت صغریٰ ہے مخفی ہے مگر یہ علامت ظاہر ہے کہ ایکسو بیس برس تک انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور پیرانہ سالی بھی اس کی موت کی ایک علامت ہے ایسا ہی امراض مہلکہ بھی علامت موت ہیں اور نیز اسمیں کیا شک ہے کہ قرآن شریف میں قرب قیامت کی بہت سی علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں اور ایسا ہی احادیث میں بھی ۔ پس منجملہ ان کے سات ہزار سال بھی ایک علامت ہے ۔ یہ بھی یاد رہے کہ قیامت بھی کئی قسم پر منقسم ہے اور ممکن ہے کہ سات ہزار سال کے بعد کوئی قیامت صُغریٰ ہو جس سے دنیا کی ایک بڑی تبدیلی مراد ہو نہ قیامت کبریٰ ۔ منہ

✝ اس حساب کے رو سے میری پیدایش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے سو جیسا کہ آدم علیہم السلام اخیر حصہ میں پیدا ہوا ایسا ہی میری پیدایش ہوئی خدا نے منکروں کے عذروں کو...... توڑنے کے لئے یہ خوب بندوبست کیا ہے کہ مسیح موعود کے لئے چار ضروری علامتیں رکھدی ہیں (۱) ایک یہ کہ اُسکی پیدایش حضرت آدم کی پیدایش کے رنگ میں آخر ہزار ششم میں ہو ✝ (۲) دوسری یہ کہ اس کا ظہور و بروز صدی کے سر پر ہو (۳) تیسری یہ کہ اس کے دعوے کے وقت آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف ہو (۴) چوتھی یہ کہ اسکے دعوے کے وقت میں ملک میں اونٹوں کی...... جگہ ایک اور سواری دنیا میں پیدا ہو جائے ۔ اب ظاہر ہے کہ چاروں علامتیں ظہور میں آچکی ہیں چنانچہ مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا اور اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے ۔ اور صدی کے سر پر سے بھی ۱۷ سترہ برس گذر گئے اور خسوف کسوف پر بھی کئی سال گذر چکے اور اونٹوں کی جگہ ریل کی سواری بھی نکل آئی پس اب قیامت تک کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں مسیح موعود ہوں کیونکہ اب مسیح موعود کی پیدایش اور اُسکے ظہور کا وقت گذر گیا ۔ منہ

علیہ وسلم کا زمانہ جس کی خدا تعالیٰ نے سورۃ والعصر میں قسم کھائی الف خامس ہے یعنے ہزار پنجم جو مریخ کے اثر کے ماتحت ہے اور یہی سر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مفسدین کے قتل اور خونریزی کے لئے حکم فرمایا گیا جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا اور قتل کرنا چاہا اور ان کے استیصال کے درپے ہوئے اور یہی خدا تعالیٰ کے حکم اور اذن سے مریخ کا اثر ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنے یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے✣ جیسا کہ آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہوکر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنے یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔ اور اسپر نادان مولویوں نے جیسا کہ انکی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہونچاتی ہے لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی مماثلت ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا لیکن چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسیٰ سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اُس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود تھے۔ خدا تعالیٰ سے کامل ہدایت پانے کی وجہ سے جس میں کسی استاد کا انسانوں میں سے احسان نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مہدی تھے اور آپ سے دوسرے درجہ پر موسیٰ مہدی تھا جس نے خدا سے علم پاکر بنی اسرائیل کے لئے شریعت کی بنیاد ڈالی اور نیز آنحضرت اس وجہ سے بھی مہدی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کامیابیوں کی راہیں آپ پر کھول دیں اور جو لوگ مخالفوں میں سے سنگ راہ تھے ان کا استیصال کیا اور ان معنوں کے رو سے بھی آپ سے دوسرے درجہ پر حضرت موسیٰ ہی مہدی تھے کیونکہ خدا نے موسیٰ کے ہاتھ پر بنی اسرائیل کی راہ کھولدی اور فرعون وغیرہ دشمنوں سے انکو نجات دیکر منزل مقصود تک پہونچایا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ کے مہدی ہونے میں دونوں

✣ ۔ یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق ستارہ مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم منجملہ خنّس کنّس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ ماموروں کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور مواد استدلال کو بڑھاتا ہے اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمد کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر ہوکر جمالی رنگ کے مشابہ ہوگئی ہے

معنوں کے رو سے مماثلت تھی یعنے ان دونوں پاک نبیوں کے لئے کامیابی کی راہ بھی دشمنوں کے استیصال سے کھولی گئی اور خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت کی تمام راہیں سمجھائی گئیں اور قرون اولےٰ کو کالعدم کرکے دونوں شریعتوں کی نئی بنیاد ڈالی گئی اور نئے سرے تمام عمارت بنائی گئی لیکن کامل اور حقیقی مہدی دنیا میں صرف ایک ہی آیا ہے جس نے بغیر اپنے رب کے کسی استاد سے ایک حرف نہیں پڑھا مگر بہر حال چونکہ قرون اولے کے ہلاک کے بعد جن کا مفصل علم ہمیں دیا نہیں گیا شریعت کی بنیاد ڈالنے والا اور خدا سے علم پاکر ہدایت یافتہ موسیٰ تھا جس نے حتی الوسع غیر معبودوں کا نقش مٹایا اور دین پر حملہ کرنے والوں کو ہلاک کیا اور اپنی قوم کو امن بخشا اس لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گو موسیٰ کی نسبت ہر ایک پہلو سے مہدی کامل ہے لیکن وہ موسیٰ کی زمانی سبقت کی وجہ سے موسیٰ کا مثیل کہلاتا ہے کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰ نے مخالفین کو ہلاک کرکے اور خدا سے ہدایت پاکر ایک بھاری شریعت کی بنیاد ڈالی اور خدا نے موسیٰ کی راہ کو ایسا صاف کیا کہ کوئی اس کے مقابل ٹھہر نہ سکا اور نیز ایک لمبا سلسلہ خلفاء کا اس کو عطا کیا۔ یہی رنگ اور یہی صورت اور اسی سلسلہ کے مشابہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ پس موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مماثلت عظمیٰ ہے اور اس مماثلت میں عجیب تر یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس وقت نئی شریعت ملی جبکہ پہلی شریعت یہود کی بباعث طرح طرح کی ملونی کے جو ان کے عقائد میں داخل ہوگئی اور نیز بباعث تحریف تبدیل کے بکلی تباہ ہو چکی تھی اور توحید اور خدا پرستی کی جگہ شرک اور دنیا پرستی نے لی تھی۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ سے کھلی کھلی مماثلت ہے اور دونوں نبی یعنے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ دونوں معنوں کے رو سے مہدی ہیں یعنے اس رو سے بھی مہدی کہ خدا سے ان کو نئی شریعت ملی اور نئی ہدایت عطا کی گئی اس وقت میں جبکہ پہلی ہدایتیں اپنی اصلیت پر باقی نہیں رہی تھیں۔ اور اس رو سے بھی مہدی ہیں کہ خدا نے دشمنوں کا قلع قمع کر کے کامیابی کی راہوں کی ان کو ہدایت کی اور فتح اور اقبال کی راہیں انپر کھول دیں۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسےٰ سے بھی دو مشابہتیں رکھتے ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ مسیح کی طرح مکہ میں مخالفوں کے حملوں سے بچائے گئے اور مخالف قتل کے ارادہ میں ناکام رہے (۲) دوسرے یہ کہ آپ کی زندگی زاہدانہ تھی اور آپ بکلی خدا کی طرف منقطع تھے اور آپ کی تمام خوشی اور قرۃ عین صلوۃ اور عبادۃ میں تھی اور ان دونوں صفات کی وجہ سے آپ کا نام احمدؐ تھا یعنے خدا کا سچا پرستار اور اس کے فضل اور رحم کا شکر گذار۔ اور یہ نام اپنی حقیقت کے رو سے یسوع کے نام کا مترادف ہے اور اس کے یہی معنے ہیں کہ دشمنوں کے حملہ سے اور نیز نفس کے حملہ سے نجات دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتی ہے اور مدنی زندگی حضرت موسیٰ سے مشابہ ہے اور چونکہ تکمیل ہدایت کے لئے آپ نے دو بروزوں میں ظہور فرمایا تھا ایک بروز موسوی اور دوسرے بروز عیسوی۔ اور اسی غرض کے لئے ان دونوں ہدایتوں توریت اور انجیل کا قرآن شریف جامع نازل ہوا اور ہر ایک ہدایت کی پابندی اس کے موقع اور محل پر واجب ٹھہرائی گئی اور اس طرح پر ہدایت الٰہی اپنے کمال تام کو پہونچی اس لئے تکمیل ہدایت کے بعد جو بلا واسطہ کسی بروز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے ظہور میں آئی تکمیل اشاعت ہدایت

کی ضرورت تھی اور وہ ایک ایسے زمانہ پر موقوف تھی جس میں تمام وسائل اشاعت احسن اور اکمل طور پر میسر ہوں - لہذا تکمیل اشاعت ہدایت کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو دو بروز کی حاجت پڑی (۱) ایک بروز محمدی موسوی (۲) دوسرا بروز احمدی عیسوی - بروز محمدی موسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت محمدیہ کا نام مہدی رکھا گیا - اور اہلاک ملل باطلہ کے لئے بجائے سیف کے قلم سے کام لیا گیا کیونکہ جب انسانوں نے اپنے طریق کو بدلا اور تلوار کے ساتھ حق کا مقابلہ کیا تو خدا نے بھی اپنا طریق بدلا اور تلوار کا کام قلم سے لیا کیونکہ خدا اپنے مکافات میں انسان کے قدم بقدم چلتا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم - اور بروز احمدی عیسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت احمدیہ کا نام مسیح اور عیسیٰ رکھا گیا اور جیسا کہ مسیح نے اس صلیب پر فتح پائی تھی جس کو یہودیوں نے اس کے قتل کے لئے کھڑا کیا تھا اس مسیح کا یہ کام ہے کہ اس صلیب پر فتح پاوے کہ جو اس کے بنی نوع کے ہلاک کرنے کے لئے عیسائیوں نے کھڑی کی ہے اور نیز ایک یہ بھی کام ہے کہ یہود سیرت لوگوں کے حملوں سے بچکر انکی اصلاح بھی کرے اور آخر دشمنوں کے تمام افتراؤں سے پاک ہو کر نیک نامی کے ساتھ خدا کی طرف اٹھایا جائے جیسا کہ براہین میں میری نسبت یہ الہام ہے یا عیسی انی متوفیک و رافعک الی و مطھرک من الذین کفروا و جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ - اور یہ بعث محمدی جو تکمیل اشاعت کے لئے تھا جو بروز موسوی اور عیسوی کے پیرایہ میں تھا اس کے لئے بھی خدا کی حکمت نے یہی چاہا کہ چھٹے دن میں ظہور میں آوے جیسا کہ تکمیل ہدایت چھٹے دن میں ہوئی تھی سو اس کام کے لئے ہزار ششم لیا گیا جو خدا کا چھٹا دن ہے - اس میں حکمت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں - پس خدا تعالےٰ نے چاہا کہ جیسا کہ اس نے حضور نبوی کی مشابہت حضرت آدم سے مکمل کرنے کے لئے تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن مقرر کیا یعنے روز جمعہ اور اسی دن یہ آیت نازل ہوئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے الف سادس یعنے چھٹا ہزار مقرر فرمایا جو حسب تصریح آیات قرآنی بمنزلہ روز ششم ہے -

اب میں دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ تکمیل ہدایت کے دن میں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم دنیا میں موجود تھے اور وہ روز یعنے جمعہ کا دن جو دنوں میں سے چھٹا دن تھا مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا دن تھا - جب آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی اور قرآن جو تمام آسمانی کتابوں کا آدم اور جمیع معارف صحف سابقہ کا جامع تھا اور مظہر جمیع صفات الہیہ تھا اس نے آدم کی طرح چھٹے دن یعنے جمعہ کے دن اپنے وجود باجود کو اتم اور اکمل طور پر ظاہر فرمایا - یہ تو تکمیل ہدایت کا دن تھا مگر تکمیل اشاعت کا دن اس دن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ابھی وہ وسائل پیدا نہیں ہوئے تھے جو تمام دنیا کی تعلقات کو باہم ملا دیتے اور بری اور بحری سفروں کو مسافروں کے لئے سہل کر دیتے اور دینی کتابوں کی ایک کثیر مقدار قلمبند کرنے کے لئے جو تمام دنیا کے حصہ میں آسکے آلات زود نویسی کے مہیا کر دیتے اور نہ مختلف زبانوں کا علم نوع انسان کو حاصل ہوا تھا اور نہ تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقابل پر آشکارا طور پر ایک جگہ موجود تھے اس لئے وہ حقیقی اشاعت جو اتمام حجت کے ساتھ ہر ایک قوم پر ہو سکتی ہے اور ہر ایک ملک تک پہنچ سکتی ہے نہ

اس کا وجود تھا اور نہ معمولی اشاعت کے وسائل موجود تھے۔ لہٰذا تکمیل اشاعت کے لئے ایک اور زمانہ علم الٰہی نے مقرر فرمایا جس میں کامل تبلیغ کے لئے کامل وسائل موجود تھے اور ضرور تھا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبی کام تھے لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے امتداد خلود آپ کے لئے غیر ممکن تھا کہ آپ اُس آخری زمانہ کو پاتے اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رو سے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا یا یوں کہو کہ وہی تھا اور آسمان پر ظلّی طور پر آپ کے نام کا شریک تھا اور ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ تکمیل ہدایت کا دن چھٹا دن تھا یعنے جمعہ۔ اس لئے رعایت تناسب کے لحاظ سے تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا دن ہی مقرر کیا گیا یعنے آخر الف ششم جو خدا کے نزدیک دنیا کا چھٹا دن ہے جیسا کہ اس وعدہ کی طرف آیت لیظہرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے اور اُس چھٹے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلیات احمدیہ اور محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا تا تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اُس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جائے غرض خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی چھٹے دن ہوئی تھی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت قرآنی کے لئے الف ششم مقرر کیا گیا جو بموجب نص قرآنی چھٹے دن کے حکم میں ہے اور جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن جمعہ تھا ایسا ہی ہزار ششم میں بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے جمعہ کا مفہوم مخفی ہے یعنے جیسا کہ جمعہ کا دوسرا حصہ تمام مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کرتا ہے اور متفرق ائمہ کو معطل کر کے ایک ہی امام کا تابع کر دیتا ہے اور تفرقہ کو درمیان سے اٹھا کر اجتماعی صورت مسلمانوں میں پیدا کر دیتا ہے یہی خاصیت الف ششم کے آخری حصہ میں ہے یعنے وہ بھی اجتماع کو چاہتا ہے اسی لئے لکھا ہے کہ اس وقت اسم ہادی کا پرتو ایسے زور میں ہوگا کہ بہت دور افتادہ دلوں کو بھی خدا کی طرف کھینچ لائے گا اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے کہ **و نفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعا**۔ پس یہ جمع کا لفظ اسی روحانی جمعہ کی طرف اشارہ ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث مقدر تھے۔ (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے۔ (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے اور یہ دونوں قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیاء کی مشابہت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جائے۔ اور تا دائرہ خلقت اپنے استدارت کاملہ کو پہونچ جائے۔ سو ایک تو وہ روز ششم تھا جس میں آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** نازل ہوئی اور دوسرے وہ روز ششم ہے جس کی نسبت آیت **لیظہرہ علی الدین کلہ** میں وعدہ تھا یعنے آخری حصہ ہزار ششم۔ اور اسلام میں جو روز ششم کو عید کا دن مقرر کیا گیا یعنے جمعہ یہ بھی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ ہے کہ روز ششم تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کا دن ہے۔ اسوقت کے تمام مخالف مولویوں کو ضرور یہ بات ماننی پڑے گی کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء تھے اور آپ کی شریعت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور آپ کی نسبت فرمایا گیا تھا **ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین** اور نیز آپ کو یہ خطاب عطا ہوا تھا **قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا**۔ سو اگرچہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تھیں قرآن شریف میں جمع کی گئیں لیکن مضمون آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اسپر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادی دنیا کی انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اسوقت غیر ممکن تھا بلکہ اسوقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرایع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ ہجری تک بھی اشاعت کے وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریکہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دور دور ملکوں کے گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا وہ لوگ اسلام کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اے زمین کے باشندو میں تم سب کی طرف رسول ہوں عملی طور پر اس آیت کے مطابق تمام دنیا کو ان دنوں سے پہلے ہرگز تبلیغ نہیں ہو سکی اور نہ اتمام حجت ہوا کیونکہ وسائل اشاعت موجود نہیں تھے اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی اور نیز یہ کہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اسپر موقوف تھی کہ اسلامی ہدایتیں غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت پیدا کریں اور یہ دونوں امر اسوقت غیر ممکن تھے لیکن قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ ومن بلغ یہ امید دلاتا تھا کہ ابھی اور بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تبلیغ قرآنی اُن تک نہیں پہونچی ایسا ہی آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو منھم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اُس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزون ہے مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا اور اس کے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہوں گے۔ غرض اس میں کسی کو متقدمین اور متاخرین میں سے کلام نہیں کہ اسلامی اقبال کے زمانہ کے دو حصے کیئے گئے (۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جس کی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے کہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ - (۲) دوسرے تکمیل اشاعت کا زمانہ جس کی طرف آیت لیظھرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہوگئی جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور نیز آیت یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ اسپر گواہ ہے لیکن اسوقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی اور غیر زبانوں تک دین کو پہونچانے کے لئے اور پھر اس کے دلائل سمجھانے کے لئے اور پھر ان لوگوں کی ملاقات کے لئے کوئی احسن انتظام نہ تھا اور تمام دیار بلاد کے تعلقات ایسے ایکدوسرے سے الگ تھے کہ گویا ہر ایک قوم یہی سمجھتی تھی کہ ان کے ملک کے بغیر اور کوئی ملک نہیں جیسا کہ ہندو بھی خیال کرتے تھے کہ کوہ ہمالہ کے پار اور کوئی آبادی نہیں اور نیز سفر کے ذریعے بھی سہل اور آسان نہیں تھے اور جہاز کا چلنا بھی صرف باد مشرطہ پر موقوف تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جبکہ قوموں

✤ نوٹ۔ اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منصب قائم کرتا ہے (۱) ایک کامل کتاب کو پیش کرنے والا جیسا کہ فرمایا کہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ - (۲) دوسری تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنے والا جیسا کہ فرماتا ہے لیظھرہ علی الدین کلہ اور تکمیل ہدایت کے لئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا اس لئے یہ پہلی سنت اللہ ہمیں سمجھاتی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے اور وہ ہزار ششم ہے اور علماء کرام اور تمام اکابر ملت اسلام قبول کر چکے ہیں کہ تکمیل اشاعت مسیح موعود کے ذریعہ ہوگی اور اب ثابت ہوا کہ تکمیل اشاعت ہزار ششم میں ہوگی اس لئے نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح موعود ہزار ششم میں مبعوث ہوگا۔ منہ

کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور بری اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھکر سہولت سواری کی ممکن نہیں اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے سو اسوقت حسب منطوق آیت و آخرین منہم لما یلحقوبہم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں - آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ اُن تمام قوموں کو جو زمین پر رہتے ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہونچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر میں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہیے تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے - اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت و آخرین منہم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا لیکن یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہیے تھا اس کا یہ جواب ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شے فی محلہ اس کی عادت ہے جیسا کہ اسم حکیم کے مفہوم کا مقتضا ہونا چاہیے اور نیز وہ بوجہ واحد ہونے کے وحدت کو پسند کرتا ہے اس لئے اس نے یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقت آدم کی طرح چھٹے دن کی گئی یعنے بروز جمعہ ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سے مشابہ ہو لہذا اس نے اس بعث دوم کے لئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور وسائل اشاعت بھی اسی ہزار ششم میں وسیع کئے گئے اور ہر ایک اشاعت کی راہ کھولی گئی - ہر ایک ملک کی طرف سفر آسان کئے گئے جابجا مطبع جاری ہو گئے ڈاکخانجات کا احسن انتظام ہو گیا اکثر لوگ ایکدوسرے کی زبان سے بھی واقف ہو گئے اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گذشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا اور جو کچھ ان میں سے موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا -

یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اسپر روز روشن

✽ - چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرض منصبی جو تکمیل اشاعت ہدایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا اس لئے قرآن شریف کی آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کا وعدہ دیا گیا اس وعدہ کی ضرورت اسیوجہ سے پیدا ہوئی کہ تا دوسرا فرض منصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنی تکمیل اشاعت ہدایت دین جو آپ کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہیے تھا اسوقت بباعث عدم وسائل پورا نہیں ہوا سو اس فرض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آمد ثانی سے جو بروزی رنگ میں تھی ایسے زمانہ میں پورا کیا جبکہ زمین کی تمام قوموں تک اسلام پہونچانے

کی طرح کھل جائے گا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں انصاف سے دیکھو کہ میرے دعوے کے وقت کس قدر میری سچائی پر گواہ جمع ہیں ✿ (۱) زمین پر وہ مفاسد موجود ہیں جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی قریباً بیخ کنی کردی ہے اسلام کی اندرونی حالت ایسی نازک ہو رہی ہے کہ دین مطہر ہزارہا بدعات کے نیچے دب گیا ہے۔ باراں سو برس (۱۲۰۰) میں تو صرف تہتر فرقے اسلام کے ہو گئے تھے لیکن تیرھویں صدی نے اسلام میں وہ بدعات اور نئے فرقے پیدا کئے جو بارہ سو برس میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اسلام پر بیرونی حملے اس قدر زور شور سے ہو رہے ہیں کہ وہ لوگ جو صرف حالات موجودہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور آسمانی ارادوں سے ناواقف ہیں انھوں نے رائیں ظاہر کردیں کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ ایسا عالی شان دین جس میں ایک شخص کے مرتد ہونے سے ہی شور قیامت قوم میں برپا ہوتا تھا اب لاکھوں انسان دین سے باہر ہوتے جاتے ہیں اور صدی کا سر جس کی نسبت یہ بشارت تھی کہ اس میں مفاسد موجودہ کی اصلاح کے لئے کوئی شخص امت میں سے مبعوث ہوتا رہیگا اب مفاسد تو موجود ہیں بلکہ نہایت ترقی پر مگر بقول ہمارے مخالفوں کے ایسا شخص کوئی مبعوث نہیں ہوا جو ان مفاسد کی اصلاح کرتا جو ایمان کو کھاتے جاتے ہیں اور صدی میں سے قریباً پانچواں حصہ گذر بھی گیا گویا ایسی ضرورت کے وقت میں یہ پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خطا گئی حالانکہ یہی وہ صدی تھی جس میں اسلام غریب تھا اور سراسر آسمانی تائید کا محتاج تھا اور یہی وہ صدی تھی جس کے سر پر ایسا شخص مبعوث ہونا چاہیے تھا جو عیسائی حملوں کی مدافعت کرتا اور صلیب پر فتح پاتا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ مسیح موعود ہو کر آتا اور کسر صلیب کرتا۔ سو خدا نے اس صدی پر یہ طوفان ضلالت دیکھکر اور اس قدر روحانی موتوں کا مشاہدہ کرکے کیا انتظام کیا۔ کیا کوئی شخص اس صدی کے سر پر صلیبی مفاسد کے توڑنے کے لئے پیدا ہوا اس میں کیا شک ہے کہ مرکز ضلالت ہندوستان ✤ تھا کیونکہ اس ملک میں صدہا مذاہب فاسدہ اور ہزارہا بدعات مہلکہ جن کی نظیر کسی ملک میں نہیں پیدا ہو گئے اور آزادی نے جیسا کہ بدی کیلئے راہ کھولی ایسا ہی نیکی کے لئے بھی۔ لیکن چونکہ بدی کے مواد بہت جمع ہو رہے تھے اس لئے پہلے پہل بدی کو ہی اس آزادی نے قوت دی اور زمین میں اس قدر خار و خسک پیدا ہوا کہ قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی ہر ایک عقل جو صاف اور پاک اور روح القدس سے مدد یافتہ ہے وہ سمجھ سکتی ہے کہ یہی زمانہ مسیح موعود کے پیدا ہونے کا تھا اور یہی صدی اس لائق تھی کہ اس میں وہ عیسی ابن مریم مبعوث ہوتا جو زمانہ حال کی صلیب پر فتح پاتا جو عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ گذشتہ عیسی ابن مریم نے اُس صلیب پر فتح پائی تھی جو یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔ احادیث نبویہ میں اسی فتح کو کسر صلیب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ فتنہ صلیبیہ جس مرتبہ تک پہونچ چکا ہے وہ ایک ایسا مرتبہ ہے کہ غیرت الٰہی نہیں چاہتی کہ اس سے بڑھکر اس کی ترقی ہو اسپر یہ دلیل کافی ہے کہ جس کمال سیلاب تک اسوقت یہ فتنہ موجود ہے اور جن انواع اقسام کے پہلوؤں سے اس فتنہ نے دین اسلام پر حملہ کیا ہے اور جس دلیری اور بیباکی کے ہاتھ سے عزت جناب نبوی پر اس فتنہ نے ہاتھ ڈالا ہے اور جن کامل تدبیروں سے اطفاء نور اسلام کے لئے اس فتنہ نے کام لیا ہے اس کی نظیر زمانہ کی کسی تاریخ میں موجود نہیں۔ اور جن فتنوں کے وقت میں بنی اسرائیل میں نبی اور رسول آیا کرتے تھے یا اس امت میں مجدد ظاہر ہوتے تھے وہ

✿ - منجملہ گواہوں کے ایک یہ بھی زبردست گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ثبوت ہر یک پہلو سے اس زمانہ میں پیدا ہو گئے ہیں یہانتک کہ یہ ثبوت بھی نہایت قوی اور روشن دلائل سے مل گیا کہ آپ کی قبر سری نگر علاقہ کشمیر خانیار کے محلہ میں ہے یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے صدق و کذب آزمانے کیلئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اسکو سوچو۔ منہ

✤ - اگر کوئی اپنے گھر کی چار دیوار سے چند روز کے لئے باہر جا کر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بلاد شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کا سیر کرے تو وہ اسبات کی گواہی دیگا کہ جس قدر مختلف مذاہب کا مجموعہ آجکل ہمارا یہ ملک ہو رہا ہے اور جسقدر ہر یک مذہب کے لوگ دن رات ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں اسکی نظیر کسی ملک میں موجود نہیں۔ منہ

تمام فتنے اس فتنہ کے آگے کچھ ہی چیز نہیں۔ اور یہ امر اُن امور محسوسہ بدیہیہ میں سے ہے جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اسلام کی تکذیب اور ردّ میں اس تیرھویں صدی میں بیس کروڑ کے قریب کتاب اور رسالے تالیف ہو چکے ہیں اور ہر ایک گھر میں نصرانیت داخل ہوگئی ہے تو کیا اس سو سال کے حملہ کے بعد خدا کے ایک حملہ کا وقت ابتک نہیں آیا٭ اور اگر آگیا تو اب تم آپ ہی بتلاؤ کہ صلیب پر فتح پانے کے لئے یا حسب اصطلاح قدیم صلیب کی کسر کے لئے جو اس صدی پر مجدّد آتا اس کا نام کیا چاہیے تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاسر الصلیب کا کیا نام رکھا ہے کیا کاسر الصلیب کا نام مسیح موعود اور عیسٰی بن مریم نہیں ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس صدی کے سر پر بجز مسیح موعود کے کوئی اور مجدد آسکتا؟ ٭

خاتمۂ کتاب

اس خاتمہ میں ہم ناظرین کے توجہ دلانے کے لئے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف اور خدا تعالےٰ کی پہلی کتابوں کے رو سے نہایت صفائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تین قسم کی مخلوق دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سمجھو کہ مسیح موعود آگیا یا دروازے پر ہے۔

(۱) مسیح الدجال جس کا ترجمہ ہے کہ خلیفہ ابلیس کیونکہ دجال ابلیس کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اسکا اسم اعظم ہے جس کے معنے ہیں کہ حق کو چھپانے والا اور جھوٹ کو رونق اور چمک دینے والا اور ہلاکت کی راہوں کو کھولنے والا اور زندگی کی راہوں پر پردہ ڈالنے والا اور یہی مقصود اعظم شیطان ہے اس لئے یہ اسم اس کا اسم اعظم ہے اور اس کے مقابل پر ہے مسیح اللہ الحی القیوم۔ جس کا ترجمہ ہے خدائے حيّ و قیوم کا خلیفہ۔ اللہ حيّ قیوم بالاتفاق خدا کا اسم اعظم ہے جس کے معنے ہیں روحانی اور جسمانی طور پر زندہ کرنے والا اور ہر دو قسم کی زندگی کا دائمی سہارا اور قائم بالذات اور سب کو اپنی ذاتی کشش سے قائم رکھنے والا اور اللہ جس کا ترجمہ ہے وہ معبود۔ یعنے وہ ذات جو غیر مدرک اور فوق العقول اور وراء الوریٰ اور دقیق در دقیق ہے جس کی طرف ہر ایک چیز عابدانہ رنگ میں یعنے عشق فنا کی حالت میں جو نظری فنا ہے یا حقیقی فنا کی حالتیں جو موت ہے رجوع کر رہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نظام اپنے خواص کو نہیں چھوڑتا گویا ایک حکم کا پابند ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ جو خدا تعالےٰ کا اسم اعظم ہے یعنے اللہ الحی القیوم۔ اس کے مقابل پر شیطان کا اسم اعظم الدّجال ہے اور خدا تعالےٰ نے چاہا کہ آخری زمانہ میں اس کے اسم اعظم اور شیطان کے اسم اعظم کی ایک کشتی ہو جیسا کہ پہلے ہی آدم کی پیدایش کے وقت میں ایک کشتی

٭ اس حملہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ اسلام تلوار اور بندوق سے حملہ کرے بلکہ سچی ہمدردی سب سے زیادہ تیز ہتھیار ہے عیسائیت کو دلائل سے پست کرو مگر نیک نیتی اور نوع انسان کی محبت سے اور اسوقت خدا کی غیرت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ خونریزیوں اور لڑائیوں کی بنیاد ڈالے بلکہ خدا اس وقت فقط یہ چاہتا ہے کہ انسان کی نسل پر رحم کرکے اپنے کھلے کھلے نشانوں کے ساتھ اور اپنے قوی دلائل اور اپنی قدرت نمائی کے زور بازو سے شرک اور مخلوق پرستی سے ان کو نجات دے۔ منہ

٭ ۔ ہر ایک صدی کے سر پر مجدد تو آتا ہے اور اس میں ایک حدیث موجود ہے مگر مسیح موعود کے آنے کے لئے قرآن شریف بلند آواز سے وعدہ فرما رہا ہے سورۃ فاتحہ کی یہ دعا کہ خدا سے دعا کرو کہ خدا تمہیں اُسوقت کے فتنہ سے بچاوے جبکہ خدا کے مسیح موعود کی تکفیر اور تکذیب ہوگی اور زمین پر عیسائیت کا غلبہ ہوگا صاف لفظوں میں اس موعود کی خبر دیتی ہے ایسا ہی آیت انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون صاف بتلا رہی ہے کہ جب ایک قوم پیدا ہوگی کہ اس ذکر کو دنیا سے مٹانا چاہے گی تو اس وقت خدا آسمان سے اپنے کسی فرستادہ کے ذریعہ سے اسکی حفاظت کریگا۔ منہ

ہوئی ہے۔ پس جیساکہ ایک زمانہ میں خدا نے شیطان کو ایوب پر مسلط کر دیا تھا ایسا ہی اس نے اس کشتی کے وقت اسلام پر شیطان کو مسلط کیا اور اس کو اجازت دے دی کہ اب تو اپنے تمام سواروں اور پیادوں کے ساتھ اسلام پر بیشک حملہ کر تب شیطان ✣ نے جیسا کہ اس کی عادت ہے ایک قوم کو اپنا مظہر بنایا اور اسلام پر ایک سخت حملہ کیا اور خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا اور اس کو ایک حالت فنا عطا کرکے اپنی طرف رجوع دیا تا حقیقی عبادت

✣ یہ تحقیق شدہ امر ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ در اصل دجال شیطان کا اسم اعظم ہے جو بمقابل خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کے ہے جو اللہ الحی القیوم ہے اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ نہ حقیقی طور پر دجال یہود کو کہہ سکتے ہیں نہ نصاریٰ کے پادریوں کو اور نہ کسی اور قوم کو کیونکہ یہ سب خدا کے عاجز بندے ہیں خدا نے اپنے مقابل پر ان کو کچھ اختیار نہیں دیا پس کسی طرح ان کا نام دجال نہیں ہو سکتا ہاں شیطان کے اس اسم کے لئے مظاہر ہیں کہ جب سے دنیا شروع ہوئی اس وقت سے وہ مظاہر بھی چلے آتے ہیں اور پہلا مظہر قابیل تھا جو حضرت آدم کا پہلا بیٹا تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کی قبولیت پر حسد کیا اور اس حسد کی شامت سے ایک بے گناہ کے خون سے اپنا دامن آلودہ کر دیا اور آخری مظہر شیطان کے اسم دجال کا جو مظہر اتم اور اکمل اور خاتم المظاہر ہے وہ قوم ہے جس کا قرآن کے اول میں بھی ذکر ہے اور قرآن کے آخر میں بھی یعنے وہ ضالین کا فرقہ جس کے ذکر پر سورہ فاتحہ ختم ہوتی✣ ہے۔ اور پھر قرآن شریف کی آخری تین سورتوں میں بھی اس کا ذکر ہے یعنے سورہ اخلاص اور سورہ فلق اور سورہ ناس میں۔ صرف یہ فرق ہے کہ سورہ اخلاص میں تو اس قوم کی اعتقادی حالت کا بیان ہے جیسا کہ فرمایا قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد یعنے خدا ایک ہے اور احد ہے یعنے اُس میں کوئی ترکیب نہیں نہ کوئی اس کا بیٹا اور نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہم سر ہے۔ پس اس صورت میں تو اس قوم کے عقائد بتلائے گئے۔ پھر اس کے بعد سورہ فلق میں یہ اشارہ کیا گیا کہ یہ قوم اسلام کے لئے خطرناک ہے اور اس کے ذریعہ سے آخری زمانہ میں سخت تاریکی پھیلے گی اور اُس زمانہ میں اسلام کو ایک بڑے شر کا سامنا ہوگا اور یہ لوگ معضلات اور دقائق دین میں گرہ درگرہ دیگر مکار عورتوں کی طرح لوگوں کو دھوکہ دیں گے اور یہ تمام کاروبار محض حسد کے باعث ہوگا جیساکہ قابیل کا کاروبار حسد کے باعث تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی کا خون زمین پر گرایا مگر یہ لوگ بباعث جوش حسد سچائی کا خون کریں گے۔ غرض سورہ قل ھو اللہ احد میں ان لوگوں کے عقائد کا بیان ہے اور سورہ فلق میں ان لوگوں کے اُن اعمال کی تشریح ہے جو قوت اور طاقت کے وقت اُن سے ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ دونوں سورتوں کو بالمقابل رکھنے سے صاف سمجھ آتا ہے کہ پہلی سورۃ یعنے سورۃ اخلاص میں قوم نصاریٰ کے اعتقادی حالات کا بیان ہے اور دوسری سورۃ میں عملی حالات کا ذکر ہے اور سخت تاریکی سے آخری زمانہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ یہ لوگ اُس روح کے مظہر اتم ہوں گے جو خدا کی طرف سے مضل ہے اور ان دونوں سورتوں کے بالمقابل لکھنے سے جلد تر ان لطیف اشارات کا علم ہو سکتا ہے۔ مثلاً مقابل پر رکھ کر یوں پڑھو:۔

دیکھو بقیہ حاشیہ دوسرے صفحہ پر

✣ ضالین سے مراد صرف گمراہ نہیں بلکہ وہ عیسائی مراد ہیں جو افراط محبت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی شان میں غلو کرتے ہیں کیونکہ ضلالت کے یہ بھی معنے ہیں کہ افراط محبت سے ایک شخص کو ایسا اختیار کیا جائے کہ دوسرے کا عزت کے ساتھ نام سننے کی بھی برداشت نہ رہے جیساکہ اس آیت میں یہی معنے مراد ہیں کہ انک لفی ضلالک القدیم۔ اور المغضوب علیھم سے وہ علماء یہودی مراد ہیں جنہوں نے شدت عداوت کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ بھی روا نہ رکھا کہ اُنکو مومن قرار دیا جائے بلکہ کافر کہا اور واجب القتل قرار دیا اور مغضوب علیہ وہ شدید الغضب انسان ہوتا ہے جس کے غضب کے غلو پر دوسرے کو غضب آوے اور یہ دونوں لفظ باہم مقابل واقع ہیں یعنے ضالین وہ ہیں جنہوں نے افراط محبت سے حضرت عیسیٰ کو خدا بنایا اور المغضوب علیھم وہ یہودی ہیں جنہوں نے خدا کے مسیح کو افراط عداوت سے کافر قرار دیا اس لئے مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ میں ڈرایا گیا اور اشارہ کیا گیا کہ تمہیں یہ دونوں امتحان پیش آئینگے مسیح موعود آئے گا اور پہلے مسیح کی طرح

کے رنگ میں المعبود کے ساتھ اس کا تعلق ہوا اور اُس کا نام احمد رکھا کیونکہ الطف اور اعلیٰ اقسام عبادت کی حمد ہے جو صفات باری کی معرفت تامہ کو چاہتی ہے اور بغیر معرفت تامہ کے حمد تام ہو ہی نہیں سکتی اور خدا تعالیٰ کے محامد دو قسم

بقیہ حاشیہ

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد

کہہ وہ معبود حقیقی جس کی طرف سب چیزیں عبودیت تامہ کی فنا کے بعد یا تھری فنا کے بعد رجوع کرتی ہیں ایک ہے باقی سب مخلوقات دو قسم فنا میں سے کسی فنا کے نیچے ہیں اور سب چیزیں اس کی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔

لم یلد و لم یولد

وہ ایسا ہے کہ نہ تو اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔

و لم یکن لہ کفوًا احد

اور ازل سے اس کا کوئی نظیر اور مثیل نہیں یعنے وہ اپنی ذات میں نظیر اور مثیل سے پاک اور منزّہ ہے۔

قل اعوذ برب الفلق

کہہ میں پناہ مانگتا ہوں اس رب کی جس نے تمام مخلوقات پیدا کی اس طرح پر کہ ایک کو پھاڑ کر اُس میں سے دوسرا پیدا کیا یعنے بعض کو بعض کا محتاج بنایا۔ اور جو تاریکی کے بعد صبح کو پیدا کرنے والا ہے۔

من شر ما خلق۔

ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں ایسی مخلوق کی شر سے جو تمام شریروں سے شر میں بڑھی ہوئی ہے اور شرارتوں میں اسکی نظیر ابتداء دنیا سے اخیر تک اور کوئی نہیں جن کا عقیدہ امر حق لم یلد ولم یولد کے برخلاف ہے یعنے وہ خدا کے لئے ایک بیٹا تجویز کرتے ہیں۔

ومن شرّ غاسق اذا وقب ومن شرّ النفّاثات فی العقد ومن شر حاسد اذا حسد

۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں خدا تعالیٰ کی اُس زمانہ سے جبکہ تثلیث اور شرک کی تاریکی تمام دنیا پر پھیل جائے گی اور نیز اُن لوگوں کے شر سے کہ جو پھونکیں مار گرہیں دیں گے یعنے دھوکہ دہی میں جادو کا کام دکھائیں گے اور راہ راست کی معرفت کو مشکلات میں ڈال دیں گے اور نیز اس بڑے حاسد کے حسد سے پناہ مانگتا ہوں جبکہ وہ گروہ سراسر حسد کی راہ سے حق پوشی کریگا۔ یہ تمام اشارات عیسائی پادریوں کی طرف ہیں کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے جو وہ دنیا میں شر پھیلائیں گے اور دنیا کو تاریکی سے بھر دیں گے اور جادو کی طرح انکا دھوکہ ہوگا اور وہ سخت حاسد ہوں گے اور اسلام کو حسد کی راہ سے بنظر تحقیر دیکھیں گے۔ اور لفظ رب الفلق اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس تاریکی کے بعد صبح کا زمانہ آئیگا جو مسیح موعود کا زمانہ ہے۔

اس مقابلہ سے جو سورہ اخلاص سے سورہ فلق کا کیا گیا ظاہر ہے کہ ان دونوں سورتوں میں ایک ہی فرقہ کا ذکر ہے صرف یہ فرق ہے کہ سورہ اخلاص میں اس فرقہ کی اعتقادی حالت کا بیان ہے اور سورۃ الفلق میں اس فرقہ کی عملی حالت کا ذکر ہے اور اس فرقہ کا نام سورۃ الفلق میں شرّ ما خلق رکھا گیا ہے یعنے شرّ البریہ اور احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال معہود کا نام ہی شر البریہ ہے کیونکہ آدم کے وقت سے اخیر تک شر میں اُس کے برابر کوئی نہیں۔ پھر ان دونوں سورتوں کے بعد سورۃ الناس ہے اور وہ یہ ہے قل اعوذ بربّ النّاس

کے ہیں۔ (۱) ایک وہ جو اس کے ذاتی علو اور رفعت اور قدرت اور تنزہ تام کے متعلق ہیں۔ (۲) دوسرے وہ

بقیہ حاشیہ - ملک الناس الٰہ الناس من شر الوسواس الخناس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس - یعنے وہ جو انسانوں کا پروردگار اور انسانوں کا بادشاہ اور انسانوں کا خدا ہے میں وسوسہ انداز خناس کے وسوسوں سے اس کی پناہ مانگتا ہوں وہ خناس جو انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو جنوں اور آدمیوں میں سے ہے ۔ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اس خناس کی وسوسہ اندازی کا وہ زمانہ ہوگا کہ جب اسلام کیلئے زمین پر کوئی مربی اور عالم ربانی زمین پر موجود نہ ہوگا اور نہ اسلام میں کوئی حامی دین بادشاہ ہوگا - تب مسلمانوں کے لئے ہر ایک موقع پر خدا ہی پناہ ہوگا وہی خدا وہی مربی وہی بادشاہ وہیں اب واضح ہو کہ خناس شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے یعنے جب شیطان سانپ کی سیرت پر قدم مارتا ہے اور کھلے کھلے اکراہ اور جبر سے کام نہیں لیتا اور سراسر مکر اور فریب اور وسوسہ اندازی سے کام لیتا ہے اور اپنی نیش زنی کے لئے نہایت پوشیدہ راہ اختیار کرتا ہے تب اس کو خناس کہتے ہیں عبرانی میں اس کا نام نحاش ہے ۔ چنانچہ توریت کے ابتدا میں لکھا ہے کہ نحاش نے حوّا کو بہکایا اور حوّا نے اس کے بہکانے سے وہ پھل کھایا جس کا کھانا منع کیا گیا تھا تب آدم نے بھی کھایا ۔ سو اس سورۃ الناس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی نحاش آخری زمانہ میں پھر ظاہر ہوگا اسی نحاش کا دوسرا نام دجال ہے ۔ یہی تھا جو آجسے چھ ہزار برس پہلے حضرت آدم کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہوا تھا اور اسوقت یہ اپنے اس فریب میں کامیاب ہوگیا تھا اور آدم مغلوب ہوگیا تھا لیکن خدا نے چاہا کہ اسی طرح چھٹے دن کے آخری حصے میں آدم کو پھر پیدا کرکے یعنے آخر ہزار ششم میں جیسا کہ پہلے وہ چھٹے دن میں پیدا ہوا تھا نحاش کے مقابل پر اس کو کھڑا کرے اور اب کی دفعہ نحاش مغلوب ہو اور آدم غالب ۔ سو خدا نے آدم کی مانند اس عاجز کو پیدا کیا اور اس عاجز کا نام آدم رکھا جیسا کہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم - اور نیز یہ الہام خلق آدم فاکرمہ اور نیز یہ الہام کہ: یا آدم اسکن انت و زوجک الجنۃ - اور آدم کی نسبت توریت کے پہلے باب میں یہ آیت ہے ۔ تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں - دیکھو توریت باب اول آیت ۲۶ - اور پھر کتاب دانی ایل باب نمبر ۱۲ میں لکھا ہے - اور اسوقت میکائیل (جس کا ترجمہ ہے خدا کی مانند) وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اٹھے گا (یعنے مسیح موعود آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا) - پس میکائیل یعنے خدا کی مانند درحقیقت توریت میں آدم کا نام ہے اور حدیث نبوی میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا - پس اس سے معلوم ہوا کہ مسیح موعود آدم کے رنگ پر ظاہر ہوگا اسی وجہ سے آخر ہزار ششم اس کے لئے خاص کیا گیا کیونکہ وہ بجائے روز ششم ہے یعنے جیسا کہ روز ششم کے آخری حصے میں آدم پیدا ہوا اسی طرح ہزار ششم کے آخری حصہ میں مسیح موعود کا پیدا ہونا مقدر کیا گیا اور جیسا کہ آدم نحاش کے ساتھ آزمایا گیا جس کو عربی میں خناس کہتے ہیں جس کا دوسرا نام دجال ہے ایسا ہی اس آخری آدم کے مقابل پر نحاش پیدا کیا گیا تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے جیسا کہ حوّا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحاش اور قرآن میں خنّاس ہے لیکن اب کی دفعہ مقدر کیا گیا کہ یہ آدم اس نحاش پر غالب آئیگا

......شیطان کا قائم مقام بنکر آدم کو بھی دہوکہ دیا تب آدم نے محض حوّا کی دہوکہ دہی سے وہ پہل کہایا جسکی ممانعت تہی اسیوجہ سے حوّا خدا کے نزدیک سخت گناہ گار ٹھہری مگر آدم معذور سمجہا گیا محض ایک خفیف خطا - جیسا کہ آیت کریمہ ولم نجد لہ عزما سے ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آدم نے عمداً میرے حکم کو نہیں توڑا بلکہ اُسکو یہ خیال گذرا کہ حوّا نے جو یہ پہل کہایا اور مجہو دیا شائد اُسکو خدا کی اجازت ہوگئی ہو اُسنے ایسا کیا یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب میں حوّا کی بریت ظاہر نہیں فرمائی مگر آدم کی بریت ظاہر کی یعنی اُسکی نسبت لم نجد لہ عزما فرمایا اور حوّا کو سزا سخت دی - مرد کا محکوم بنایا اور اسکا دست نگر کردیا اور حمل کی مصیبت اور بچے جننے کا دکہہ اُسکو لگا دیا اور آدم چونکہ خدا کی صورت پر بنایا گیا تہا اس لئے شیطان اُسکے سامنے نہ آسکا اسی جگہ سے یہ بات نکلتی

جن کا اثر از قسم آلاء و نعماء مخلوق پر نمایاں ہے اور جس کو آسمان سے احمد کا نام عطا کیا جاتا ہے اول اسپر بمقتضاے اسم رحمانیت تواتر سے نزول آلاء اور نعماء ظاہری اور باطنی کا ہوتا ہے اور پھر بوجہ اس کے جو احسان موجب محبت محسن ہے اس شخص کے دل میں اس محسن حقیقی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر وہ محبت نشوونما پاتے پاتے ذاتی محبت کے درجہ تک پہونچ جاتی ہے اور پھر ذاتی محبت سے قرب حاصل ہوتا ہے اور پھر قرب سے انکشاف تمام صفات جلالیہ جمالیہ حضرت باری عزاسمہ ہو جاتا ہے پس جس طرح اللہ کا نام جامع صفات کاملہ ہے اسی طرح احمد کا نام جامع تمام معارف بنجاتا ہے اور جس طرح اللہ کا نام خدا تعالےٰ کے لئے اسم اعظم ہے اسی طرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے جس کو آسمان پر یہ نام عطا ہو اور اس سے بڑھکر انسان کے لئے اور کوئی نام نہیں کیونکہ یہ خدا کی معرفت تامہ اور خدا کے فیوض تامہ کا مظہر ہے اور جب خدا تعالےٰ کی طرف سے زمین پر ایک تجلی عظمیٰ ہوتی ہے اور وہ اپنے صفات کاملہ کے کنز مخفی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو زمین پر ایک انسان کا ظہور ہوتا ہے جس کو احمد کے نام سے آسمان پر پکارتے ہیں غرض چونکہ احمد کا نام خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے اس لئے احمد کے نام کو ہمیشہ شیطان کے مقابل پر فتح یابی ہوتی ہے اور ایسا ہی آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قویٰ کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو اور پھر اس کے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہے یعنے احمد اور اس آخری کشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصہ مقرر کیا گیا اور جیسا کہ قرآن شریف میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ ہر ایک چیز کو خدا نے چھ دن کے اندر پیدا کیا مگر اس انسان کو جسپر دائرہ مخلوق ختم ہوتا تھا چھٹے دن کے آخری حصے میں پیدا کیا اسی طرح اس آخری انسان کے لئے ہزار ششم کا آخری حصہ تجویز کیا گیا اور وہ اسوقت پیدا ہوا جبکہ قمری حساب کے رو سے صرف چند سال ہی ہزار ششم کے پورا ہونے میں باقی رہتے تھے۔ اور اس کا وہ بلوغ جو مرسلین کے لئے مقرر کیا گیا ہے یعنے چالیس سال اُسوقت ہوا جبکہ چودھویں صدی کا سر آگیا اور اس آخری خلیفہ کے لئے یہ ضروری تھا کہ آخر حصہ ہزار ششم میں آدم کی طرح پیدا ہو اور سنّ چالیس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مبعوث ہو اور نیز صدی کا سر ہو اور یہ تین شرطیں ایسی ہیں کہ اس میں کاذب اور مفتری کا دخل غیر ممکن ہے اور پھر امر چہارم ان کے ساتھ خسوف کسوف کا رمضان میں واقع ہونا ہے جو مسیح موعود کی نشانی ٹھہرائی گئی ہے۔

دوسری قسم کی مخلوق جو مسیح موعود کی نشانی ہے یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا ہے۔ توریت میں ممالک مغربیہ کی

بقیہ حاشیہ۔ غرض اب چھ ہزار برس کے اخیر پر آدم اور نحاش کا پھر مقابلہ آپڑا ہے اور اب وہ پرانا سانپ کاٹنے پر قدرت نہیں پائے گا جیسا کہ اول اس نے حوا کو کاٹا اور پھر آدم نے اس زہر سے حصہ لیا بلکہ وہ وقت آتا ہے کہ اس سانپ سے بچے کھیلیں گے اور وہ ضرر رسانی پر قادر نہیں ہوگا۔ قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورہ فاتحہ کو الضالین پر ختم کیا اور قرآن کو خناس پر۔ تا دانشمند انسان سمجھ سکے کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام ایک ہی ہیں۔ منہ

بعض قوموں کو یاجوج ماجوج قرار دیا ہے اور ان کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ٹھہرایا ہے ۔ قرآن شریف نے اس قوم کے لئے ایک نشانی یہ لکھی ہے کہ من کل حدب ینسلون یعنے ہرایک فوقیت ارضی ان کو حاصل ہو جائے گی اور ہرایک قوم پر وہ فتحیاب ہو جائیں گے ۔ دوسرے اس نشانی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ آگ کے کاموں میں ماہر ہوں گے یعنے آگ کے ذریعہ سے انکی لڑائیاں ہونگی اور آگ کے ذریعہ سے ان کے انجن چلیں گے اور آگ سے کام لینے میں وہ بڑی مہارت رکھیں گے اسی وجہ سے اُن کا نام یاجوج ماجوج ہے ۔کیونکہ اجیج آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں اور شیطان کے وجود کی بناوٹ بھی آگ سے ہے جیساکہ آیت خلقتنی من نار سے ظاہر ہے اس لئے قوم یاجوج ماجوج سے اس کو ایک فطرتی مناسبت ہے اسی وجہ سے یہی قوم اس کے اسم اعظم کی تجلی کے لئے اور اس کا مظہر اتم بننے کے لئے موزون ہے ۔لیکن خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جس کا مظہر اتم اسم احمد ہے جیساکہ ابھی بیان ہو چکا ہے ایسے وجود کو چاہتی تھی جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے اور آشتی اور محبت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلاوے ایسا ہی ستارہ مشتری کی تاثیر کا بھی یہی تقاضا تھا کہ خونریزی کے لئے تلوار نہ پکڑی جائے ایسا ہی ہزار ششم کا آخری حصہ جو جمعیت کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اور تمام تفرقوں اور نقصانوں کو درمیان سے اٹھاکر اس مجموعہ مخلوقات کو مع ان کے امام کے دکھلاتا ہے جو نظیر گذشتہ کے لحاظ سے تمام وکمال آشتی اور صلح سے بھرا ہوا ہے یہی چاہتا تھا کہ تفرقہ اور مخالفت مع اپنے لوازم کے جو جنگ و جدل ہے درمیان سے اٹھ جائے جیساکہ کتاب اللہ ظاہر کرتی ہے کہ خدا نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں پیدا کر کے اور چھٹے دن آدم کو خلعت وجود پہناکر نظام عالم کو باہم تالیف دیدی اور آدم کو مشتری کے اثر عظیم کے نیچے پیدا کیا تا آشتی اور صلح کو دنیا میں لاوے ۔ تیسری قسم مخلوق کی جو مسیح

+ آیات مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدم چھٹے دن پیدا ہوا اور وہ آیات یہ ہیں ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ۔ ثم استوی الی السماء فسوٰھن سبع سمٰوٰت وھو بکل شیء علیم ۔ واذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ ۔ قالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفک الدماء ونحن نسبح بحمدک ونقدس لک قال انی اعلم مالا تعلمون ۔ سورۃ البقر الجزو نمبر۱ ۔ یعنے خدا تعالےٰ نے جو کچھ زمین میں ہے سب پیدا کر کے اور آسمان کو بھی سات طبقے بنا کر غرض اس عالم کی پیدایش سے بکلی فراغت پاکر پھر چاہا کہ آدم کو پیدا کرے پس اس نے اس کو روز ششم یعنے جمعہ کے آخر حصہ میں پیدا کیا کیونکہ جو چیزیں از روئے نص قرآنی چھٹے دن پیدا ہوئی تھیں آدم اُن سب کے بعد میں پیدا کیا گیا ۔ اور اسپر دلیل یہ ہے کہ سورہ حم السجدہ جزو چوبیس میں اس بات کی تصریح ہے کہ خدا نے جمعرات اور جمعہ کے دن سات آسمان بنائے اور ہرایک آسمان کے ساکن کو جو اس آسمان میں رہتا تھا اس آسمان کے متعلق جو امر تھا وہ اس کو سمجھا دیا اور ورلے آسمان کو ستاروں کی قندیلوں سے سجایا اور نیز ان ستاروں کو اس لئے پیدا کیا کہ بہت سے امور حفاظت دنیا کے انپر موقوف تھے یہ اندازے اُس خدا کے باندھے ہوئے ہیں جو زبردست اور دانا ہے ۔ جن آیات کا یہ ترجمہ ہم نے لکھا ہے وہ یہ ہیں ۔ فقضٰھن سبع سمٰوٰت ۔ فی یومین و اوحیٰ فی کل سماء امرھا و زینا السماء الدنیا بمصابیح ۔ وحفظا ۔ ذالک

موعود کی نشانی ہے دابۃ الارض کا خروج ہے اور دابۃ الارض سے وہ لوگ مراد ہیں جن کی زبانوں پر خدا ہے اور دل بھی عقلی طور پر اس کے ماننے سے خوش ہوتے ہیں لیکن آسمان کی روح ان کے اندر نہیں محض دنیا کے کیڑے ہیں وہ سچ

بقیہ حاشیہ ۔ تقدیر العزیز العلیم ۔ دیکھو سورہ حم السجدہ الجزو نمبر ۲۴ ۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کو سات بنانا اور ان کے درمیانی امور کا انتظام کرنا یہ تمام امور باقیماندہ دو روز میں وقوع میں آئے یعنے جمعرات اور جمعہ میں ۔ اور پہلی آیات جن کو ابھی ہم لکھہ چکے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم کا پیدا کرنا آسمانوں کے سات طبقے بنانے کے بعد اور ہر ایک زمینی آسمانی انتظام کے بعد غرض کل مجموعہ عالم کی طیاری کے بعد ظہور میں آیا اور چونکہ یہ تمام کاروبار صرف جمعرات کو ختم نہیں ہوا بلکہ کچھہ حصہ جمعہ کا بھی اس نے لیا جیسا کہ آیت فقضٰهنّ سبع سمٰوات فی یومین سے ظاہر ہے یعنے خدا نے اس آیت میں فی یوم نہیں فرمایا بلکہ یومین فرمایا اس سے یقینی طور پر سمجھا گیا کہ جمعہ کا پہلا حصہ آسمانوں کے بنانے اور ان کے اندرونی انتظام میں صرف ہوا ۔ لہذا بنص صریح اسبات کا فیصلہ ہو گیا کہ آدم جمعہ کے آخری حصے میں پیدا کیا گیا ۔ اور اگر یہ شبہ دامنگیر ہو کہ ممکن ہے کہ آدم ساتویں دن پیدا کیا گیا ہو تو اس شبہ کو یہ آیت دور فرماتی ہے جو سورہ حدید کی چوتھی آیت ہے اور وہ یہ ہے ھو الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش دیکھو سورۃ الحدید الجزو نمبر ۲۷ ۔ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ خدا وہ ہے جس نے تمام زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا ۔ پھر عرش پر اس نے استوا کیا ۔ یعنے کل مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر کے پھر صفات عدل اور رحم کو ظہور میں لانے لگا ۔ خدا کا الوہیت کی تخت پر بیٹھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کے بنانے کے بعد ہر ایک مخلوق سے بمقتضاء عدل اور رحم اور سیاست کارروائی شروع کی یہ محاورہ اس سے لیا گیا ہے کہ جب کل اہل مقدمہ اور ارکان دولت اور لشکر باشوکت حاضر ہو جاتے ہیں اور کچہری گرم ہو جاتی ہے اور ہر ایک حقدار اپنے حق کو عدل شاہی سے مانگتا ہے اور عظمت اور جبروت کے تمام سامان مہیا ہو جاتے ہیں تب بادشاہ سب کے بعد آتا ہے اور تخت عدالت کو اپنے وجود باجود سے زینت بخشتا ہے ۔ غرض ان آیات سے ثابت ہوا کہ آدم جمعہ کے اخیر حصے میں پیدا کیا گیا کیونکہ روز ششم کے بعد سلسلہ پیدایش کا بند کیا گیا وجہ یہ کہ روز ہفتم تخت شاہی پر بیٹھنے کا دن ہے ۔ پیدایش کا یہودیوں نے ساتویں دن کو آرام کا دن رکھا ہے مگر یہ انکی غلط فہمی ہے بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب انسان ایک عظیم کام سے فراغت پا لیتا ہے تو پھر گویا اس وقت اس کے آرام کا وقت ہوتا ہے سو ایسی عبارتیں توریت میں بطور مجاز ہیں نہ یہ کہ درحقیقت خدا تعالے تھک گیا اور بوجہ خستہ درماندہ ہونے کے اس کو آرام کرنا پڑا۔

اور ان آیات کے متعلق ایک یہ بھی امر ہے کہ فرشتوں کا جناب الٰہی میں عرض کرنا کہ کیا تو ایک مفسد کو خلیفہ بنانے لگا ہے اس کے کیا معنے ہیں ۔ پس واضح ہو کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب خدا تعالے نے چھٹے دن آسمانوں کے سات طبقے بنائے اور ہر ایک آسمان کے قضاء و قدر کا انتظام فرمایا اور چھٹا دن جو ستارہ سعد اکبر کا دن ہے یعنے مشتری کا دن قریب الاختتام ہو گیا اور فرشتے جن کو حسب منطوق آیت واوحی فی کل سماء امرھا سعد نحس کا علم دیا گیا تھا اور انکو معلوم ہو چکا تھا کہ سعد اکبر مشتری ہے اور انھوں نے دیکھا

کے بلائے نہیں بولتے بلکہ کورانہ تقلید یا نفسانی اغراض ان کی زبان کھولتے ہیں۔ خدا نے دابۃ الارض ان کا نام اسی وجہ سے رکھا ہے کہ کوئی آسمانی مناسبت ان کے اندر نہیں عجب تر یہ کہ آخری زمانہ میں وہ سچے دین کی

بقیہ حاشیہ۔ کہ بظاہر اس دن کا حصہ آدم کو نہیں ملا کیونکہ دن میں سے بہت ہی تھوڑا وقت باقی ہے سو یہ خیال گذرا کہ اب پیدایش آدم کی زحل کے وقت میں ہوگی اس کی سرشت میں زحلی تاثیریں جو قہر اور عذاب وغیرہ ہے رکھی جائیں گی اس لئے اس کا وجود بڑے فتنوں کا موجب ہوگا سو بنا اعتراض کی ایک ظنی امر تھا نہ یقینی اس لئے ظنی پیرایہ میں انھوں نے انکار کیا اور عرض کیا کہ کیا تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو مفسد اور خونریز ہوگا اور خیال کیا کہ ہم زاہد اور عابد اور تقدیس کرنے والے اور ہر ایک بدی سے پاک ہیں اور نیز ہماری پیدایش مشتری کے وقت میں ہے جو سعد اکبر ہے تب انکو جواب ملا کہ انی اعلم مالا تعلمون۔ یعنے تمہیں خبر نہیں کہ میں آدم کو کس وقت بناؤں گا میں مشتری کے وقت کے اُس حصے میں اُسکو بناؤں گا جو اس دن کے تمام حصوں میں سے زیادہ مبارک ہے اور اگرچہ جمعہ کا دن سعد اکبر ہے لیکن اُس کے عصر کے وقت کی گھڑی ہر ایک اس کی گھڑی سے سعادت اور برکت میں سبقت لے گئی ہے۔ سو آدم جمعہ کی اخیر گھڑی میں بنایا گیا یعنے عصر کے وقت پیدا کیا گیا اسی وجہ سے احادیث میں ترغیب دی گئی ہے کہ جمعہ کی عصر اور مغرب کے درمیان بہت دعا کرو کہ اس میں ایک گھڑی ہے جس میں دعا قبول ہوتی ہے یہ وہی گھڑی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی اس گھڑی میں جو پیدا ہو وہ آسمان پر آدم کہلاتا ہے اور ایک بڑے سلسلہ کی اس سے بنیاد پڑتی ہے سو آدم اسی گھڑی میں پیدا کیا گیا اس لئے آدم ثانی یعنے اس عاجز کو یہی گھڑی عطا کی گئی اسی کی طرف براہین احمدیہ کے اس الہام میں اشارہ ہے کہ ینقطع آباءک و یبدء منک دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۰۔ اور یہ اتفاقات عجیبہ میں سے ہے کہ یہ عاجز نہ صرف ہزار ششم کے آخری حصہ میں پیدا ہوا جو مشتری سے وہی تعلق رکھتا ہے جو آدم کا روز ششم یعنے اس کا آخری حصہ تعلق رکھتا تھا بلکہ یہ عاجز بروز جمعہ چاند کی چودھویں تاریخ میں پیدا ہوا ہے۔ اس جگہ ایک اور بات بیان کرنے کے لائق ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ جمعہ کی آخری گھڑی جو عصر کے وقت کی ہے جس میں آدم پیدا کیا گیا کیوں ایسی مبارک ہے اور کیوں آدم کی پیدایش کے لئے وہ خاص کی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالے نے تاثیر کواکب کا نظام ایسا رکھا ہے کہ ایک ستارہ اپنے عمل کے آخری حصہ میں دوسرے ستارے کا کچھ اثر لے لیتا ہے جو اُس حصے سے ملحق ہو اور اس کے بعد میں آنے والا ہو۔ اب چونکہ عصر کے وقت سے جب آدم پیدا کیا گیا رات قریب تھی لہذا وہ وقت زحل کی تاثیر سے بھی کچھ حصہ رکھتا تھا اور مشتری سے بھی فیضیاب تھا جو جمالی رنگ کی تاثیرات اپنے اندر رکھتا ہے سو خدا نے آدم کو جمعہ کے عصر کے وقت بنایا کیونکہ اس کو منظور تھا کہ آدم کو جلال اور جمال کا جامع بناوے جیسا کہ اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ خلقت بیدی یعنے آدم کو میں نے اپنے دونوں ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کے ہاتھ انسان کی طرح نہیں ہیں۔ پس دونوں ہاتھ سے مراد جمالی اور جلالی تجلی ہے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدم کو جلالی اور جمالی تجلی کا جامع پیدا کیا گیا اور چونکہ اللہ تعالے علمی سلسلہ کو ضایع کرنا نہیں چاہتا اس لئے اس نے آدم کی پیدایش کے وقت اُن ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جن کو اس نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اور یہ ستارے فقط

گواہ ہیں خود مردہ ہیں مگر زندہ کی گواہی دیتے ہیں ۔ یہ تین چیزیں ہیں یعنے دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض جو مسیح موعود کے آنے کی علامتیں زمین پر ہیں اور ان کے سوا اور بھی زمینی علامتیں ہیں چنانچہ اونٹ

بقیہ حاشیہ ۔ زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں جیسا کہ آیت و زیّنا السماء الدنیا بمصابیح وحفظاً سے یعنے حفظاً کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے یعنے نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اُسی قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا کو ہوتا ہے جس کو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کرسکتیں انکی تاثیرات خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں ۔ پس واقعی اور صحیح امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے لہذا اُس انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر اُن ستاروں کی تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ کے اول درجہ پر تجلی گاہ اور مظہر العجائب ہیں جن کی نسبت خود خدا تعالےٰ نے حفظاً کا لفظ استعمال کیا ہے یہ لوگ جو سراپا جہالت میں غرق ہیں اِس علمی سلسلہ کو شرک میں داخل کرتے ہیں ۔ نہیں جانتے جو دنیا میں خدا تعالےٰ کا قانون قدرت یہی ہے جو کوئی چیز اس نے لغو اور بے فائدہ اور بے تاثیر پیدا نہیں کی جبکہ وہ فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے تو اب بتلاؤ کہ سماء الدنیا کو لاکھوں ستاروں سے پر کر دینا انسان کو اس سے کیا فائدہ ہے اور خدا کا یہ کہنا کہ سب چیزیں انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں ضرور ہمیں اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ ان چیزوں کے اندر خاص وہ تاثیرات ہیں جو انسانی زندگی اور انسانی تمدن پر اپنا اثر ڈالتی ہیں جیسا کہ متقدمین حکما نے لکھا ہے کہ زمین ابتدا میں بہت ناہموار تھی ۔ خدا نے ستاروں کی تاثیرات کے ساتھ اسکو درست کیا ہے اور یہ ستارے جیسا کہ یہ جاہل لوگ سمجھتے ہیں آسمان دنیا پر ہی نہیں ہیں بلکہ بعض بعض سے بڑے بڑے بعد پر واقع ہیں ۔ اسی آسمان میں مشتری نظر آتا ہے جو چھٹے آسمان پر ہے ایسا ہی زحل بھی دکھائی دیتا ہے جو ہفتم آسمان پر ہے اور اسی وجہ سے اُس کا نام زُحل ہے جو اس کا بُعد تمام ستاروں سے زیادہ ہے کیونکہ لغت میں زحل بہت دور ہونے والے کو ہی کہتے ہیں ۔ اور آسمان سے مراد وہ طبقات لطیفہ ہیں جو بعض بعض کے اپنے خواص کے ساتھ متمیز ہیں ۔ یہ کہنا ہی جہالت ہے کہ آسمان کچھ چیز نہیں کیونکہ جہانتک عالم بالا کی طرف سیر کی جائے محض خلا کا حصہ کسی جگہ نظر نہیں آئے گا ۔ پس کامل استقراء جو مجہولات کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے اول درجہ پر ہے صریح اور صاف طور پر سمجھاتا ہے کہ محض خلا کسی جگہ نہیں ہے ۔ اور جیسا کہ پہلا آدم جمالی اور جلالی رنگ میں مشتری اور زحل کی دونوں تاثیریں لیکر پیدا ہوا اسی طرح وہ آدم جو ہزار ششم کے آخر میں پیدا ہوا وہ بھی یہ دونوں تاثیریں اپنے اندر رکھتا ہے اس کے پہلے قدم پر مُردوں کا زندہ ہونا ہے اور دوسرے قدم پر زندوں کا مرنا ہے یعنے قیامت ہیں ۔ خدا نے اس کے وقت میں رحمت کی نشانیاں بھی رکھی ہیں اور قہر کی بھی تا دونوں رنگ جمالی اور جلالی ثابت ہو جائیں آخری زمانہ کی نسبت خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ آفتاب اور ماہتاب ایک ہی وقت میں تاریک ہو جائینگے زمین پر جا بجا خسف واقع ہوگا ۔ پہاڑ اڑائے جائیں گے ۔ یہ سب قہری اور جلالی نشانیاں ہیں ۔ عیسائیت

کی سواری اور باربرداری کا اکثر حصہ زمین سے موقوف ہو جانا ایک خاص علامت مسیح کے آجانے کی ہے۔ حجج الکرامہ میں ابن داطیل وغیرہ سے روایت لکھی ہے کہ مسیح عصر کے وقت آسمان پر سے نازل ہوگا اور عصر

کے غلبہ کے زمانہ کی نسبت بھی اسی قسم کے اشارات قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ اس دین کے غلبہ کے وقت آسمان پھٹ جائیں اور زمین میں بذریعہ خسف وغیرہ ہلاکتیں واقع ہوں غرض وجود آدم ثانی بھی جامع جلال وجمال ہے اور اسی وجہ سے آخر ہزار ششم میں پیدا کیا گیا اور ہزار ششم کے حساب سے دنیا کے دنوں کا یہ جمعہ ہے اور جمعہ میں سے یہ عصر کا وقت ہے جس میں یہ آدم پیدا ہوا۔ اور سورہ فاتحہ میں اس مقام کے متعلق ایک لطیف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ چونکہ سورہ فاتحہ ایک ایسی سورۃ ہے جس میں مبدء اور معاد کا ذکر ہے یعنے خدا کی ربوبیت سے لیکر یوم الدین تک سلسلہ صفات الٰہیہ کو پہونچایا ہے اس مناسبت کے لحاظ سے حکیم ازلی نے اس سورۃ کو سات آیتوں پر تقسیم کیا ہے تا دنیا کی عمر میں سات ہزار کی طرف اشارہ ہو۔ اور چھٹی آیت اس سورۃ کی اھدنا الصراط المستقیم ہے گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چھٹے ہزار کی تاریکی آسمانی ہدایت کو چاہے گی اور انسانی سلیم فطرتیں خدا کی جناب سے ایک ہادی کو طلب کریں گی یعنے مسیح موعود کو۔ اور ضالین پر اس سورۃ کو ختم کیا ہے یعنے ساتویں آیت پر جو ضالین کے لفظ پر ختم ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضالین پر قیامت آئے گی۔ یہ سورۃ درحقیقت بڑے دقائق اور حقائق کی جامع ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اس سورۃ کی یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین یہ صاف اشارہ کر رہی ہے کہ اس امت کے لئے ایک آنے والے گروہ مغضوب علیہم کے ظہور سے اور دوسرے گروہ ضالین کے غلبہ کے زمانہ میں ایک سخت ابتلا درپیش ہے جس سے بچنے کے لئے پانچ وقت دعا کرنی چاہیے اور یہ دعا سورہ فاتحہ کی اس طور پر سکھائی گئی کہ پہلے الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک خدا کے محامد اور صفات جمالیہ اور جلالیہ ظاہر فرمائے گئے تا دل بول اٹھے کہ وہی معبود ہے چنانچہ انسانی فطرت نے ان پاک صفات کا دل دادہ ہو کر ایاک نعبد کا اقرار کیا اور پھر اپنی کمزوری کو دیکھا تو ایاک نستعین کہنا پڑا اور پھر خدا سے مدد پاکر یہ دعا کی جو جمیع اقسام شر سے بچنے کے لئے اور جمیع اقسام خیر کو جمع کرنے کے لئے کافی و وافی ہے یعنے یہ دعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ سعادت تامہ تبھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان اُن تمام شرّوں اور بدیوں سے محفوظ رہے جن کا کوئی نمونہ قیامت تک ظاہر ہونے والا ہے اور نیز تمام نیکیاں حاصل ہوں جو قیامت تک ظاہر ہونے والی ہیں۔ سو ان دونوں پہلوؤں کی یہ دعا جامع ہے۔ ایسا ہی قرآن کریم کے آخر کی تین سورتوں میں سے اول سورۃ اخلاص میں یہ سکھلایا گیا کہ قل ھو اللہ احد اور اس آیت میں وہ عقیدہ جو قبول کرنے کے لائق ہے پیش کیا گیا اور پھر لم یلد ولم یولد سکھلا کر وہ عقیدہ جو رد کرنے کے لائق ہے وہ بیان کیا گیا اور پھر سورۃ فلق میں یعنے آیت ومن شرّ غاسقٍ اذا وقب میں آنے والی ایک سخت تاریکی سے ڈرایا گیا اور فقرہ قل اعوذ برب الفلق میں آنیوالی ایک صبح صادق کی بشارت دی گئی اور اس مطلب کے حصول کے لئے سورۃ الناس میں صبر اور ثبات کے ساتھ وساوس سے بچنے کے لئے تاکید کی گئی۔ منہ

ہزار کا آخری حصہ مراد لیا ہے۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ اس جگہ ہزار سے مراد ہزار ششم ہے اور ہزار ششم کے عصر کا وقت اس عاجز کی پیدایش کا زمانہ ہے جو حضرت آدم کی پیدایش کے زمانہ کے مقابل پر ہے۔ اسپر دلیل یہ ہے کہ آخری زمانہ کا جو ہزار ہے وہ آدم کے چھٹے دن کے مقابل پر ہزار ششم ہے جس میں مسیح موعود کا آنا ضروری ہے اور آخری حصہ اس کا وقت عصر کہلاتا ہے۔ پس ابن واطیل کا اصل قول جو سرچشمہ نبوت سے لیا گیا ہے اس طرح پر معلوم ہوتا ہے نزول عیسیٰ یکون فی وقت صلوٰۃ العصر فی الیوم السادس من الایام المحمدیۃ حین تمضی ثلثۃ ارباعہ۔ یعنے نزول عیسیٰ مسیح محمدی دن کے عصر کے وقت میں ہوگا جب تین حصے اس دن کے گذر چکیں گے یعنے ہزار ششم کا آخری حصہ کچھ باقی رہے گا اور باقی سب گذر چکے گا اسوقت عیسیٰ کی روح زمین پر آئے گی۔ یاد رہے کہ صوفیہ کی اصطلاح میں یوم محمدی سے مراد ہزار سال ہے جو روز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہم اسی حساب سے سورۃ والعصر کے اعداد لکھ کر ثابت کر چکے ہیں کہ اس عاجز کی پیدایش اسوقت ہوئی تھی جبکہ یوم محمدی میں سے صرف گیارہ سال باقی رہتے تھے جو اس دن کا آخری حصہ ہے۔ یاد رہے کہ اکثر صوفی جو ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے اس بات کیطرف گئے ہیں کہ مسیح موعود تیرھویں صدی میں یعنے ہزار ششم کے آخر میں پیدا ہوگا چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کا الہام "چراغ دین" جو مہدی معہود کی پیدایش کے بارے میں ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ ظہور کا وقت ہزار ششم کا آخر ہے۔ اسی طرح بہت سے اکابر امت نے پیدایش مسیح موعود کے لئے ہزار ششم کا آخر لیا ہے اور چودھویں صدی اس کے بعث اور ظہور کی تاریخ لکھی ہے اور چونکہ مومن کے لئے خدا تعالےٰ کی کتاب سے بڑھکر کوئی گواہ نہیں اس لئے اس بات سے انکار کرنا کہ مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہزار ششم کا آخر ہے۔ خدا تعالےٰ کی کتاب سے انکار ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ سے مشابہت دیکر خود ظاہر فرمادیا ہے کہ پیدایش مسیح موعود ہزار ششم کے آخر میں ہے۔ پھر ماسوا اس کے صورۃ عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزار ششم میں زمین پر ایک انقلاب عظیم آیا ہے بالخصوص اس ساٹھ برس کی مدت میں کہ جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے اس قدر صریح تغیر صفحہ ہستی پر ظہور پذیر ہے کہ گویا وہ دنیا ہی نہیں رہی نہ وہ سواریاں رہیں اور نہ وہ طریق تمدن رہا اور نہ بادشاہوں میں "وسعت اقتدار حکومت رہی نہ وہ راہ رہی اور نہ وہ مرکب اور یہانتک ہر ایک بات میں جدت ہوئی کہ انسان کی پہلی طرزیں تمدن کی گویا تمام منسوخ ہوگئیں اور زمین اور اہل زمین نے ہر ایک پہلو میں گویا پیرایہ جدید پہن لیا اور بُدّلت الارض غیر الارض کا نظارہ آنکھوں کے سامنے آگیا اور ایک دوسرے رنگ میں بھی انقلاب نے اپنا نظارہ دکھلایا یعنے جیسا کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں پیشگوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ ایک وہ نازک وقت آنے والا ہے کہ قریب ہے کہ تثلیث کے غلبہ کے وقت آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں اور اس قدر حد سے زیادہ عیسائیت کی دعوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں غلو کیا گیا کہ قریب ہے کہ وہ راستباز جو اخلاص کی وجہ سے آسمانی کہلاتے ہیں گمراہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے یعنے تمام زمینی آدمی بگڑ جائیں اور وہ ثابت قدم لوگ جو جبال راسخہ کے مشابہ ہیں گر جائیں اور قرآن شریف کی وہ آیت جس میں یہ پیشگوئی ہے یہ ہے تکاد السموات

یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا اور آیت چونکہ ذوالوجہین ہے اس لئے دوسرے معنے اس کے یہ بھی ہیں کہ قیامت کبریٰ کے قریب عیسائیت کا زمین پر بہت غلبہ ہو جائے گا جیسا کہ آجکل ظاہر ہورہا ہے۔ اور اس آیت کریمہ کا منشاء یہ ہے کہ اگر اس فتنہ کے وقت خدا تعالےٰ اپنے مسیح کو بھیجکر اصلاح اس فتنہ کی نہ کرے تو فی الفور قیامت آجائے گی اور آسمان پھٹ جائیں گے۔ مگر چونکہ باوجود اس قدر عیسائیت کے غلو کے اور اس قدر تکذیب کے جو ابتک کروڑہا کتابیں اور رسالے اور دو ورقہ کاغذات ملک میں شایع ہوچکے ہیں قیامت نہیں آئی تو یہ دلیل اس بات پر ہے کہ خدا نے اپنے بندوں پر رحم کرکے اپنے مسیح کو بھیجدیا ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا کا وعدہ جھوٹا نکلے۔ اور گذشتہ تقریر کے رو سے جبکہ دنیا پر انقلاب عظیم آچکا ہے اور قریباً کل ایسی روحیں جو سچائی سے خدا کو طلب کرسکتیں ہلاک ہوگئیں اس لئے اس زمانہ میں روحانی زندگی دوبارہ قائم کرنے کے لئے ایک جدید آدم کی ضرورت پڑی اس آدم کی قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ آدم ایمان جیسے جوہر کو دوبارہ دنیا میں لانے والا اور زمین کو پلیدی سے صاف کرنے والا ہے اور اس کی ضرورت اس سے ظاہر ہے کہ اب اسلام اپنے دونوں پہلوؤں اعتقادی اور عملی کے رو سے غربت کی حالت میں ہے لہٰذا نبیوں کی تمام پیشگوئیوں کے ظہور کا اب یہ وقت ہے اور اسمانی برکتوں کا انتظار۔

اب ہم اس خاتمہ میں دانیال کی کتاب میں سے ایک پیشگوئی اور ایسا ہی یسعیا نبی کی کتاب میں سے بھی ایک پیشگوئی لکھتے ہیں کہ جو مسیح موعود کے ظہور کے بارے میں ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

دانیال باب ۱۲

ובעת ההיא יעמד מיכאל השר הגדול

وباعیث هہیا یعمود میکائیل هسار هجادول

اور اسوقت ہوگا مبعوث وہ جو خدا کی مانند ہے حاکم اعلیٰ

העמד עד-בני עמך והיתה עת צרה אשר

هاعومیٔد عل بنیٔ عمیك وهایتاه عیث صاره آشیر

وہ مبعوث ہوگا تیری قوم کی حمایت میں اور ہوگا زمانہ دشمنوں کا ایسا زمانہ

לא-נהיתה מהיות גוי עד העת ההיא

لونہیٔ تاه مہیوت گوئ عد هاعت هہیا

کہ نہوا ہوگا امت کے ابتدا سے لیکر اس وقت تک

ובעת ההיא ימלט עמך כל-הנמצא כתוב בספר
و باعیت ہمیا یمالیط عمیکا کول ہنمصا کاتوب بسیفر
اور اسوقت ایسا ہوگا کہ نجات پائے گا تیری قوم میں سے ہر ایک کہ پایا جائیگا لکھا ہوا کتاب میں
ורבים מישני אדמת-עפר יקיצו אלה לחיי עולם
و رَبّیم مِشینی اَدمت عافار یاقیصو ایلیہ لحیی عولام
اور بہت جو ست پڑے ہیں زمین کے اندر جاگ اٹھیں گے - یہہ ہمیشہ کی
ואלה לחרפות לדראון עולם והמשכילים יזהירו
و ایلیہ لحرافوت لدرا اون عولام وہمسکیلیم یزہیرو
زندگی کے واسطے اور یہہ انکار اور ابدی لعنت کے واسطے - اور اہل دانش چمکیں گے
כזהר הרקיע ומצדיקי הרבים ככוכבים לעולם
کزوہر ہارقیعہ و مصدیقی ہارَبّیم ککوکابیم لعولام
مانند چمک آسمان کی اور صادقوں سے بہت ہوں گے مانند ستاروں کے ہمیشہ
ועד ואתה דניאל סתם הדברים וחתם הספר
و عاد و اتاہ دانی ایل ستوم ہدبارِیم وختوم ہسیفر
اور ہمیشہ اور تو اے دانیال پوشیدہ رکھ ان باتوں کو اور سربمہر رکھ اس کتاب
עד-עת קץ ישטטו רבים ותרבה הדעת וראיתי
عدعیت قیص یشطو رَبّیم و تربیہ ہدّاعت و رائیتي
کو وقت آخر تک جبکہ لوگ زمین پر پریشان ہونگے اور ادہر اودہر دوڑیں گے اور سیر کریں گے اور علم بہت بڑھ جائیگا - اور نظر کی
אני דניאל והנה שנים אחרים עמדים אחד הנה
انی دانی ایل وہنیہ شنیم اخریم عومدیم احاد ہیناہ
میں دانیال نے اور دیکھے دو اور کھڑے ہوں گے ایک اس طرف
לשפת היאר ואחד הנה לשפת היאר ויאמר
لشوفت ہیور و احاد ہیناہ لشوفت ہیور و یومیر
دریا کے اور دوسرا اس طرف دریا کے اور کہا
לאיש לבוש הבדים אשר ממעל למימי היאר
لا ایش لبوش ہبدیم اشیر لمعل لمے یے ہیور
اس آدمی کو جس کا لباس لمبے تاگوں کا تھا جو کہ اوپر دریا کے پانی کے تھا
עד-מתי קץ הפלאות ואשמע את-האיש לבוש
عد ماتی قیص ہفلاؤت و اشمع ایت ہا ایش لبوش
کب ہوگا انجام مصائب کا اور میں نے سنا اس آدمی کو جو لمبے تاگوں والا لباس

הבדים אשר ממעל למימי היאר וירם ימינו ושמאלו
هبدِيم اشِير معل لمے هيور ويادام يمينو و شمولو
پہنے تھا جو کہ اوپر پانیوں دریا کے تھا اور اس نے بلند کیا اپنا دایاں اور بایاں

אל־השמים וישבע בחי העולם כי למועד מועדים
اَلْ هشاميم و يشابع بحي هاعولام كِي لموعيد موعديم
آسمان کی طرف اور قسم کھائی ابدی زندہ خدا کی کہ اس زمانہ کی مدت ہے دو زمانے ہیں

וחצי וככלות נפץ יד־עם־קדש תכלינה כל־אלה
و حِيصِي و ككلوت نَفِيص يد عم قوديش تِلك لِيُناه كول اِےلِيه
اور ایک زمانہ کا حصہ اور یہ پورا ہوگا اور مقدس جماعت میں تفرقہ پڑیگا اور انکا زور ٹوٹ جائے گا اور یہ سب باتیں پوری ہونگی

ואני שמעתי ולא אבין ואמרה אדני מה אחרית
و انی شامعتی ولو آبين و ازمراہ ادونی ماہ احريت
اور میں نے سنا پر نہ جانا اور میں نے کہا اے خداوند کیا ہے انجام

אלה ויאמר לך דניאל כי סתמים וחתמים הדברים
ايليه و يومِر لِيك دانی ايل كِي ستومِيم و حتومِيم هَدِبارِيم
ان سب باتوں کا اور کہا چلا جا دانیال کیونکہ پوشیدہ رہیں گی اور سربمہر رہیں گی یہہ باتیں

עד־עת־קץ יתבררו ויתלבנו ויצרפו רבים והרשיעו
عد عيت قيص يت باردو و يت لبّ نو و يَصّارِفو رَبيم و هرشي عو
وقت آخر تک بہتوں کا ابرا کیا جائیگا اور بہتوں کو سفید کیا جائیگا اور بہتوں کو آزمایش میں ڈالا جائیگا اور شریر

רשעים ולא יבינו כל־רשעים והמשכילים יבינו
رشاعيم و لو يابي نو كول رشاعيم و همسكيليم يابي نو
شرارت سے شور و غوغا مچائیں گے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا پر اہل دانش سمجھ لیں گے۔

ומעת הוסר התמיד ולתת שקוץ שמם ימים
و مے عيت هوسر هتاميد ولاتيت شقّوص شوميم ياميم
اور اس وقت سے جبکہ دائمی قربانی موقوف ہوگی اور بتوں کو تباہ کیا جائے گا اسوقت تک

אלף מאתים ותשעים אשרי המחכה ויגיע
ايليف ماتيم و تش عيم آشرِيے همكاه و يجيع
بارہ سو نوّے ۱۲۹۰ دن ہوں گے مبارک ہے جو انتظار کیا جائیگا اور اپنا کام

לימים אלף שלש מאות שלשים וחמשה ואתה
ليا ميم ايليف شلوش مے اوت شلوشيم و حمي شاه و اتاه
محنت سے کریگا تیرہ سو پینتیس روز تک ۱۳۳۵ * اور تو

* ۔اس فقرہ میں دان ایل نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے) جب بارہ سو نوّے ۱۲۹۰ برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتیس ۱۳۳۵ ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس ۳۵ برس برابر کام کرتا رہے گا اب دیکھو اس پیشگوئی میں کسقدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دی گئی اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمانداری ہے۔ منہ

לך לקץ ותנוח ותעמד לגרלך לקץ הימין:
لیک لقیص وتانوح وتعمود لجوراللك لقیص هیامین
چلاجا آخرتک اے دانیال اور آرام کر اور اپنے حصے پر اخیر پر کھڑا ہوگا.

החרישו אלי איים ולאמים יחליפו כח יגשו אז
هحریشو اےلَیَ اییّم وُل اُومیم وحلیفو کواح یج شو آز
خاموش ہوجاؤ میرے آگے اے جزیرو امت از سرنو سر سبز ہوگی اور قوت پکڑے گی وے قریب پہونچیں گے

ידברו יחדו למשפט נקרבה מי העיר ממזרח צדק
یدَبیرو یحدا لمشفاط نقربیاه مِی هی عیر ممزراح صدیق
پھر سب ایک بات پر متفق ہونگے ہم قضیٰ (فیصلہ) کے قریب آئینگے کس نے مبعوث کیا مشرق کی طرف سے صادق کو۔ ✣

יקראהו לרגלו יתן לפניו גוים ומלכים ירד יתן כעפר
یقراء هو لرجلو یتین لفانایو گویم وملاکیم یرید یتین کعافار
اسے اپنے حضور میں بلایا دھر دیا اس کے موہنہ کے آگے قوموں کو اور بادشاہوں پر اسی حاکم کیا۔ اُسنے کردیا خاک کی مانند

חרבו כקש נדף קשתו ירדפם יעבור שלום ארח
حرْبو کقاش نِدّاف قشتو یردفیم یعبود شالوم اورح
اسکی تلوار کو مانند بھوسے اڑتے ہوئے کی اسکی کمان کو اس نے انکا تعاقب کیا اور گذر گیا سلامت ایسی راہ سے

ברגליו לא יבוא מי־פעל ועשה קרא הדרות
برجلایو لو یابو مِی فاعَل وعاساه قورای هدّوروت
جسپر کہ وہ اپنے پاؤں پر نہیں چلا کس نے یہ کام کیا اور اسے انجام دیا وہ جس نے ساری پشتوں کو ابتدا

מראש אני יהוה ראשון ואת־אחרונים אני־הוא:
مے راوش انی یہوواه ریشون واِیت احرونیم انی هُو
سے پڑھ سنایا میں وہی پہلا خدا ہوں اور آخرین کے ساتھ ہوں.

✣ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگا وہ مشرق میں یعنے ملک ہند میں ظاہر ہوگا۔ اگرچہ اس آیت میں تصریح نہیں کہ آیا پنجاب میں مبعوث ہوگا یا ہندوستان میں مگر دوسرے مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پنجاب میں ہی مبعوث ہوگا۔ منہ

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنے دعوے کے متعلق جس قدر ثبوت ہیں اجمالی طور پر ان کو اس جگہ اکٹھا کر دیا جائے۔ سو اول تمہیدی طور پر اس بات کا لکھنا ضروری ہے کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالےٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ ہمارے علماء کا یہ خیال ہے کہ وہی مسیح عیسیٰ ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی آخری زمانہ میں آسمان پر سے نازل ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ قرآن شریف اس خیال کے مخالف ہے اور آیت فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ اور آیت کانا یاکلان الطعام اور آیت ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اور آیت فیھا تحیون و فیھا تموتون۔ اور دوسری تمام آیتیں جن کا ہم اپنی کتابوں میں ذکر کر چکے ہیں اس امر پر قطعیۃ الدلالت ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور انکی فوت کا انکار قرآن سے انکار ہے اور پھر اس کے بعد اگرچہ اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم احادیث سے حضرت مسیح کی وفات کی دلیل ڈھونڈیں لیکن پھر بھی جب ہم حدیثوں پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کافی حصہ اس قسم کی حدیثوں کا موجود ہے جن میں حضرت عیسی علیہ السلام کی ایک سو بیس برس عمر لکھی ہے اور جن میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر عیسیٰ اور موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے اور جن میں لکھا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ روحوں میں داخل ہیں چنانچہ معراج کی تمام حدیثیں جو صحیح بخاری میں ہیں وہ اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معراج کی رات میں وفات شدہ روحوں میں دیکھے گئے۔ اور سب سے بڑھکر حدیثوں کے رو سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ تمام صحابہ کا اسپر اجماع ہو گیا تھا کہ گذشتہ تمام نبی جن میں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں سب کے سب فوت ہو چکے ہیں اس اجماع کا ذکر صحیح بخاری میں موجود ہے جس سے ایک صحابی بھی باہر نہیں۔ اب اس طالب حق کے لئے جو خدا تعالےٰ سے ڈرتا ہے حضرت مسیح کی وفات کے بارے میں زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ماسوا اس کے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میری آمد ثانی بروزی رنگ میں ہوگی نہ حقیقی رنگ میں اور وہ اقرار یہ ہے :- (۱۰) اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے (یعنے مسیح کے آنے سے پہلے الیاس کا آنا کتابوں کے رو سے ضروری ہے) (۱۱) یسوع نے انھیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آوے گا اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا۔ (۱۲) پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انھوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا[+] اسی طرح ابن آدم بھی ان سے (آمد ثانی کے وقت میں) دکھ اٹھائے گا۔ دیکھو انجیل متی باب ۱۷

[+] کیا تعجب ہے کہ سید احمد بریلوی اس مسیح موعود کے لئے الیاس کے رنگ میں آیا ہو کیونکہ اس کے خون نے ایک ظالم سلطنت کا استیصال کر کے مسیح موعود کے لئے جو یہ راقم ہے راہ کو صاف کیا۔ اسی کے خون کا اثر معلوم ہوتا ہے جس نے انگریزوں کو پنجاب میں بلایا اور اس قدر سخت مذہبی روکوں کو جو ایک آہنی تنور کی طرح تھیں دور کر کے ایک آزاد سلطنت کے حوالہ پنجاب کو کر دیا اور تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈالدی۔ منہ

آیت ۱۰ و نمبر ۱۱ - و ۱۲ - ان آیات میں مسیح نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اُس کا دوبارہ آنا بھی الیاس کے رنگ میں ہوگا - چونکہ مسیح اس سے پہلے کئی دفعہ اپنی آمد ثانی کا حواریوں کے سامنے ذکر کرچکا تھا جیساکہ اسی انجیل متی سے ظاہر ہے اس لئے اس نے چاہا کہ الیاس کی آمد ثانی کے بحث میں اپنی آمد ثانی کی حقیقت بھی ظاہر کردی سو اس نے بتلادیا کہ میری آمد ثانی بھی الیاس کی آمد ثانی کی مانند ہوگی یعنے محض بروزی طور پر ہوگی - اب کس قدر ظلم ہے کہ مسیح تو اپنی آمد ثانی کو بروزی طور پر بتلاتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا بلکہ میرے خلق اور خو پر کوئی اور آئے گا - اور ہمارے مولوی اور بعض عیسائی یہ خیال کر رہے ہیں ✣ کہ سچ مچ خود ہی وہ دوبارہ دنیا میں آجائے گا - اس جگہ ایک لطیفہ بیان کرنے کے لائق ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ خدا تعالےٰ کے علم میں ایک زمانہ مقدر تھا جس میں فوت شدہ روحیں بروزی طور پر آنے والی تھیں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں یعنے سورہ انبیاء جزو نمبر ۱۷ میں ایک پیشگوئی کی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ہلاک شدہ لوگ یاجوج ماجوج کے زمانہ میں پھر دنیا میں رجوع کریں گے اور وہ یہ آیت ہے وحرام علی قریة اھلکناھا انھم لا یرجعون حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون - واقترب الوعد الحق اور اس کے اوپر کی یہ آیتیں ہیں والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلناھا و ابنھا آیة للعالمین - ان ھذہ امتکم امة واحدة و انا ربکم فاعبدون - و تقطعوا امرھم بینھم کل الینا راجعون - فمن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفران لسعیہ و انا لہ کاتبون - ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ مریم نے جب اپنے اندام نہانی کو نامحرم سے محفوظ رکھا یعنے غایت درجہ کی پاکدامنی اختیار کی تو ہم نے اس کو یہ انعام دیا کہ وہ بچہ اس کو عنایت کیا جو روح القدس کے نفخ سے پیدا ہوا تھا - یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو دنیا میں بچے دو قسم کے پیدا ہوتے ہیں - (۱) ایک جن میں نفخ روح القدس کا اثر ہوتا ہے اور ایسے بچے وہ ہوتے ہیں جب عورتیں پاک دامن اور پاک خیال ہوں اور اسی حالت میں استقرار نطفہ ہو وہ بچے پاک ہوتے ہیں اور شیطان کا انمیں حصہ نہیں ہوتا (۲) دوسری وہ عورتیں ہیں جن کے حالات اکثر گندے اور ناپاک رہتے ہیں پس انکی اولاد میں شیطان اپنا حصہ ڈالتا ہے جیساکہ آیت وشارکھم فی الاموال والاولاد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس میں شیطان کو خطاب ہے کہ ان کی مالوں اور بچوں میں حصہ دار بنجا یعنے وہ حرام کے مال اکٹھا کریں گی اور ناپاک اولاد جنیں گی - ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نفخ روح سے کچھ خصوصیت تھی جس میں دوسروں کو حصہ نہیں بلکہ نعوذ باللہ یہ خیال قریب قریب کفر کے جا پہونچتا ہے - اصل حقیقت صرف یہ ہے کہ قرآن شریف میں انسانوں کی پیدایش میں دو قسم کی شراکت بیان فرمائی گئی ہے - (۱) ایک روح القدس کی شراکت جب والدین کے خیالات پر ناپاکی

✣ ہم نے بعض کا لفظ اس واسطے لکھا ہے کہ کل عیسائی اسپر متفق نہیں ہیں کہ مسیح دوبارہ دنیا میں آجائیگا بلکہ ایک گروہ عیسائیوں میں سے اس بات کا بھی قائل ہے کہ دوسرا مسیح کوئی اور ہے جو مسیح ابن مریم کے رنگ اور خو پر آئے گا - اسیوجہ سے عیسائیوں میں بعض نے جھوٹے دعوے کئے کہ وہ مسیح ہم ہیں منہ

اور خباثت غالب نہ ہو۔ (۲) اور ایک شیطان کی شراکت جب ان کے خیال پر ناپاکی اور پلیدی غالب ہو۔ اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہی ہے کہ لا یلدوا الا فاجرا کفارا۔ پس بلاشبہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے تھے جو مس شیطان اور نفخ ابلیس سے پیدا نہیں ہوئے اور بغیر باپ کے اُنکا پیدا ہونا یہ امر دیگر تھا جس کو روح القدس سے کچھہ تعلق نہیں۔ دنیا میں ہزاروں کیڑے مکوڑے برسات کے دنوں میں بغیر باپ کے بلکہ بغیر ماں اور باپ دونوں کے پیدا ہو جاتے ہیں تو کیا وہ روح القدس کے فرزند کہلاتے ہیں۔ روح القدس کے فرزند وہی ہیں جو عورتوں کی کامل پاکدامنی اور مردوں کے کامل پاک خیال کی حالت میں رحم مادر میں وجود پکڑتے ہیں اور ان کی ضد شیطان کے فرزند ہیں۔ خدا کی ساری کتابیں یہی گواہی دیتی آئی ہیں۔ اور پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے مریم اور اس کی بیٹی کو بنی اسرائیل کے لئے اور ان سب کے لئے جو سمجھیں ایک نشان بنایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کرکے بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ تمہاری بد اعمالی کے سبب سے نبوت بنی اسرائیل سے جاتی رہی کیونکہ عیسیٰ باپ کے رو سے بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ اس مقام میں یہہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اکثر پادری جو کہا کرتے ہیں کہ توریت میں جو مثیل موسیٰ کا وعدہ ہے اور لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی قائم کیا جائے گا وہ نبی یسوع یعنے عیسیٰ بن مریم ہے۔ یہ قول انکا اسی جگہ سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ جس حالت میں بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں ہے تو وہ بنی اسرائیل کا بھائی کیونکر بن سکتا ہے۔ پس بلاشبہ ماننا پڑا کہ لفظ "تمہارے بھائیوں میں سے" جو توریت میں موجود ہے اس سے مراد وہ نبی ہے جو بنی اسمٰعیل میں سے ظاہر ہوا یعنے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ توریت میں جا بجا بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کے بھائی لکھا ہے لیکن ایسا شخص جو باقرار فریقین کسی اسرائیلی مرد کے نطفہ میں سے نہیں ہے اور نہ اسماعیلی مرد کے نطفہ سے وہ کسی طرح بنی اسرائیل کا بھائی نہیں کہلا سکتا اور نہ حسب ادعاء عیسائیاں وہ موسیٰ کی مانند ہے کیونکہ وہ تو اُن کے نزدیک خدا ہے اور موسیٰ تو خدا نہیں اور ہمارے نزدیک بھی وہ موسیٰ کی مانند نہیں کیونکہ موسیٰ نے ظاہر ہو کر تین بڑے کھلے کھلے کام کئے جو دنیا پر روشن ہو گئے ایسے ہی کھلے کھلے تین کام جو دنیا پر بدیہی طور پر ظاہر ہو گئے ہوں جس نبی سے ظہور میں آئے ہوں وہی نبی مثیل موسیٰ ہوگا۔ اور وہ کام یہ ہیں۔ (۱) اول یہ کہ موسیٰ نے اُس دشمن کو ہلاک کیا جو ان کی اور ان کی شریعت کی بیخکنی کرنا چاہتا تھا۔ (۲) دوسرے یہ کہ موسیٰ نے ایک نادان قوم کو جو خدا اور اس کی کتابوں سے ناواقف تھی اور وحشیوں کی طرح چارسو برس سے زندگی بسر کرتے تھے کتاب اور خدا کی شریعت دی یعنے توریت عنایت کی اور انھیں شریعت کی بنیاد ڈالی۔ (۳) تیسرے یہ کہ بعد اس کے کہ وہ لوگ ذلت کی زندگی بسر کرتے تھے انکو حکومت اور بادشاہت عنایت کی اور ان میں سے بادشاہ بنائے۔ ان تینوں انعامات کا قرآن شریف میں ذکر ہے جیسا کہ فرمایا۔ قال عسی ربکم ان یھلک عدوکم و یستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔ دیکھو سورۃ الاعراف الجزو نمبر ۹۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا فقد آتینا آل

ابراھیم الکتاب والحکمۃ وآتیناھم ملکاً عظیماً دیکھو سورۃ النساء الجزو نمبر ۵ - اب سوچکر دیکھ لو کہ ان تینوں کاموں میں
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ذرہ بھی مناسبت نہیں نہ وہ پیدا ہوکر یہودیوں کے دشمن
کو ہلاک کرسکے اور نہ وہ ان کے لئے کوئی نئی شریعت لائے اور نہ انھوں نے بنی اسرائیل یا اُن کے بھائیوں کو بادشاہت
بخشی - انجیل کیا تھی وہ صرف توریت کے چند احکام کا خلاصہ ہے جس سے پہلے یہود بے خبر نہیں تھے گو اسپر کاربند
نہ تھے - یہود گو حضرت مسیح کے وقت میں اکثر بدکار تھے مگر پھر بھی اُن کے ہاتھ میں توریت تھی - پس انصاف
ہمیں اس گواہی کے لئے مجبور کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ مماثلت
نہیں رکھتے - اور یہ کہنا کہ جس طرح حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اسیطرح
حضرت عیسیٰ نے اپنے تابعین کو شیطان کے ہاتھ سے نجات دی یہ ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی شخص
گو کیسا ہی اغماض کرنے والا ہو اس خیال پر اطلاع پاکر اپنے تئیں ہنسنے سے روک نہیں سکیگا - مخالف کے
سامنے اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ عیسیٰ نے ضرور اپنے پیرؤوں کو شیطان سے اسی طرح نجات دیدی جیسا کہ
موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی - موسیٰ کا بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دینا
ایک تاریخی امر ہے جس سے نہ کوئی یہودی منکر ہو سکتا ہے نہ عیسائی نہ مسلمان نہ گبر نہ ہندو کیونکہ وہ دنیا کے
واقعات میں سے ایک واقعہ مشہورہ ہے - مگر عیسیٰ کا اپنے تابعین کو شیطان کے ہاتھ سے نجات دینا صرف
اعتقادی امر ہے جو محض نصاریٰ کے خیالات میں ہے - خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں جس کو دیکھکر ہر ایک شخص
بدیہی طور پر قائل ہو سکے کہ ہاں یہ لوگ درحقیقت شیطان اور ہر ایک بدکاری سے نجات پاگئے ہیں اور انکا گروہ
ہر ایک بدی سے پاک ہے نہ انہیں زنا ہے نہ شراب خوری نہ قمار بازی اور نہ خونریزی بلکہ تمام مذاہب کے پیشوا اپنے اپنے
خیال میں اپنی اپنی امتوں کو شیطان کے ہاتھ سے نجات دیتے ہیں - اس نجات دہی کے دعوے سے کس پیشوا کو انکار ہے - اب اس
بات کا کون فیصلہ کرے کہ دوسروں نے اپنی امت کو نجات نہیں دی مگر مسیح نے دی - پیشگوئی میں تو کوئی
کھلا کھلا تاریخی واقعہ ہونا چاہیے جو موسیٰ کے واقعہ سے مشابہ ہو نہ کہ اعتقادی امر کہ جو خود ثبوت طلب
ہے - ظاہر ہے کہ پیشگوئی سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسری کے لئے بطور دلیل کے کام آسکے
لیکن جب ایک پیشگوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی ہے - مماثلت ایسے امور میں چاہیے کہ جو واقعات
مشہورہ میں داخل ہوں نہ یہ کہ صرف اپنے اعتقادیات ہوں جو خود ثبوت طلب ہیں - بھلا انصافاً تم آپ ہی سوچو
کہ موسیٰ نے تو فرعون کو مع اس کے لشکر کے ہلاک کرکے جہان کو دکھلا دیا کہ اس نے یہودیوں کو اس عذاب اور
شکنجہ سے نجات دیدی جس میں وہ لوگ قریباً چار سو برس سے مبتلا چلے آتے تھے اور پھر ان کو بادشاہت بھی
دیدی - مگر حضرت مسیح نے اس نجات کے یہودیوں کو کیا آثار دکھلائے اور کونسا ملک اُن کے حوالہ کیا اور کب یہودی
انپر ایمان لائے اور کب انھوں نے مان لیا کہ اس شخص نے موسیٰ کی طرح ہمیں نجات دیدی اور داؤد کا تخت
دوبارہ قائم کیا اور بالفرض اگر وہ ایمان بھی لاتے تو آیندہ جہان کی نجات تو ایک مخفی امر ہے اور ایسا مخفی امر کب
اس لائق ہے کہ پیشگوئی میں ایک بدیہی امر کی طرح اس کو دکھلایا جائے جو شخص کسی مدعی نبوت پر ایمان لاتا ہے
یہ ایمان تو خود ہنوز جائے بحث ہے کسی کو کیا خبر کہ وہ ایمان لانے سے نجات پاتا ہے یا انجام اس کا عذاب اور

مواخذہ الٰہی ہے۔ پیشگوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہییں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے اور پہچان سکے۔ اس پیشگوئی کا تو یہ مطلب ہے کہ وہ نبی موسیٰ کی طرح بنی اسرائیل کو یا انکے بھائیوں کو ایک عذاب سے نجات دیگا اُسی طرح جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو عذاب سے نجات دی تھی اور نہ صرف نجات دیگا بلکہ ان کو ایام ذلت کے بعد سلطنت بھی عطا کرے گا جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو چارسو برس کی ذلت کے بعد نجات دی اور پھر سلطنت عطا کی اور پھر اس وحشی قوم کو موسیٰ کی طرح ایک نئی شریعت سے تہذیب یافتہ کریگا اور وہ قوم بنی اسرائیل کے بھائی ہوں گے۔ اب دیکھو کہ کیسی صفائی اور روشنی سے یہ پیشگوئی سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوگئی ہے اور ایسی صفائی سے پوری ہوگئی ہے کہ اگر مثلاً ایک ہندو کے سامنے بھی جو عقل سلیم رکھتا ہو یہ دونوں تاریخی واقعات رکھے جائیں یعنے جس طرح موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اور پھر سلطنت بخشی اور پھر ان وحشی لوگوں کو جو غلامی میں بسر کر رہے تھے ایک شریعت بخشی اور جس طرح سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن غریبوں اور کمزوروں کو جو آپ پر ایمان لائے تھے عرب کے خونخوار درندوں سے نجات دی اور سلطنت عطا کی اور پھر اس وحشیانہ حالت کے بعد ان کو ایک شریعت عطا کی تو بلاشبہ وہ ہندو دونوں واقعات کو ایک ہی رنگ میں سمجھے گا اور انکی مماثلت کی گواہی دیگا اور خود ہم جبکہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو عرب کے خونریز ظالموں کے ہاتھ سے بچاکر اپنے پروں کے نیچے لے لیا اور پھر ان لوگوں کو جو صدہا سال سے وحشیانہ حالت میں بسر کر رہے تھے ایک نئی شریعت عطا فرمائی اور بعد ایام ذلت اور غلامی کے سلطنت عطا فرمائی تو بلاتکلف موسیٰ کے زمانہ کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور پھر ذرہ اور غور کرکے جب حضرت موسیٰ کے سلسلہ خلفاء پر نظر ڈالتے ہیں جو چودہ سو برس تک دنیا میں قائم رہا۔ تو اس کے مقابل پر سلسلہ محمدیہ بھی اسی مقدار پر ہمیں نظر آتا ہے یہاں تک کہ حضرت موسیٰ کے سلسلہ خلفاء کے آخر میں ایک مسیح ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے ایسا ہی اس سلسلہ کے آخر میں بھی جو مقدار اور مدت میں سلسلہ موسوی کی مانند ہے ایک مسیح دکھائی دیتا ہے اور اور دونوں سلسلہ ایکدوسرے کے مقابل پر ایسے دکھائی دیتے ہیں کہ جس طرح ایک انسان کی دو ٹانگیں ایک دوسری کے مقابل پر ہوتی ہیں پس اس سے بڑھکر مماثلت کے کیا معنے ہیں اور یہی حقیقت یہ آیت ظاہر فرماتی ہے کہ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ اور اسی مقام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس امت کے آخری زمانہ میں مسیح کے مبعوث ہونے کی کیوں ضرورت تھی یعنے یہی ضرورت تھی کہ جبکہ خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ٹھہرایا اور نیز سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل مقرر کیا تو جس طرح موسوی سلسلہ موسیٰ سے شروع ہوا اور مسیح پر ختم ہوا یہ سلسلہ بھی ایسا ہی چاہیے تھا۔ سو موسیٰ کی جگہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کئے گئے اور پھر آخر سلسلہ میں جو بالمقابل حساب کے رو سے چودھویں صدی تھی ایسا شخص مسیح کے نام سے ظاہر کیا گیا جو قریش میں سے نہیں تھا جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم باپ کے رو سے بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا۔ غرض اس امت کے آخری زمانہ میں مسیح کے آنے کی ضرورت یہی ہے کہ تا دونوں سلسلوں کا اول اور آخر باہم مطابق آجائے اور جیسا کہ ایک سلسلہ چودہ

سو برس کی مدت تک موسیٰ سے لیکر عیسیٰ بن مریم تک ختم ہوا۔ ایسا ہی دوسرا سلسلہ جو خدا کی کلام میں اس کے مشابہ کھڑا کیا گیا ہے اسی چودہ ۱۴۰۰ سو برس کی مدت تک مثیل موسیٰ سے لیکر مثیل عیسیٰ بن مریم تک ختم ہوا۔ یہی خدا کا ارادہ تہا جس کے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ جیساکہ موسوی سلسلہ کا عیسیٰ اُس صلیب پر فتحیاب ہوا تھا جو یہودیوں نے کھڑا کیا تھا ایسا ہی محمدی سلسلہ کے عیسیٰ کے لئے یہ مقدر تہا کہ وہ اس صلیب پر فتحیاب ہو جو نصاریٰ نے کھڑا کیا ہے۔ غرض اس امت میں یہی پورا مقابلہ دکھلانے کے لئے آخری خلیفہ خلفاء محمدیہ میں سے عیسیٰ کے نام پر آنا ضروری تھا جیساکہ اول سلسلہ میں موسے کے نام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جس طرح یہ اسلامی سلسلہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا اسی طرح ضروری تہا کہ مثیل عیسیٰ پر اس کا خاتمہ ہوتا تا یہ دونوں سلسلے یعنی سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ ایکدوسرے سے مطابق ہو جاتے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اسی حقیقت کے سمجھنے پر تمام نزاعوں کا فیصلہ موقوف ہے۔ جو بات خدا نے چاہی انسان اس کو رد نہیں کر سکتا خدا نے دنیا کو اپنے عجائبات قدرت دکھلانے کے لئے ابراہیم کی اولاد سے دو سلسلے قائم کئے اول موسوی سلسلہ جو بنی اسرائیل میں قائم کیا گیا اور ایک ایسے شخص پر ختم کیا گیا جو بنی اسرائیل میں سے نہیں تہا یعنے عیسی مسیح۔ اور عیسیٰ مسیح کے دو گروہ دشمن تہے ایک اندرونی گروہ یعنے وہ یہودی جنہوں نے اس کو صلیب دیکر مارنا چاہا جنکی طرف سورہ فاتحہ میں یعنے آیت غیر المغضوب علیہم میں اشارہ ہے۔ دوسرے بیرونی دشمن یعنے وہ لوگ جو رومی قوم میں سے متعصب تہے جنکو خیال تہا کہ یہ شخص سلطنت کے مذہب اور اقبال کا دشمن ہے۔ ایساہی خدا نے آخری مسیح کے لئے دو دشمن قرار دیئے ایک وہی جنکو اس نے یہودی کے نام سے موسوم کیا وہ اصل یہودی نہیں تہے جس طرح یہ مسیح جو آسمان پر عیسیٰ بن مریم کہلاتا ہے در اصل عیسی بن مریم نہیں ہے بلکہ اس کا مثیل ہے۔ دوسرے اس مسیح کے وہ دشمن ہیں جو صلیب پر غلو کرتے ہیں اور صلیب کی فتح چاہتے ہیں۔ مگر اس مسیح کی پہلے مسیح کی طرح آسمان پر بادشاہت ہے زمین کی حکومتوں سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں جس طرح رومی قوم میں آخر دین مسیحی داخل ہوگیا اس جگہ بہی ایساہی ہوگا۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں یہ دعوے نہیں کہ میں موسی کی مانند بھیجا گیا ہوں اور نہ ایسا دعوی وہ کر سکتے تہے کیونکہ وہ موسوی سلسلہ کے تحت میں اس سلسلہ کے آخری خلیفہ تہے لہذا وہ موسی کے مثیل کیونکر ٹھہر سکتے تہے مثیل تو وہ تہا جس نے موسی کی طرح امن بخشا اور سلطنت بخشی اور شریعت دی اور پھر موسیٰ کی طرح چودہ سو برس کا ایک سلسلہ قائم کیا اور آپ موسی بنکر اپنے خلفاء کے اخیر سلسلہ میں موسے کی طرح ایک مسیح کی بشارت دی اور جس طرح موسے نے توریت میں لکہا کہ یہودا کی سلطنت جاتی نہیں رہے گی جبتک مسیح نہ آوے۔ اسی طرح مثیل موسیٰ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت میں سلسلہ محمدیہ کا مسیح آئے گا جبکہ رومی طاقتوں کے ساتھ اسلامی سلطنت مقابلہ نہیں کر سکے گی اور کمزور اور پست اور مغلوب ہو جائے گی اور ایسی سلطنت زمین پر قائم ہوگی جس کے مقابل پر کوئی ہاتھ کھڑا نہیں ہو سکے گا اور مسیح نے تمام انجیل میں کہیں دعوی نہیں کیا کہ میں موسی کی مانند ہوں مگر قرآن آواز بلند سے فرماتا ہے کہ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ یعنے ہم نے اس رسول کو اے عرب کے خونخوار ظالمو!

اسی رسول کی مانند بھیجا ہے جو تم سے پہلے فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا - اب ظاہر ہے کہ اگر یہ پیشگوئی جو اس شد ومد سے قرآن شریف میں لکھی گئی ہے خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس دعوی دروغ کے ساتھ جو اپنے تئیں موسیٰ کا مثیل ٹھہرا لیا کبھی اپنے مخالفوں پر فتحیاب نہ ہو سکتے مگر تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ فتح عظیم اپنے مخالفوں پر حاصل ہوئی کہ بجز نبی صادق دوسرے کے لئے ہرگز میسر نہیں آسکتی پس مماثلت اس کا نام ہے جس کی تائید میں دونوں طرف سے تاریخی واقعات اس زور شور سے گواہی دے رہے ہیں کہ وہ دونوں واقعات بدیہی طور پر نظر آتے ہیں اور موسیٰ کے یہ تین کام کہ گروہ مخالف کو جو مفسد اشد تھا ہلاک کرنا اور پھر اپنے گروہ کو حکومت اور دولت بخشنا اور انکو شریعت عطا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی تین کاموں کے ساتھ ایسے مشابہ ثابت ہوگئے ہیں کہ گویا وہ دونوں کام ایک ہی ہیں - یہ ایک ایسی مماثلت ہے جس سے ایمان قوی ہوتا ہے اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں خدا تعالےٰ کی طرف سے ہیں - سچ تو یہ ہے کہ اس پیشگوئی سے خدا کے وجود کا پتہ لگتا ہے کہ وہ کیسا قادر اور زبردست خدا ہے کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں - اسی جگہ سے طالب حق کے لئے حق الیقین کے درجہ تک یہ معرفت پہونچ جاتی ہے کہ آنے والا مسیح موعود امت محمدیہ میں سے ہے نہ کہ وہی عیسیٰ نبی اللہ دوبارہ دنیا میں آکر رسالت محمدیہ کی ختمیت کے مسئلہ کو مشتبہ کردے گا اور نعوذ باللہ فلما توفیتنی کا کذب ثابت کریگا - جس شخص کے دل میں حق کی تلاش ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے کئی انسانوں کا بروزی طور پر آنا مقدر تھا - (۱) اول مثیل موسیٰ کا یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیساکہ آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے ثابت ہے - (۲) دوم خلفاء موسیٰ کے مثیلوں کا جن میں مثیل مسیح بھی داخل ہے جیساکہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم سے ثابت ہے - (۳) عام صحابہ کے مثیلوں کا جیساکہ آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم سے ثابت ہے - (۴) چہارم ان یہودیوں کے مثیلوں کا جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لکھا اور انکو قتل کرنے کے لئے فتوے دیئے اور انکے ایذا اور قتل کے لئے سعی کی جیساکہ آیت غیر المغضوب علیھم میں جو دعا سکھائی گئی ہے اس سے صاف مترشح ہورہا ہے (۵) پنجم یہودیوں کے بادشاہوں کے ان مثیلوں کا جو اسلام میں پیدا ہوئے جیساکہ ان دو بالمقابل آیتوں سے جن کے الفاظ باہم ملتے ہیں سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں -

---

یہودیوں کے بادشاہوں کی نسبت

قال عسی ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون الجزو نمبر۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۲۶۵

اسلام کے بادشاہوں کی نسبت

ثم جعلنٰکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون - الجزو نمبر۱۱ سورۃ یونس صفحہ ۳۳۵

یہ دو فقرے یعنے فینظر کیف تعملون جو یہودیوں کے بادشاہوں کے حق میں ہے اور اس کے مقابل پر دوسرا فقرہ یعنے لننظر کیف تعملون جو مسلمانوں کے بادشاہوں کے حق میں ہے صاف بتلا رہے ہیں کہ ان دونوں قوموں کے بادشاہوں کے واقعات بھی باہم متشابہ ہوں گے - سو ایسا ہی ظہور میں آیا اور جس طرح یہودی بادشاہوں سے

قابل شرم خانہ جنگیاں ظہور میں آئیں اور اکثر کے چال چلن بھی خراب ہو گئے یہاں تک کہ بعض انہیں سے بدکاری شراب نوشی خونریزی اور سخت بیرحمی میں ضرب المثل ہو گئے ۔ یہی طریق اکثر مسلمانوں کے بادشاہوں نے اختیار کئے ۔ ہاں بعض یہودیوں کے نیک اور عادل بادشاہوں کی طرح نیک اور عادل بادشاہ بھی بنے جیساکہ عمر بن عبد العزیز (۶) چھٹے ان بادشاہوں کے مثیلوں کا قرآن شریف میں ذکر ہے جنھوں نے یہودیوں کے سلاطین کی بدچلنی کے وقت انکے ممالک پر قبضہ کیا جیساکہ آیت غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون سے ظاہر ہوتا ہے ۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ روم سے مراد نصاریٰ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں پھر اسلامی ممالک کے کچھ حصے دبالیں گے ۔ اور اسلامی بادشاہوں کے ممالک ان کی بد چلنیوں کے وقت میں اسی طرح نصاریٰ کے قبضہ میں آجائیں گے جیساکہ اسرائیلی بادشاہوں کی بد چلنیوں کے وقت رومی سلطنت نے انکا ملک دبالیا تھا ۔ پس واضح ہو کہ یہ پیشگوئی ہمارے اس زمانہ میں پوری ہو گئی ۔ مثلاً روس نے جو کچھ رومی سلطنت کو خدا کی ازلی مشیت سے نقصان پہونچایا وہ پوشیدہ نہیں ۔ اور اس آیت میں جبکہ دوسرے طور پر معنے کئے جائیں غالب ہونے کے وقت میں روم سے مراد قیصر روم کا خاندان نہیں کیونکہ وہ خاندان اسلام کے ہاتھ سے تباہ ہو چکا بلکہ اس جگہ بروزی طور پر روم سے روس اور دوسری عیسائی سلطنتیں مراد ہیں جو عیسائی مذہب رکھتی ہیں ۔ یہ آیت اول اس موقع پر نازل ہوئی تھی جبکہ کسریٰ شاہ ایران نے بعض حدود پر لڑائی کرکے قیصر شاہ روم کو مغلوب کردیا تھا ۔ پھر جب اس پیشگوئی کے مطابق بضع سنین میں قیصر روم شاہ ایران پر غالب آگیا تو پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ غلبت الروم فی ادنی الارض الخ ۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ رومی سلطنت اب تو غالب آگئی مگر پھر بضع سنین میں اسلام کے ہاتھ سے مغلوب ہوں گے ۔ مگر باوجود اس کے کہ دوسری قرأت میں غلبت کا صیغہ ماضی معلوم تھا اور سیغلبون کا صیغہ مضارع مجہول تھا مگر پھر بھی پہلی قرأت جس میں غلبت کا صیغہ ماضی مجہول تھا اور سیغلبون مضارع معلوم تھا منسوخ التلاوت نہیں ہوئی ۔ بلکہ اسی طرح جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کو قرآن شریف سناتے رہے جس سے اس سنت اللہ کے موافق جو قرآن شریف کے نزول میں ہے یہ ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ پھر مقدر ہے کہ عیسائی سلطنت روم کے بعض حدود کو پھر اپنے قبضہ میں کرلے گی ۔ اسی بنا پر احادیث میں آیا ہے کہ مسیح کے وقت میں سب سے زیادہ دنیا میں روم ہوں گے یعنے نصاریٰ ۔

اس تحریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ قرآن اور احادیث میں روم کا لفظ بھی بروزی طور پر آیا ہے یعنے روم سے اصل روم مراد نہیں ہیں بلکہ نصاریٰ مراد ہیں ۔ پس اس جگہ چھ بروز ہیں جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ جبکہ سلسلہ محمدیہ میں موسیٰ بھی بروزی طور پر نام رکھا گیا ہے اور محمد مہدی بھی بروزی طور پر اور مسلمانوں کا نام یہودی بھی بروزی طور پر اور عیسائی سلطنت کے لئے روم کا نام بھی بروزی طور پر تو پھر ان تمام بروزوں میں مسیح موعود کا حقیقی طور پر عیسیٰ بن مریم ہی ہونا سراسر غیر موزون ہے× اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بار بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر اسی لئے زور دیا ہے کہ تا آئندہ زمانہ میں ایسے لوگوں پر حجت ہو جائے جو ناحق اس دھوکہ میں مبتلا ہونے والے تھے کہ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مسیح کے حیات پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور جو دلائل پیش کرتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا

× - صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے کہ بغیر عیسےٰ بن مریم کے کوئی مس شیطان سے محفوظ نہیں رہا سکا فتح الباری میں اور نیز علامہ زمخشری نے یہ لکھا ہے کہ اس جگہ تمام نبیوں میں سے صرف عیسیٰ کو ہی معصوم ٹھہرانا قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ کہہ کر کہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان تمام نبیوں کو معصوم ٹھہرایا ہے پھر عیسیٰ بن مریم کی کیا خصوصیت ہے اس لئے اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ تمام وہ لوگ جو بروزی طور پر عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں ہیں یعنی روح القدس سے حصہ لینے والے اور خدا سے پاک تعلق رکھنے والے وہ سب معصوم ہیں اور سب عیسیٰ بن مریم ہی ہیں ۔ اور حضرت عیسیٰ کی معصومیت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہودیوں کا یہی اعتراض تھا کہ حضرت عیسیٰ کی ولادت مس شیطان کے ساتھ ہے یعنی مریم کا حمل نعوذ باللہ ... حلال طور پر نہیں ہوا تھا جس سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے سو ضرور تھا کہ اس گندے الزام کو دفع کیا جاتا ۔ منہ

ہے کہ انپر سخت درجہ کی غباوت غالب آگئی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ آیت و ان من اھل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته حضرت مسیح کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور ان کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب انپر ایمان لے آئیں گے مگر افسوس کہ وہ اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں جس حالت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و القینا بینھم العداوۃ و البغضاء الی یوم القیامه ۔جس کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک بغض اور دشمنی رہے گی تو اب بتلاؤ کہ جب تمام یہودی قیامت سے پہلے ہی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں گے تو پھر بغض اور دشمنی قیامت تک کون لوگ کریں گے۔ جب یہودی نہ رہے اور سب ایمان لے آئے تو پھر بغض اور دشمنی کے لئے کون موقعہ اور محل رہا اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے و اغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ اس کے بھی یہی معنے ہیں جو اوپر گذر چکے اور وہی اعتراض ہے جو اوپر بیان ہو چکا اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامه اس جگہ کفروا سے مراد بھی یہود ہیں کیونکہ حضرت عیسی علیہ السلام محض یہودیوں کے لئے آئے تھے اور اس آیت میں وعدہ ہے کہ حضرت مسیح کو ماننے والے یہود پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اب بتلاؤ کہ جب ان معنوں کے رو سے جو ہمارے مخالف آیت و ان من اھل الکتاب کے کرتے ہیں تمام یہودی حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے تو پھر یہ آیتیں کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ کی قیامت تک باہم دشمنی رہے گی اور نیز یہ کہ قیامت تک یہود ایسے فرقوں کے مغلوب رہیں گے جو حضرت مسیح کو صادق سمجھتے ہوں گے۔ ایسا ہی اگر مان لیا جاوے کہ حضرت مسیح زندہ بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے تو پھر آیت فلما توفیتنی کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد عیسائی بگڑ گئے جب تک کہ وہ زندہ تھے عیسائی نہیں بگڑے۔ اور پھر اس آیت کے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ فیھا تحیون و فیھا تموتون کہ زمین پر ہی تم زندگی بسر کروگے اور زمین پر ہی مروگے۔ کیا وہ شخص جو اٹھارہ سو برس سے آسمان پر بقول مخالفین زندگی بسر کر رہا ہے وہ انسانوں کی قسم میں سے نہیں ہے اگر مسیح انسان ہے تو نعوذ باللہ مسیح کے اس مدت دراز تک آسمان پر ٹھہرنے سے یہ آیت جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اگر ہمارے مخالفوں کے نزدیک انسان نہیں ہے بلکہ خدا ہے تو ایسے عقیدہ سے وہ خود مسلمان نہیں ٹھہر سکتے پھر یہ آیت قرآن شریف کی کہ اموات غیر احیاء جس کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کی خدا کے سوا تم عبادت کرتے ہو وہ سب مر چکے ہیں انہیں سے کوئی بھی زندہ نہیں صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اور پھر یہ آیت کہ ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ آیت وہ عظیم الشان آیت ہے جسپر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کرکے اقرار کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ ہم پہلے اس سے اسی کتاب میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔ پھر جب ہم احادیث کی طرف آتے ہیں تو ان سے بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً حدیث معراج کو دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں † حضرت مسیح کو فوت شدہ انبیاء میں دیکھا ہے اگر وہ آسمان پر زندہ ہوتے تو فوت

† معراج کے لئے رات اس لئے مقرر کی گئی کہ معراج کشف کی قسم تھا اور کشف اور خواب کے لئے رات موزون ہے۔ اگر یہ بیداری کا معاملہ ہوتا تو دن موزون ہوتا منہ

شدہ روحوں میں ہرگز دیکھے نہ جاتے - اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس مشاہدہ کے وقت اس عالم میں نہیں تھے بلکہ جس طرح سویا ہوا آدمی دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے اور اس حالت میں بسا اوقات وفات یافتہ لوگوں سے بھی ملاقات کرتا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کشفی حالت میں اس دنیا سے وفات یافتہ کے حکم میں تھے ایسا ہی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسی علیہ السلام نے ایکسو بیس [۱۲۰] برس عمر پائی ہے - لیکن ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اُس وقت حضرت عیسی کو پیش آیا تھا جبکہ آپ کی عمر صرف تینتیس [۳۳] برس اور چھ مہینے کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ باقی ماندہ عمر بعد نزول پوری کرلیں گے تو یہ دعویٰ حدیث کے الفاظ سے مخالف ہے - ماسوا اس کے حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوے کے بعد چالیس برس دنیا میں رہے گا تو اس طرح پر تینتیس برس ملانے سے کل تہتر [۷۳] برس ہوئے نہ ایکسو بیس [۱۲۰] برس حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک سو بیس برس انکی عمر ہوئی -

اور اگر یہ کہو کہ ہماری طرح عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی ہم بیان کرچکے ہیں مسیح نے خود اپنی آمد ثانی کو الیاس نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دی ہے جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ سے یہی ثابت ہوتا ہے - ماسوا اس کے عیسائیوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اول صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں یہ عبارت ہے :-

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا -)

Crucifiction they maintain, even if the feet as well as the hands are supposed to have been nailed occasions but very little loss of blood. It kills therefore only very slowly by convulsions produced by the straining of the limbs or by gradual starvation. So if Jesus, supposed indeed to be dead, had been taken down from the Cross after about six hours, there is every probability of his supposed death having been only a death-like swoon from which after the descent from the Cross Jesus recovered again in the cool cavern covered as he was with healing ointments and strongly scented spices. On this head it is usual to appeal to an account in Josephus, who says that on one occasion, when he was returning from a Military recognisance, on which he had been sent, he found several Jewish prisoners who had been crucified. He saw among them three acquaintances whom he begged Titus to give to him. They were immediately taken down & carefully attended to, one was really saved, but two others could not be recovered

(A New Life of Jesus by D. F. Strauss. Vol I. page 410)

ترجمہ

وہ یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضا پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہوکر مرجاتے ہیں یا بھوکھ سے مرجاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کرلیا جائے کہ قریب ۶ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اس کی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعوے کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس میں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُنکے اتارلینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اتار کر انکی خبرگیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہوگیا۔ پر باقی دو مرگئے۔"

اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بیلیف کے صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۷ و ۴۷۳ میں یہ عبارت ہے۔

The former of these hypotheses, that of apparent death, was employed by the old Rationalists, and more recently by Schleiermacher in his Life of Christ. Schleiermacher's supposition, that Jesus afterwards lived for a time with the disciples and then retired into entire solitude for his second death.

ترجمہ

شلیرمیخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہوگئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنے اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صلیب کی موت سے بچنے کے متعلق ایک پیشگوئی یسعیا باب ۵۳ میں اسطرح پر ہے

ואת־דורו מי ישוחח כי נגזר מארץ חיים:

و ایت دوہرد می یسوحیح کی نجزار مے ایریطز حییم

اور اس کے بقاے عمر کی جو بات ہے سو کون سفر کرکے جائے گا کیونکہ وہ علیحدہ کیا گیا ہے قبائل کی زمین سے

ויתן את־רשעים קברו ואת־עשיר במתיו:

و یتین ایت رشاعیم قبرو وایت عاسیر بموتایو

اور کی گئی شریروں کے درمیان اس کی قبر پر وہ دولتمندوں کے ساتھ ہوا اپنے مرنے میں +

אם־תשים אשם נפשו יראה זרע יאריך ימים:

ام تاسیم آشام نفشو یرایہ زیرع یے اریک یامیم

جب کہ تو گناہ کے بدلے میں اس کی جان کو دیگا (تو وہ بچ جائے گا) اور صاحب اولاد ہوگا اسکی عمر لمبی کی جائے گی

מעמל נפשו יראה ישבע:

مے عمل نفشو یرایہ یسباع

وہ اپنی جان کی نہایت سخت تکلیف دیکھے گا (یعنے صلیب پر بیہوشی) پر وہ پوری عمر پائے گا۔

+ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ صلیب سے اتار کر مسیح کو سزایافتہ مردوں کی طرح قبر میں رکھا جاوے گا مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مردہ نہیں ہوگا اس لئے اس قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی وہی بات ظہور میں آئی کیونکہ سری نگر محلہ خانیار میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس موقعہ پر قبر ہے جہاں بعض سادات کرام اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ منہ

اب مختصر طور پر ہم اُن دلائل کو لکھتے ہیں جن کا ہم نے اس کتاب اور اپنی دوسری کتابوں میں اپنے دعوے مسیح موعود کے متعلق ذکر کیا ہے - اور وہ یہ ہیں :-

(۱) اول اس دلیل سے میرا مسیح موعود ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہم اپنی کتابوں میں ثابت کر چکے ہیں یاجوج ماجوج کے خروج اور ان کی فتح اور اقبال کا زمانہ آگیا ہے اور قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے تمام وعدے جن میں سے مسیح موعود کا دنیا میں ظاہر ہونا ہے یاجوج ماجوج کے ظہور اور اقبال کے بعد ظاہر ہو جائیں گے - جیسا کہ یہ آیت مندرجہ ذیل اسی پر صریح دلالت کرتی ہے وحرام علیٰ قریة اهلکناها انهم لا یرجعون ٭ حتیٰ فتحت یاجوج و ماجوج وهم من کل حدب ینسلون - واقترب الوعد الحق ٭ یعنے جن لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے ان کے لئے ہم نے حرام کر دیا ہے کہ دوبارہ دنیا میں آویں یعنے بروزی طور پر بھی وہ دنیا میں نہیں آسکتے جب تک وہ دن نہ آویں کہ قوم یاجوج ماجوج زمین پر غالب آجائے اور ہر ایک طور سے انکو غلبہ حاصل ہو جائے ٭ کیونکہ انسان کی ارضی قویٰ کی کامل ترقیات یاجوج ماجوج پر ختم ہوتی ہیں اور اس طرح پر

٭ خدا تعالےٰ کے عجیب اسرار میں سے ایک بروز کا مسئلہ ہے جو خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے - خدا کی مقدس کتابوں میں بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ پیشگوئیاں ہیں کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور پھر وہ پیشگوئیاں اس طرح پر پوری ہوئیں کہ جب کوئی اور نبی دنیا میں آیا تو اسوقت کے پیغمبر نے خبر دی کہ یہ وہی نبی ہے جس کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا - عجیب تر بات یہ ہے کہ یہ نہیں کہا گیا کہ یہ آنے والا اس پہلے نبی کا مثیل ہے بلکہ یہی کہا گیا کہ وہی پہلا نبی جس کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی دنیا میں آگیا ہے - مثلاً جیسا کہ الیاس نبی کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا اور ملاکی نبی نے اپنے صحیفہ میں خبر دی تھی کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الیاس جس کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا وہ یوحنا یعنے یحییٰ ہے جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ الیاس دوبارہ دنیا میں آگیا لیکن لوگوں نے اس کو نہیں پہچانا اور اس سے مراد حضرت مسیح نے یحییٰ نبی کو لیا یعنے وہی الیاس ہے - اب یہ پیشگوئی بہت باریک جا ٹھہرتی ہے کہ یحییٰ نبی جس کا دوسرا نام یوحنا ہے الیاس کیونکر ہو گیا اگر مثیل الیاس کہتے تب بھی ایک بات تھی مگر ملاکی کی کتاب میں مثیل کا آنا نہیں لکھا بلکہ خود الیاس نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا لکھا ہے - اور حضرت مسیح نے بھی انجیل میں جب اعتراض کیا گیا کہ الیاس سے پہلے مسیح کیونکر آگیا تو مثیل کے لفظ کو استعمال نہیں کیا بلکہ انجیل متی ۱۷ باب میں یہی کہا ہے کہ الیاس تو آگیا مگر ان لوگوں نے اس کو نہیں پہچانا اسی طرح شیعہ میں بھی اقوال ہیں کہ علی اور حسن اور حسین دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور ایسے ہی اقوال ہندوؤں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گذشتہ اوتاروں کے ناموں پر آیندہ اوتاروں کی انتظار کرتے رہے ہیں اور اب بھی آخری اوتار کو جس کو کلکی اوتار کے نام سے موسوم کرتے ہیں کرشن کا اوتار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا کہ کرشن کی صفات میں سے رودر گوپال ہے یعنے سوروں کو ہلاک کرنے والا اور گائیوں کو پالنے والا ایسا ہی کلکی اوتار ہوگا - یہ ایک کرشن کی صفات کی نسبت استعارہ

انسان کے ارضی قویٰ کا نشو و نما جو ابتداء سے ہوتا چلا آیا ہے وہ محض یاجوج ماجوج کے وجود سے کمال کو پہونچتا ہے

بقیہ حاشیہ۔ ہے کہ وہ درندوں کو ہلاک کرتا تھا یعنے سُوروں اور بھیڑیوں کو۔ اور گائیوں کو پالتا تھا یعنے نیک آدمیوں کو۔ اور عجیب بات ہے کہ مسلمان اور عیسائی بھی آنے والے مسیح کی نسبت یہی صفات رودر گوپال کے جو کلگی اوتار کی صفت ہے قائم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سوروں کو قتل کرے گا اور بیل اس کیوقت میں قابل قدر ہوں گے۔ اس جگہ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے سوروں کو قتل کریگا یا گائیوں کی حفاظت کرے گا بلکہ یہ مراد ہے کہ زمانہ کا دور ہی ایسا آجائے گا اور آسمانی ہوا شریروں کو نابود کرتی جائے گی اور نیک بڑھیں گے اور پھولیں گے اور زمین کو پر کریں گے تب اس مسیح پر رودر گوپال کا اسم صادق آجائے گا۔ اور میں جو وہی مسیح اور مظہر صفات مذکورہ ہوں اس لئے کشفی طور پر ایک مرتبہ مجھے ایک شخص دکھایا گیا گویا وہ سنسکرت کا ایک عالم آدمی ہے جو کرشن کا نہایت درجہ معتقد ہے وہ میرے سامنے کھڑا ہوا اور مجھے مخاطب کرکے بولا کہ "ہے رودر گوپال تیری استت گیتا میں لکھی ہے"۔ اسی وقت میں نے سمجھا کہ تمام دنیا ایک رودر گوپال کا انتظار کر رہی ہے۔ کیا ہندو اور کیا مسلمان اور کیا عیسائی۔ مگر اپنے اپنے لفظوں اور زبانوں میں۔ اور سب نے یہی وقت ٹھہرایا ہے اور اس کی یہ دونوں صفتیں قائم کی ہیں یعنے سوروں کو مارنے والا اور گائیوں کی حفاظت کرنے والا۔ اور وہ میں ہوں۔ جس کی نسبت ہندوؤں میں پیشگوئی کرنے والے قدیم سے زور دیتے آئے ہیں کہ وہ آریہ ورت میں یعنے اسی ملک ہند میں پیدا ہوگا اور انھوں نے اس کے مسکن کے نام بھی لکھے ہیں۔ مگر وہ تمام نام استعارہ کے طور پر ہیں جن کے نیچے ایک اور حقیقت ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ برہمن کے گھر میں جنم لے گا یعنے وہ جو برہم کو سچا اور واحد لاشریک سمجھتا ہے یعنے مسلمان۔ غرض کسی اوتار یا پیغمبر کے دوبارہ آنیکا عقیدہ جو رُودر گوپال کے صفات اپنے اندر رکھتا ہو اور ہجرت کی چودھویں صدی میں آنیوالا ہو صرف عیسائیوں اور مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ ہندوؤں اور تمام اہل مذاہب کا یہی عقیدہ ہے۔ یہانتک کہ ہندوستان کے بدھ مذہب کے پیرو بھی اس زمانہ کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور بدھ مذہب کی نسبت مجھے مفصل معلوم نہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ وہ بھی ایک کامل بدھ کے اس زمانہ میں منتظر ہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ سب فرقے رودر گوپال کی صفت اُس منتظر میں قائم کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ عام لوگ اس دوبارہ آنے کے عقیدہ کی فلاسفی سے ابتک بے خبر پائے جاتے ہیں اور عام تو عام جو لوگ اس زمانہ میں علماء کہلاتے ہیں وہ بھی اس فلاسفی سے بے خبر ہیں۔ یوں تو اسلام کے تمام صوفی رجعت بروزی کے مسئلہ کے بڑے زور سے قائل ہیں اور بعض اولیا کی نسبت مانتے ہیں کہ کسی پہلے ولی کی روح دوبارہ بروزی طور پر اس میں آئی۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قریباً سو برس کے بعد بایزید بسطامی کی روح دوبارہ بروزی طور پر ابوالحسن خرقانی میں آگئی۔ لیکن باوجود اس مقبول مسلم عقیدہ کے پھر بھی بعض نادان مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت رجعت بروزی کے قائل نہیں جو قدیم سے سنت اللہ میں داخل ہے۔ وہ لوگ در اصل رجعت بروزی کی فلاسفی سے بے خبر ہیں۔ اور اس مسئلہ کی فلاسفی یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے جو اس کی توحید پر دلالت کرے اور اسی وجہ سے خداوند حکیم نے تمام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے کیونکہ گول چیز کی جہات اور پہلو نہیں

✤ - واضح ہو کہ خدا تعالےٰ نے کشفی حالت میں بارہا مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے کہ آریہ قوم میں کرشن نام ایک شخص جو گذرا ہے وہ خدا کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا اور ہندوؤں میں اَوتار کا لفظ در حقیقت نبی کے ہم معنے ہے اور ہندوؤں کی کتابوں میں ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ کہ آخری زمانہ میں ایک اَوتار آئے گا جو کرشن کے صفات پر ہوگا اور اُس کا بروز ہوگا اور میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ میں ہوں کرشن کی دو صفت ہیں ایک رُودّر یعنی درندوں اور سوروں کو قتل کرنے والا یعنی دلائل اور نشانوں سے دوسرے گوپال یعنی گائیوں کو پالنے والا یعنی اپنے انفاس سے نیکوں کا مددگار اور یہ دونوں صفتیں مسیح موعود کی صفتیں ہیں اور یہی دونوں صفتیں خدا تعالیٰ نے مجھ کو عطا فرمائی ہیں۔ منہ

لہذا یاجوج ماجوج کے ظہور کا زمانہ رجعت بروزی کے زمانہ پر دلیل قاطع ہے کیونکہ یاجوج ماجوج کا ظہور استدارت

بقیہ حاشیہ - اس لئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے - اگر خدا تعالےٰ کی ذات میں تثلیث ہوتی تو تمام عناصر اور اجرام فلکی سہ گوشہ صورت پر پیدا ہوتے - لیکن ہرایک بسیط میں جو مرکبات کا اصل ہے کُرویّت یعنے گول ہونا مشاہدہ کرو گے - پانی کا قطرہ بھی گول شکل پر ظاہر ہوتا ہے اور تمام ستارے جو نظر آتے ہیں انکی شکل گول ہے اور ہوا کی شکل بھی گول ہے جیسا کہ ہوائی گولے جنکو عربی میں اعصار کہتے ہیں یعنی بگولے جو کسی تند ہوا کے وقت مدور شکل میں زمین پر چکر کھاتے پھرتے ہیں ہواؤں کی کرویت ثابت کرتے ہیں - پس جیسا کہ تمام بسائط جنکو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا کروی الشکل ہیں ایسا ہی دائرہ خلقت عالم کا بھی کروی شکل ہے - اسی لئے صوفی اس بات کی طرف گئے ہیں کہ خلقت بنی آدم اپنی وضع میں دوری صورت پر واقع ہوئی ہے یعنے نوع انسان کی رجعیں بروزی ہو ہو کر پھر پھر کر دنیا میں آتی ہیں* - اور جب کہ خلقت بنی آدم بھی دوری صورت پر ہے تا وحدت خالق کائنات پر دلالت کرے تو اس سے لازم آیا کہ آخری نقاط خلقت بنی آدم کے نقاط اولے سے یعنے جہاں سے نقطہ دائرہ پیدایش بنی آدم شروع ہوتا ہے قریب تر واقع ہوں اور اپنے ظہور اور بروز میں انہی کی طرف رجوع کریں اور یہی وہ بات ہے جسکو دوسرے لفظوں میں رجعت بروزی کہتے ہیں جیسا کہ مثلاً یہ دائرہ ہے :-

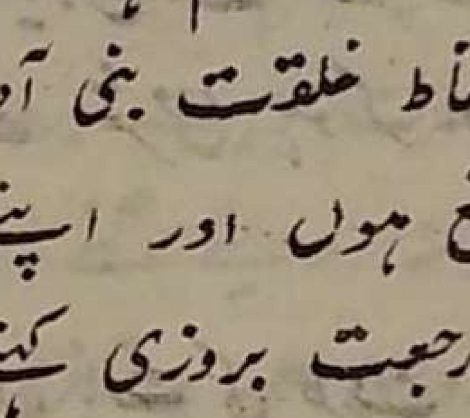

فرض کرو کہ اس دائرہ میں سے جو حصہ لام کی دائیں طرف ہے اس سے دائرہ خلقت بنی آدم کا شروع ہوا ہے اور جو حصہ بائیں طرف ہے وہاں ختم ہوا ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو لام کے بائیں طرف کا حصہ ہے جو نقاط اس کے قریب آئیں گے وہ ابتدائی نقاط سے بہت ہی نزدیک آجائیں گے پس اسی کا نام بروزی رجعت ہے جو ہرایک دائرہ کے لئے ضروری ہے اسی کی طرف اللہ تعالےٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ :-

حرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون - حتی اذا فتحت یاجوج و ماجوج وھم من کل حدب ینسلون - و اقترب الوعد الحق - یاجوج ماجوج سے وہ قوم مراد ہے جن کو پورے طور پر ارضی قویٰ ملیں گے اور انپر ارضی قویٰ کی ترقیات کا دائرہ ختم ہو جائے گا - یاجوج ماجوج کا لفظ اجیج سے لیا گیا ہے جو شعلہ نار کو کہتے ہیں - پس یہ وجہ تسمیہ ایک تو بیرونی لوازم کے لحاظ سے ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے لئے آگ، مسخر کی جائے گی اور وہ اپنے دنیوی تمدن میں آگ سے بہت کام لیں گے ان کے برّی اور بحری سفر آگ کے ذریعہ سے ہوں گے ان کی لڑائیاں بھی آگ کے ذریعہ سے ہوں گی - ان کے تمام کاروبار کے انجن آگ کی مدد سے چلیں گے - دوسری وجہ تسمیہ لفظ یاجوج ماجوج کے اندرونی خواص کے لحاظ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اُنکی سرشت میں آتشی مادہ زیادہ ہوگا وہ قومیں بہت تکبر کریں گی اور اپنی تیزی اور چستی اور چالاکی میں آتشی خواص دکھلائیں گی اور جس طرح مٹی جب اپنے کمال تام کو پہونچتی ہے تو وہ حصہ مٹی کا کانی جوہر بنجاتا

* رجعت بروزی کے اعلیٰ قسم صرف دو ہیں - (۱) بروز الاشقیا - (۲) بروز السعداء یہ دونوں بروز قیامت تک سنت اللہ میں داخل ہیں - ہاں یاجوج ماجوج کے بعد انکی کثرت ہی تا بنی آدم کے انجام پر ایک دلیل ہو اور تا اس سے دور کا پورا ہونا سمجھا جائے - اور یہ خیال کرنا کہ کوئی ایسا زمانہ بھی آئیگا کہ تمام لوگ اور تمام طبایع ملت واحدہ پر ہوجائیں گی یہ غلط ہے - جس حالت میں اللہ تعالےٰ بنی آدم کی تقسیم یہ فرماتا ہے کہ منھم شقی وسعید

منہ

زمانہ پر دلیل ہے اور استدارت زمانہ رجعت بروزی کو چاہتا ہے سو مسیح عیسی بن مریم کی نسبت رجعت کا جو

بقیہ حاشیہ۔ ہے جس میں آتشی مادہ زیادہ ہو جاتا ہے جیسے سونا چاندی اور دیگر جواہرات۔ پس اس جگہ قرآنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کی سرشت میں ارضی جوہر کا کمال تام ہے جیساکہ معدنی جواہرات میں اور فلذات میں کمال تام ہوتا ہے اور یہ دلیل اس بات پر ہے کہ زمین نے اپنے انتہائی خواص ظاہر کر دیئے اور بموجب آیت و اخرجت الارض اثقالها اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ جوہر کو ظاہر کردیا اور یہ امر استدارت زمانہ پر ایک دلیل ہے۔ یعنے جب یاجوج ماجوج کی کثرت ہوگی تو سمجھا جائے گا کہ زمانہ نے اپنا پورا دائرہ دکھلا دیا اور پورے دائرہ کو رجعت بروزی لازم ہے۔ اور یاجوج ماجوج پر ارضی کمال کا ختم ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ گویا آدم کی خلقت الف سے شروع ہوکر جو آدم کے لفظ کے حرفوں میں سے پہلا حرف ہے اُس یا کے حرف پر ختم ہوگئی کہ جو یاجوج کے لفظ کے سر پر آتا ہے جو حروف کے سلسلہ کا آخری حرف ہے گویا اس طرح پر یہ سلسلہ الف سے شروع ہوکر اور پھر حرف یا پر ختم ہوکر اپنے طبعی کمال کو پہونچ گیا۔

خلاصہ کلام یہ کہ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بروزی رجوع جو استدارت دائرہ خلقت بنی آدم کے لئے ضروری ہے اس کی نشانی یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا ظہور اور خروج اقویٰ اور اتم طور پر ہو جائے اور ان کے ساتھ کسی غیر کو طاقت مقابلہ نہ رہے کیونکہ دائرہ کے کمال کو یہ لازم ہے کہ اخرجت الارض اثقالها کا مفہوم کامل طور پر پورا ہو جائے اور تمام ارضی قوتوں کا ظہور اور بروز ہو جائے اور یاجوج ماجوج کا وجود اس بات پر دلیل کامل ہے کہ جو کچھ ارضی قوتیں اور طاقتیں انسان کے وجود میں ودیعت ہیں وہ سب ظہور میں آگئی ہیں کیونکہ اس قوم کی فطرتی اینٹ ارضی کمالات کے پژاوہ میں ایسے طور سے پختہ ہوئی ہے کہ اس میں کسی کو بھی کلام نہیں۔ اسی سرّ کی وجہ سے خدا نے انکا نام یاجوج ماجوج رکھا کیونکہ انکی فطرت کی مٹی ترقی کرتے کرتے کانی جواہرات کی طرح آتشی مادہ کی پوری وارث ہوگئی اور ظاہر ہے کہ مٹی کی ترقیات آخر جواہرات اور فلذات معدنی پر ختم ہو جاتی ہیں۔ تب معمولی مٹی کی نسبت اُن جواہرات اور فلذات میں بہت سا مادہ آگ کا آجاتا ہے گویا مٹی کا انتہائی کمال شے کمال یافتہ کو آگ کے قریب لے آتا ہے اور پھر جنسیت کی کشش کی وجہ سے دوسرے آتشی لوازم اور کمالات بھی اسی مخلوق کو دیئے جاتے ہیں غرض بنی آدم کا یہ آخری کمال ہے کہ بہت سا آتشی حصہ اُنمیں داخل ہو جائے اور یہ کمال یاجوج ماجوج میں پایا جاتا ہے۔ اور جو کچھ اس قوم کو دنیا اور دنیا کی تدابیر میں دخل ہے اور جسقدر اس قوم نے دنیوی زندگی کو رونق اور ترقی دی ہے اس سے بڑھکر کسی کے قیاس میں متصور نہیں۔ پس اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ انسان کی ارضی قوتوں کا عطر ہے جو اب وہ یاجوج ماجوج کے ذریعہ سے نکل رہا ہے۔ لہذا یاجوج ماجوج کا ظہور اور بروز اور اپنی تمام قوتوں میں کامل ہونا اس بات کا نشان ہے کہ انسانی وجود کی تمام ارضی طاقتیں ظہور میں آگئیں اور انسانی فطرت کا دائرہ اپنے کمال کو پہونچگیا اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ پس ایسے وقت کے لئے رجعت بروزی

عقیدہ ہے اس عقیدہ کے موافق عیسیٰ مسیح کی آمد ثانی کا یہی زمانہ ہے سو وہ آمد ثانی بروزی طور پر ظہور میں آگئی - (۲) دوسری

بقیہ حاشیہ - ایک لازمی امر تھا اس لئے اسلامی عقیدہ میں یہ داخل ہوگیا کہ یاجوج ماجوج کے ظہور اور اقبال اور فتح کے بعد گذشتہ زمانہ کے اکثر اخیار ابرار کی رجعت بروزی ہوگی اور جیسا کہ اس مسئلہ پر مسلمانوں میں سے اہل سنت زور دیتے ہیں ایسا ہی شیعہ کا بھی عقیدہ ہے مگر افسوس کہ یہ دونوں گروہ اس مسئلہ کی فلاسفی سے بے خبر ہیں - اصل بھید ضرورت رجعت کا تو یہ تھا کہ استدارت دائرہ خلقت بنی آدم کے وقت میں جو ہزار ششم کا آخر ہے نقاط خلقت کا اس سمت کی طرف آجانا ایک لازمی امر ہے جس سمت سے ابتدائے خلقت ہے - کیونکہ کوئی دائرہ جب تک اس نقطہ تک نہ پہونچے جس سے شروع ہوا تھا کامل نہیں ہو سکتا اور بالضرورت دائرہ کی آخری حصہ کو رجعت لازم پڑی ہوئی ہے لیکن اس بھید کو سطحی عقلیں دریافت نہیں کر سکیں - اور ناحق کلام اللہ کے بر خلاف یہ عقیدہ بنالیا کہ گویا تمام گذشتہ روحیں نیکوں اور بدوں کی واقعی طور پر پھر دوبارہ دنیا میں آجائیں گی - مگر اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ صرف رجعت بروزی ہوگی نہ حقیقی اور وہ اس طرح پر کہ وہی نحاش جس کا دوسرا نام خناس ہے جسکو دنیا کے خزانہ دیئے گئے ہیں جو اول حوا کے پاس آیا تھا اور اپنی دجالیت سے حیات ابدی کی اُس کو طمع دی تھی پھر بروزی طور پر آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور زن مزاج اور ناقص العقل لوگوں کو اِس وعدہ پر حیات ابدی کی طمع دیگا کہ وہ توحید کو چھوڑدیں - لیکن خدا نے جیسا کہ آدم کو بہشت میں یہ نصیحت کی تھی کہ ہر ایک پھل تمہارے لئے حلال ہے بیشک کھاؤ لیکن اس درخت کے نزدیک مت جاؤ کہ یہ حرمت کا درخت ہے - اسی طرح خدا نے قرآن میں فرمایا و یغفر مادون ذالک الخ یعنے ہر ایک گناہ کی مغفرت ہوگی مگر شرک کو خدا نہیں بخشے گا پس شرک کے نزدیک مت جاؤ اور اس کو حرمت کا درخت سمجھو - سو اب بروزی طور پر وہی نحاش جو حوا کے پاس آیا تھا اس زمانہ میں ظاہر ہوا اور کہا کہ اس حرمت کے درخت کو خوب کھاؤ کہ حیات ابدی اسی میں ہے - پس جس طرح گناہ ابتدا میں عورت سے آیا اسی طرح آخری زمانہ میں زن مزاج لوگوں نے نحاش کے وسوسہ کو قبول کیا - سو تمام بروزوں سے پہلے یہی بروز ہے جو بروز نحاش ہے -

پھر دوسرا بروز جو یاجوج ماجوج کے بعد ضروری تھا مسیح ابن مریم کا بروز ہے کیونکہ وہ روح القدس کے تعلق کی وجہ سے نحاش کا دشمن ہے ✠ - وجہ یہ کہ سانپ شیطان سے مدد پاتا ہے اور عیسی بن مریم روح القدس سے اور روح القدس شیطان کی ضد ہے - پس جب شیطان کا ظہور ہوا تو اس کا اثر مٹانے کے لئے روح القدس کا ظہور ضروری ہوا - جس طرح شیطان بدی کا باپ ہے روح القدس نیکی کا باپ ہے - انسان کی فطرت کو دو مختلف جذبہ لگے ہوئے ہیں - (۱) ایک جذبہ بدی کی طرف جس سے انسان کے دل میں بُرے خیالات اور بدکاری اور ظلم کے تصورات پیدا ہوتے ہیں - یہ جذبہ شیطان کی طرف سے ہے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسان کی فطرت کو لازم حال یہ جذبہ ہے - گو بعض قومیں شیطان کے وجود سے انکار ہی کریں لیکن اس جذبہ کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے - (۲) دوسرا جذبہ نیکی کی طرف ہے جس سے انسان کے دل میں نیک خیالات اور نیکی کرنے کی خواہشیں پیدا ہوتی ہیں اور یہ جذبہ روح القدس کی طرف سے ہے اور اگرچہ قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے یہ

✠ - روح القدس کا تعلق تمام نبیوں اور پاک لوگوں سے ہوتا ہے پھر مسیح کی اس سے کیا خصوصیت ہے اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اعظم اور اکبر حصہ روح القدس کی فطرت کا حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے لیکن چونکہ یہود شریر الطبع نے حضرت مسیح پر یہ بہتان لگایا تھا کہ اُنکی ولادت روح القدس کی شراکت سے نہیں بلکہ شیطان کی شراکت سے ہے یعنی ناجائز طور پر اسلئے خدا نے اس بہتان کی ذبّ اور دفع کے لئے اسباب پر زور دیا کہ مسیح کی پیدائش روح القدس کی شراکت سے ہے اور وہ مسّ شیطان سے پاک ہے اس سے یہ نتیجہ نکالنا لعنتیوں کا کام ہے کہ دوسرے نبی مسّ شیطان سے پاک نہیں ہیں بلکہ یہ کلام محض یہودیوں کے خیال باطل کے دفع کے لئے ہے کہ مسیح کی ولادت مسّ شیطان سے ہے

یعنی حرام کے طور پر پھر چونکہ یہ بحث مسیح میں شروع ہوئی اس لئے روح القدس کی پیدائش میں ضرب المثل مسیح ہوگیا ورنہ اُسکو پاک پیدائش میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم پر ایک ذرہ ترجیح نہیں بلکہ دنیا میں معصوم کامل صرف محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا ہے اور بعض حدیثوں کے یہ الفاظ کہ مسّ شیطان سے پاک صرف ابن مریم اور اسکی ماں یعنے مریم ہے یہ لفظ بھی یہودیوں کے مقابل پر مسیح کی پاکیزگی ظاہر کرنے کے لئے ہے گویا یہ فرماتا ہے کہ دنیا میں صرف دو گروہ ہیں ایک وہ جو آسمان پر ابن مریم کہلاتے ہیں اگر مرد ہیں اور مریم کہلاتی ہیں اگر عورت ہیں دوسرا وہ گروہ ہے جو آسمان پر یہود مغضوب علیہم کہلاتے ہیں پہلا گروہ مسّ شیطان سے پاک ہے اور دوسرا گروہ شیطان کے فرزند ہیں - منہ

دلیل جو میرے مسیح موعود ہونے کی نسبت ہے وہ یہ ہے کہ نہ فقط قرآن شریف ہی مسیح موعود کے ظہور کا یہ زمانہ ٹھہراتا ہے بلکہ خدا تعالےٰ کی پہلی کتابیں بھی مسیح موعود کے ظہور کا یہی زمانہ مقرر کرتی ہیں۔ چنانچہ دانی ایل کی کتاب میں صاف اس بات کی تصریح ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نصاریٰ کے کل فرقے جو دنیا میں موجود ہیں انہی دنوں میں مسیح کے ظہور کا وقت بتلاتے ہیں اور اس کے نزول کی انتظار کر رہے ہیں بلکہ بعض کے نزدیک اُس تاریخ پر جب مسیح دوبارہ آنا چاہیے تھا دس سال کے قریب اور بعض کے نزدیک بیس سال کے قریب زیادہ گذرہی گئے۔ اس لئے وہ لوگ پیشگوئی کے غلط نکلنے کی وجہ سے بڑی حیرت میں پڑے آخر انھوں نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس طرف تو نظر نہیں کی کہ مسیح موعود پیدا ہو گیا جس کو انھوں نے نہیں پہچانا لیکن تاویل کے طور پر یہ بات بنالی کہ جو کام سرگرمی سے اب اندنوں میں کلیسیا کر رہی ہے یعنے تثلیث کی طرف دعوت اور کفارہ مسیح کی اشاعت یہی مسیح کی روحانی طور پر آمد ثانی ہے۔ گویا مسیح نے ہی ان کے دلوں پر نازل ہوکر ان کو یہ جوش دیا کہ اس کی خدائی کے مسئلہ کو دنیا میں پھیلاویں۔ اگر تم یورپ کا سیر کرو تو اس خیال کے ہزارہا آدمی انہیں پاؤ گے جنہوں نے زمانہ نزول مسیح کو گذرتا ہوا دیکھکر یہ اعتقاد دلوں میں گھڑ لیا ہے۔ لیکن مسلمان پیشگوئی کے ان معنوں کو پسند نہیں کرتے اور نہ ایسی تاویلوں سے اپنے دلوں کو تسلی دینا چاہتے ہیں حالانکہ انپر بھی یہی مشکلات پڑ گئی ہیں۔ کیونکہ بہت سے اہل کشف مسلمانوں میں سے جن کا شمار ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوگا اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے اور نیز خدا تعالےٰ کی کلام کے استنباط سے بالاتفاق یہ کہہ گئے ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی کے سر سے ہرگز ہرگز تجاوز نہ کرے گا اور ممکن نہیں کہ ایک گروہ کثیر اہل کشف کا کہ جو تمام اولین اور آخرین کا مجمع ہے وہ سب جھوٹے ہوں اور ان کے تمام استنباط بھی جھوٹے ہوں اس لئے اگر مسلمان اسوقت مجھے قبول نہ کریں جو قرآن اور حدیث اور پہلی کتابوں کے رو سے اور تمام اہل کشف کی شہادت کے رو سے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہوں تو آیندہ انکی ایمانی حالت کے لئے سخت اندیشہ ہے کیونکہ میرے انکار سے اب انکا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ جس قدر قرآن شریف سے مسیح موعود کے لئے علماء کبار نے استنباط کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے اور جس قدر اہل کشف نے زمانہ مسیح موعود کے لئے خبریں دی تھیں وہ خبریں ہی سب جھوٹی تھیں۔ اور جس قدر آسمانی اور زمینی نشان حدیث کے مطابق ظہور میں آئے جیسے رمضان میں عین تاریخوں کے مطابق خسوف کسوف ہو جانا۔ زمین پر ریل کی سواری کا جاری ہونا اور ذوالسنین ستارہ کا نکلنا اور

بقیہ حاشیہ۔ دونوں قسم کے جذبے انسان میں موجود ہیں لیکن آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا کہ پورے زور شور سے یہ دونوں قسم کے جذبے انسان میں ظاہر ہوں اسلئے اس زمانہ میں بروزی طور پر یہودی بھی پیدا ہوئے اور بروزی طور پر مسیح ابن مریم بھی پیدا ہوا۔ اور خدا نے ایک گروہ بدی کا محرک پیدا کر دیا جو وہی پہلا نحاش بروزی رنگ میں ہے۔ اور دوسرا گروہ نیکی کا محرک پیدا کر دیا جو مسیح موعود کا گروہ ہے۔ غرض پہلا بروز گروہ نحاش ہے اور دوسرا بروز مسیح اور اس کا گروہ اور تیسرا بروز اُن یہودیوں کا گروہ ہے جنسے بچنے کیلئے سورہ فاتحہ میں دعا غیر المغضوب علیھم سکھائی گئی اور چوتھا بروز صحابہ رضی اللہ عنہم کا بروز ہے جو بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم ضروری تھا اور اس حساب سے ان بروزوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچی ہے اس لئے یہ زمانہ رجعت بروزی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ منہ

آفتاب کا تاریک ہو جانا یہ سب نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ ایسے خیال کا نتیجہ آخر یہ ہوگا کہ اس پیشگوئی کو ہی ایک جھوٹی پیشگوئی قرار دیدیں گے اور نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دروغ گو سمجھ لیں گے اور اس طرح پر ایک وقت آتا ہے کہ یکدفعہ لاکھوں آدمی دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے۔ اب صدی پر ہی سترہ برس گذر گئے۔ ایسی ضرورت کے وقت میں، بقول انکے عیسائیت کے مفاسد دور کرنے کے لئے جو وہی عظیم الشان مفاسد تھے کوئی مجدد خدا کی طرف سے مبعوث نہ ہوا اور یقینی طور پر ماننا پڑا کہ اب کم سے کم اسی برس اور اسلام تنزل کی حالت میں رہے گا۔ اور جبکہ اسلام میں چند سال نے یہ تغیر پیدا کیا کہ ہزارہا لوگ مرتد ہو گئے تو کیا اسی برس تک اسلام کا کچھ وجود باقی رہے گا اور اسلام کے نابود ہونے کے بعد اگر کوئی مسیح آسمان سے بھی اترا تو کیا فائدہ دیگا بلکہ وہی مصداق ہو گا کہ ”پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد“۔ اور آخر ایسی باطل پیشگوئیوں کی نسبت بد اعتقادی پھیل کر ایک عام ارتداد اور الحاد کا بازار گرم ہو جائے گا اور نعوذ باللہ اسلام کا خاتمہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہمارے مخالف علماء کے حال پر رحم فرماوے کہ وہ جو کارروائی کر رہے ہیں وہ دین کے لئے اچھی نہیں بلکہ نہایت خطرناک ہے۔ وہ زمانہ ان کو بھول گیا جب وہ ممبروں پر چڑھ چڑھ کر تیرھویں صدی کی مذمت کرتے تھے کہ اس صدی میں اسلام کو سخت نقصان پہونچا ہے اور آیت ان مع العسر یسرا ان مع العسر یسرا پڑھ کر اس سے استدلال کیا کرتے تھے کہ اس عسر کے مقابل پر چودھویں صدی یسر کی آئے گی لیکن جب انتظار کرتے کرتے چودھویں صدی آگئی اور عین صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص بدعوے مسیح موعود پیدا ہو گیا اور نشان ظاہر ہوئے اور زمین اور آسمان نے گواہی دی تب اول المنکرین یہی علما ہو گئے مگر ضروری تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بھی پہلے منکر یہودیوں کے مولوی تھے جنہوں نے اُن کے لئے دو فتوے طیار کئے تھے ایک کفر کا فتویٰ اور دوسرے قتل کا فتویٰ۔ پس اگر یہ لوگ بھی کفر اور قتل کا فتویٰ نہ دیتے تو غیر المغضوب علیہم کی دعا جو سورہ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے جو پیشگوئی کے رنگ میں تھی کیونکر پوری ہوتی کیونکہ سورہ فاتحہ میں جو غیر المغضوب علیہم کا فقرہ ہے اس سے مراد جیسا کہ فتح الباری اور درمنثور وغیرہ میں لکھا ہے یہودی ہیں اور یہودیوں کا بڑا واقعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب تر زمانہ میں وقوع میں آیا وہ یہی واقعہ تھا جو انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر ٹھہرایا اور اسکو ملعون اور واجب القتل قرار دیا اور اس کی نسبت سخت درجہ پر غضب اور غصہ میں بھر گئے اس لئے وہ اپنے ہی غضب کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظر میں مغضوب علیہم ٹھہرائے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے چھ سو برس بعد میں پیدا ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کی امت کو جو غیر المغضوب علیہم کی دعا سورہ فاتحہ میں سکھلائی گئی اور تاکید کی گئی کہ پانچ وقت کی نماز اور تہجد اور اشراق اور دونوں عیدوں میں یہی دعا پڑھا کریں اسمیں کیا بھید تھا جس حالت میں ان یہودیوں کا زمانہ اسلام کے زمانہ سے پہلے مدت سے منقطع ہو چکا تھا تو یہ دعا مسلمانوں کو کیوں سکھلائی گئی اور کیوں اس دعا میں یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان لوگ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے پنج وقت پناہ مانگتے رہیں جو یہودیوں کا وہ فرقہ نہ بن جائیں جو مغضوب علیہم ہیں پس اس دعا سے صاف طور پر سمجھ آتا ہے کہ اس امت میں بھی ایک مسیح موعود پیدا ہونے والا ہے اور ایک فرقہ مسلمانوں کے علماء کا

اس کی تکفیر کرے گا اور اس کے قتل کی نسبت فتویٰ دیگا۔ لہذا سورہ فاتحہ میں غیر المغضوب علیہم کی دعا کو تعلیم کر کے سب مسلمانوں کو ڈرایا گیا کہ وہ خدا تعالےٰ سے دعا کرتے رہیں کہ ان یہودیوں کی مثل نہ بنجائیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر کفر کا فتویٰ لکھا تھا اور اُنپر قتل کا فتویٰ دیا تھا اور نیز انکے پرائیویٹ امور میں دخل دیکر انکی ماں پر افترا کیا تھا اور خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں میں یہ سنت اور عادت مستمرہ ہے کہ جب وہ ایک گروہ کو کسی کام سے منع کرتا ہے یا اس کام سے بچنے کے لئے دعا سکھلاتا ہے تو اس کا اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعض انہیں سے ضرور اس جرم کا ارتکاب کریں گے لہذا اس اصول کے رو سے جو خدا تعالےٰ کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے صاف سمجھ آتا ہے جو غیر المغضوب علیہم کی دعا سکھلانے سے یہ مطلب تھا کہ ایک فرقہ مسلمانوں میں سے پورے طور پر یہودیوں کی پیروی کرے گا اور خدا کے مسیح کی تکفیر کر کے اور اس کی نسبت قتل کا فتویٰ لکھکر اللہ تعالےٰ کو غضب میں لائے گا اور یہودیوں کی طرح مغضوب علیہم کا خطاب پائے گا۔ یہ ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ جب تک انسان عمداً بے ایمانی پر کمربستہ نہ ہو اس سے انکار نہیں کرسکتا اور صرف قرآن نے ہی ایسے لوگوں کو یہودی نہیں بنایا بلکہ حدیث بھی یہی خطاب انکو دے رہی ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ یہودیوں کی طرح اس امت کے علما ہی مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگائیں گے اور مسیح موعود کے سخت دشمن اس زمانہ کے مولوی ہوں گے کیونکہ اس سے انکی عالمانہ عزتیں جاتی رہیں گی اور لوگوں کے رجوع میں فرق آجائے گا اور یہ حدیثیں اسلام میں بہت مشہور ہیں یہانتک کہ فتوحات مکی میں بھی اس کا ذکر ہے کہ مسیح موعود جب نازل ہوگا تو اس کی یہی عزت کی جائے گی کہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے گا اور ایک مولوی صاحب اٹھیں گے اور کہیں گے ان ھذا الرجل غیّر دیننا یعنے یہ شخص کیسا مسیح موعود ہے اس شخص نے تو ہمارے دین کو بگاڑ دیا یعنے یہ ہماری حدیثوں کے اعتقاد کو نہیں مانتا اور ہمارے پرانے عقیدوں کی مخالفت کرتا ہے۔ اور بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اس امت کے بعض علماء یہودیوں کی سخت پیروی کریں گے یہانتک کہ اگر کسی یہودی مولوی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو وہ بھی اپنی ماں سے زنا کریں گے اور اگر کوئی یہودی فقیہہ سوسمار کے سوراخ کے اندر گھسا ہے تو وہ بھی گھسیں گے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ انجیل اور قرآن شریف میں جہاں یہودیوں کا کچھ خراب حال بیان کیا ہے وہاں دنیا داروں اور عوام کا تذکرہ نہیں بلکہ اُنکے مولوی اور فقیہہ اور سردار کاہن مراد ہیں جن کے ہاتھ میں کفر کے فتوے ہوتے ہیں اور جن کے وعظوں پر عوام افروختہ ہوجاتے ہیں اسی واسطے قرآن شریف میں ایسے یہودیوں کی اس گدھے سے مثال دی ہے جو کتابوں سے لدا ہوا ہو۔ ظاہر ہے کہ عوام کو کتابوں سے کچھ سروکار نہیں کتابیں تو مولوی لوگ رکھا کرتے ہیں لہذا یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جہاں انجیل اور قرآن اور حدیث میں یہودیوں کا ذکر ہے وہاں انکے مولوی اور علماء مراد ہیں اور اسی طرح غیر المغضوب علیہم کے لفظ سے عام مسلمان مراد نہیں ہیں بلکہ انکے مولوی مراد ہیں۔

اور پھر ہم اصل ذکر کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ چونکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں میں بکثرت یہ اشارات پائے جاتے ہیں کہ اسی ہجرت کی چودھویں صدی میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اسی لئے بہتوں نے

عیسائیوں میں سے حال کے زمانہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے یہی دن ہیں۔ چنانچہ اخبار ذی تھنکر لنڈن ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء میں یہ خبر لکھی ہے کہ عام انتخاب ممبران پارلیمنٹ کے وقت ایک سینٹ سے جو مقام اسلنگٹن کا باشندہ تھا جب رائے لینے والے نے دریافت کیا تو اس نے انتخاب کے بارے میں کچھ رائے نہ دی اور اپنی رائے نہ دینے کی سنجیدگی سے یہ وجہ بیان کی کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے قیامت کا دن یعنے مسیح کی دوبارہ آمد کا دن آنے والا ہے۔ اس لئے یہ تمام باتیں بے سود ہیں"۔ ایسا ہی کتاب ہز گلوریس اپیئرنگ مطبوعہ لنڈن ساری کتاب۔ اور رسالہ کرائسٹس سیکنڈ کمنگ مطبوعہ لنڈن صفحہ نمبر ۱۵ اور رسالہ دی کمنگ آف دی لارڈ مطبوعہ لنڈن صفحہ نمبر ۱ میں مسیح موعود کی آمد ثانی کی نسبت یہ عبارتیں ہیں:-

We stand on the eve of one of the greatest events the world has ever witnessed. Signs are multiplying on every side of us, compared with which there has been no parallel, either in the history of the church or the world. One of the greatest changes to both hangs upon this great event. It is the coming of the Lord Jesus Christ the second time, in power and glory.	اب عنقریب دنیا میں ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہونے والا ہے چاروں طرف سے اس کے واسطے نشان جمع ہو رہے ہیں ایسے نشان کہ زمانہ نے اس قسم کے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ نہ دنیا کی تواریخ میں اسکی مثال ملتی ہے اور نہ کلیسیا کی تواریخ میں۔ اس واقعہ عظیمہ کے وقوع پر دنیا اور مذہب ہر دو میں ایک تغیر عظیم پیدا ہوگا۔ وہ واقعہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے دوبارہ آنے کا ہے۔ قوت اور جلال کا آنا۔
Can any-one reasonably doubt that these signs are not a sure and certain warning that the end draweth on apace.	کیا کوئی عقل والا اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ یہ نشانات بلاریب یقیناً اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ اب انجام آیا کھڑا ہے۔
The signs are fulfilled, that generation has come, Christ's coming is at hand; glorious anticipation! glorious future!	نشانات پورے ہو گئے ہیں۔ وہ پشت آگئی ہے۔ مسیح کا آنا بہت ہی قریب ہے۔ کیسا ہی شان و شوکت اور جلال کا وقت آتا ہے۔

The impression prevails to some extent that he who teaches that Christ is soon coming is acting the role of alarmist. If so, we have seen that the great Teacher has placed himself at the head of the class.

کسی قدر یہ خیال بھی بعض لوگوں کے درمیان پھیلا ہوا ہے کہ جو لوگ مسیح کے جلد آنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ لوگوں کو ڈراتے ہیں - اگر یہ صحیح ہے تو خود بڑا استاد یسوع مسیح اس تعلیم کے دینے میں سب سے اوّل نمبر پر ہے اور ہم اس بات کو اوپر ثابت کر چکے ہیں -

ان عبارات مذکورہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عیسائیوں کو حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا اس زمانہ میں کسقدر انتظار ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ وقت وہی وقت ہے جسمیں حضرت مسیح کو آسمان پر سے نازل ہونا چاہیے مگر ساتھ اس کے انہیں سے اکثر کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو گئے ہیں آسمان پر نہیں گئے اس لئے جو لوگ انہیں سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر نہیں گئے اور نیز انجیل کے رو سے یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسی زمانہ یعنے ہجرت کی چودھویں صدی کے سر پر انکا آنا ضروری ہے بلاشبہ انکو ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنیکی پیشگوئی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آئے گی اور انہیں سے بعض کا یہ قول بھی ہے کہ آجکل عیسائی کلیسیا جو کام کر رہی ہے یہی مسیح کی آمد ثانی ہے یہ تاویل آسمانی کتابوں کے موافق نہیں ہے اور نہ کسی نبی نے کبھی ایسی تاویل کی ہے - تعجب کہ جس حالت میں وہ اپنی انجیلوں کے کئی مقامات میں پڑھتے ہیں کہ ایلیا نبی کا دوبارہ آنا اس طرح ہوا تھا کہ یوحنا نبی ان کے رنگ اور خو پر آگیا تھا تو کیوں وہ مسیح کے دوبارہ آنے کی تاویل کرنے کے وقت کلیسیا کی سرگرمی کو مسیح کی آمد کا قائم مقام سمجھ لیتے ہیں کیا مسیح نے ایلیا نبی کے دوبارہ آمد کی یہی تاویل کی ہے - پس جس پہلو کی تاویل حضرت مسیح کے مونہہ سے نکلی تھی کیوں اسکو تلاش نہیں کرتے اور ناحق سرگردانی میں پڑتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ملاکی نبی نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی تھی مسیح اس کی یہ بھی تاویل کر سکتا تھا کہ جس سرگرمی سے یہودیوں کے فقیہہ اور فریسی کام کر رہے ہیں یہی ایلیا کا دوبارہ آنا ہے اس تاویل سے یہودی بھی خوش ہو جاتے اور شاید مسیح کو قبول کر لیتے - لیکن انھوں نے اس تاویل کو جو کلیسیا کی تاویل سے بہت مشابہ تھی پیش نہ کیا اور یوحنا نبی کو جو خود یہودیوں کی نظر میں نعوذ باللہ کاذب اور مفتری تھا پیش کر دیا جس سے یہودیوں کا اور بھی غصہ بھڑکا اور انھوں نے خیال کیا کہ جب اس شخص کا ہمارے اس سوال کے جواب میں کسی جگہ ہاتھ نہیں پڑا تو اپنے مرشد یعنی الیاس کو ایلیا ٹھہرا دیا اس خیال سے کہ وہ خواہ نخواہ تصدیق کر دیگا کہ میں ہی ایلیا ہوں مگر یہودیوں کی بدقسمتی سے حضرت یوحنا نے ایلیا ہونے سے انکار کیا اور صاف کہا کہ میں ایلیا نہیں ہوں - اس جگہ ان دونوں کلاموں میں فرق یہ تھا کہ حضرت مسیح نے حضرت یوحنا یعنے یحیٰ نبی کو مجازی طور پر یعنے بروزی طور پر ایلیا نبی قرار دیا مگر یوحنا نے حقیقی طور کو مد نظر رکھ کر ایلیا ہونے سے انکار کر دیا اور بدقسمت یہودیوں کو یہ بھی ایک ابتلا پیش آیا کہ شاگرد یعنی مسیح کچھ کہتا ہے اور استاد یعنی یحیٰ کچھ کہتا ہے اور دونوں کے بیان باہم متناقض ہیں - مگر اس جگہ ہمارا صرف یہ مقصود ہے کہ مسیح کے نزدیک دوبارہ آمدن کے وہی معنے ہیں جو مسیح

نے خود بیان کر دیے گویا یہ ایک تنقیح طلب مسئلہ تھا جو مسیح کی عدالت سے فیصلہ پا گیا اور مسیح نے انجیل متی باب ۱۷ آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ میں خود اپنی آمد ثانی کو ایلیا نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دیدی اور ایلیا نبی کی آمد ثانی کی نسبت صرف یہ فرمایا کہ یوحنا کو ہی ایلیا سمجھ لو گویا ایک بڑا اعجوبہ جو یہودیوں کی نظر میں تھا کہ اس عجیب طرح پر ایلیا آسمان سے اترے گا اس کو اپنے دو لفظوں سے خاک میں ملا دیا - اور اس قسم کے معنے قبول کرنے کے لئے عیسائیوں میں سے وہ فرقہ زیادہ استعداد رکھتا ہے جو آسمان پر جانے سے منکر ہیں چنانچہ ہم اُن محقق عیسائیوں کا ذیل میں ایک قول نقل کرتے ہیں تا مسلمانوں کو معلوم ہو کہ انکی طرف سے تو مسیح کے نزول کے بارے میں اس قدر شور انگیزی ہے کہ اس فضول خیال کی حمایت میں تیس ہزار مسلمان کو کافر ٹھہرا رہے ہیں مگر وہ لوگ جو مسیح کو خدا جانتے ہیں انہیں سے یہ فرقہ بھی ہے جو بہت سے دلائل کیساتھ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ صلیب سے نجات پا کر کسی اور ملک کی طرف چلا گیا اور وہیں مرگیا - چنانچہ سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲ میں اس بارے میں جو عبارت ہے اسکو ہم مع ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:-

پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع در اصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا جسم اس کے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا اس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر تین گھنٹے یا چھ گھنٹے رہکر فوت ہوا - لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے واقع نہیں ہوئی تھی - یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھوں پر میخیں ماری گئی تھیں اور پاؤں پر میخیں نہیں لگائی گئی تھیں - چونکہ یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی ٹانگ توڑی جاے اسواسطے تین انجیل نویسوں نے تو اس کا کچھ ذکر ہی نہیں کیا اور چوتھے نے ہی صرف اپنے طرز بیان کی تکمیل کی خاطر اس امر کا بیان کیا - اور جہاں ٹانگ توڑنے کا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی

The first explanation adopted by some able critics is that Jesus did not[1] really die on the cross but being taken down alive and his body being delivered to friends, he subsequently revived. In support of this theory it is argued that Jesus is represented by Gospels as expiring after having been but three or six hours upon the cross which would have been but unprecedentedly rapid death. It is affirmed that only the hands and not the feet were nailed to the cross. The crucifragiam not usually accompanying crucifixion is dismissed as unknown to the three Synoptists and only inserted by the fourth evangelist for dogmatic reasons and of course the lance disappears with the

leg-breaking. Thus the apparent death was that profound faintness which might well fall upon an organization after some hours of physical and mental agony on the cross, following the continued strain and fatigue of the previous night. As soon as he had sufficiently recovered it is supposed that Jesus visited his disciples a few times to re-assure them, but with pre-caution on account of the Jews, and was by them believed to have risen from the dead, as indeed he himself may likewise have supposed, reviving as he had done from the faintness of death. Seeing however that his death had set the crown upon his work the Master withdrew into impenetrable obscurity and was heard no more.

Gfrorer who maintains the theory of a Scheintod with great ability thinks that Jesus had believers amongst the rulers of the Jews who although they could not shield him from the opposition against him still hoped to save him from death. Joseph, a rich man, found the means of doing so. He prepared the new sepulchre close to the place of execution to be at hand, begged the body from Pilate—the immense quantity of

کا واقعہ ہی کالعدم ہو جاتا ہے - پس ظاہرا موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی ہی جو کہ چھ گھنٹہ کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد اس کے جسم پر پڑی کیونکہ گذشتہ شب بھی متواتر تکلیف اور تھکاوٹ میں گذری تھی - جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہو گئی تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ ملا - لیکن یہودیوں کے سبب نہایت احتیاط کی جاتی ہی - حواریوں نے اس وقت یہ سمجھا کہ یہ مرکر زندہ ہوا ہے - اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہونچکر وہ پھر بحال ہوا اس واسطے ممکن ہے کہ اُس نے آپ بھی در اصل یہی سمجھا ہو کہ میں مرکر پھر زندہ ہوا ہوں - اب جب استاد نے دیکھا کہ اس موت نے میرے کام کی تکمیل کردی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل حصول اور نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود الخبر ہو گیا - گفرورر جس نے شنٹوڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہے وہ لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے جو کہ اس کو اگرچہ اس مخالفت سے بچا نہیں سکتے تھے تاہم انکو امید تھی کہ ہم اس کو مرنے سے بچا لینگے یوسف ایک دولتمند آدمی تھا اور اُسے مسیح کے بچانے کے وسائل مل گئے - نئی قبر بھی اس مقام صلیب کے قریب ہی اس نے طیار کرالی اور جسم بھی پلاطوس سے مانگ لیا - اور نکودیمس جو

بہت سے مصالح خریدا لایا تہا تو وہ صرف یہود کی توجہ ہٹانے کے
واسطے تھے - اور یسوع کو جلدی سے قبر میں رکھا گیا - اور ان
لوگوں کی سعی سے وہ بچ گیا - گفرور نے یوحنا باب ۲۰ آیت
۱۷ کی مشہور آیت کی عجیب تفسیر کی ہے - وہ لکہتا ہے کہ مسیح کا
جو یہ فقرہ ہے کہ میں ابھی اپنے باپ کے پاس نہیں گیا اس فقرہ
میں آسمان پر جانے سے مراد صرف مرنا ہے اور
یسوع نے جو یہ کہا کہ مجھے نہ چھوؤ کیونکہ میں ابھی تک گوشت
اور خون ہوں - اِسمیں گوشت اور خون ہونے سے بھی یہی
مراد ہے کہ میں ابھی مرا نہیں - یسوع اس واقعہ کے
بعد پوشیدہ طور پر کئی دفعہ اپنے حواریوں کو ملا -
اور جب اُسے یقین ہو گیا کہ اس موت نے
اُس کے کام کی صداقت پر آخری مہر
لگا دی ہے تو وہ پھر کسی ناقابل
حصول تنہائی میں چلا گیا -
دیکھو کتاب سوپر
نیچرل ریلیجن
صفحہ ۵۲۳
منہ

spices bought by Nicomedus being merely to distract the attention of the Jesus being quickly carried to the sepulchre was restored to life by their efforts. He interprets the famous verse John xx:17 curiously. The expression "I have not yet ascended to my father—" he takes as meaning simply the act of dying "going to heaven" & the reply of Jesus is equivalent to "Touch me not for I am still flesh & blood= I am not yet dead. Jesus sees his disciples only a few times mysteriously & believing that he had set the final seal to the truth of his work by his death he then retires into impenetrable gloom. Das Heiligthum und die Wahrheit p. 107. p 231

(Pp-523 of the supernatural religion)

اور یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے مسئلہ کو مسلمان عیسائیوں سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ قرآن شریف میں انکی موت کا بار بار ذکر ہے لیکن بعض نادانوں کو یہ دہوکہ لگا ہوا ہے کہ اس آیت قرآن شریف میں یعنی وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبّہ لہم میں لفظ شبّہ سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی جگہ کسی اور کو سولی دیا گیا اور وہ خیال نہیں کرتے کہ ہر ایک شخص کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے پس اگر کوئی اور شخص حضرت عیسیٰ کی جگہ صلیب دیا جاتا تو صلیب دینے کے وقت ضرور وہ شور مچاتا کہ میں تو عیسیٰ نہیں ہوں اور کئی دلائل اور کئی امتیازی اسرار پیش کر کے ضرور اپنے تئیں بچا لیتا نہ یہ کہ بار بار ایسے الفاظ مونہہ پر لاتا جن سے اس کا عیسیٰ ہونا ثابت ہوتا - رہا لفظ شبّہ لہم - سو اس کے وہ معنے نہیں ہیں جو سمجھے گئے ہیں اور نہ ان معنوں کی تائید ہیں قرآن اور احادیث نبویہ سے کچھہ پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ موت کا وقوعہ یہودیوں پر مشتبہ کیا گیا وہ یہی سمجھ بیٹھے کہ ہمنے قتل کر دیا ہے حالانکہ مسیح قتل ہونیسے بچ گیا - میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس آیت میں شبّہ لہم کے یہی معنے ہیں اور یہ سنّت اللہ ہے خدا جب اپنے محبوبوں کو بچانا چاہتا ہے تو ایسے ہی دہوکہ میں مخالفین کو ڈالدیتا ہے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تو وہاں بھی ایک قسم کے شبّہ لہم سے خدا نے کام لیا یعنی مخالفین کو اس دہوکہ میں

ڈالدیا کہ انہوں نے خیال کیا کہ اس غار کے مونہہ پر عنکبوت نے اپنا جالا بنا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں پس کیونکر ممکن ہے کہ اس میں آدمی داخل ہو سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں جو قبر کی مانند تھی تین دن رہے جیسا کہ حضرت مسیح بھی اپنی شامی قبر میں جب غشی کی حالت میں داخل کئے گئے تین دن ہی رہے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو یونس پر بزرگی مت دو یہ بھی اشارہ اس مماثلت کیطرف تھا کیونکہ غار میں داخل ہونا اور مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونا یہ دونوں واقعہ باہم ملتے ہیں پس نفی تفصیل سوجہ سے ہے نہ کہ ہر ایک پہلو سے اسمیں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یونس سے بلکہ ہر ایک نبی سے افضل ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنتوں اور عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب مخالف اسکے نبیوں اور ماموروں کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو انکو انکے ہاتھہ سے اسطرح بھی بچالیتا ہے کہ وہ سمجھہ لیتے ہیں کہ ہمنے اس شخص کو ہلاک کر دیا حالانکہ موت تک اسکی نوبت نہیں پہونچتی اور یا وہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ ہمارے ہاتھہ سے نکل گیا حالانکہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے اور انکی شر سے بچ جاتا ہے۔ پس شبہ لہم کے یہی معنے ہیں اور یہ فقرہ شبہ لہم صرف حضرت مسیح سے خاص نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تب بھی یہ عادت اللہ ظہور میں آئی ابراہیم آگ سے جدا نہیں کیا گیا اور نہ آسمان پر چڑھایا گیا لیکن حسب منطوق آیت قلنا یا نار کونی برداً آگ اسکو جلا نہ سکی اسی طرح یوسفؑ بھی جب کوئیں میں پھینکا گیا آسمان پر نہیں گیا بلکہ کنواں اسکو ہلاک نہ کرسکا اور ابراہیمؑ کا پیارا فرزند اسمٰعیل بھی ذبح کیوقت آسمان پر نہیں رکھا گیا تھا بلکہ چھری اسکو ذبح نہ کرسکی ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ غار ثور کیوقت آسمان پر نہیں گئے بلکہ خونخوار دشمنوں کی آنکھیں انکو دیکھہ نہیں سکیں اسیطرح مسیح بھی صلیب کے وقت آسمان پر نہیں گیا بلکہ صلیب اسکو قتل نہیں کرسکا۔ غرض ان تمام نبیوں میں سے کوئی بھی مصیبتوں کیوقت آسمان پر نہیں گیا ہاں آسمانی فرشتے انکے پاس آئے اور انہوں نے مدد کی۔ یہ واقعات بہت صاف ہیں اور صاف طور پر انسے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے اور انکا اسی قسم کا رفع ہوا جیسا کہ ابراہیم اور تمام نبیوں کا ہوا تھا اور وہ آخر وفات پا گئے اس لئے آنیوالا مسیح اسی امت میں سے ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے تھا تا دونوں سلسلہ یعنی سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ اپنے اول اور آخر کے لحاظ سے ایکدوسرے کے مطابق ہوں۔ پس ظاہر ہے کہ جس خدا نے اس دوسرے سلسلہ میں مثیل موسیٰ سے ابتدا کیا اس سے صریح اسکا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو مثیل مسیح پر ختم کریگا جبکہ اسنے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہے اور یہ تمام سلسلہ سلسلہ خلافت موسویہ کا مشابہ ہے تو اس میں کیا شک رہ گیا کہ اس سلسلہ کا خاتمہ مثیل مسیح پر چاہیئے تھا۔ مگر اب لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں اپنے خیالات کو چھوڑ نہیں سکتے یہ اس مسیح کے منتظر ہیں جو زمین کو خون سے پر کردیگا اور ان لوگوں کو زمین کے بادشاہ بنادیگا یہی دہوکہ یہودیوں کو لگا تھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں کیا جیسا کہ ہسٹری آف دی کرسچن چرچ فار فرسٹ تھری سنچریز مصنفہ ریورنڈ جے جے بلیٹ ڈی ڈی صفحہ ۱۷ میں یہ عبارت ہے۔

ان سب واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو کسقدر مسیح کے آنیکا انتظار تھا وہ کسطرح مسیح کی جماعت میں داخل ہونیکے واسطے طیار تھے۔ لیکن انکو مسیح کی آمد کے متعلق ایک دہوکہ لگا ہوا تھا۔ انبیا کی پیشگوئیوں کے غلط معنے سمجھہ کر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ مسیح قوموں کو فتح کرنیوالا اور گذشتہ زمانہ کے جنگی سپہ سالاروں کیطرح اپنی قوم کی خاطر لڑائی کریگا اور ظالموں کے پنجہ سے انکو چھوڑائیگا جو کہ فلسیوں کی طرح انپر حکمران تھے۔

المولف میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ از قادیاں